احکام الترتیب

مرتب حصہ اول

مفتی ابرار الحق آنکلاوی، متعلّم تدریب الافتاء جامعہ جمبوسر

مرتب حصہ دوم

مفتی احمد ہرن گامی، متعلّم تدریب الافتاء جامعہ جمبوسر

حسب ایماء وارشاد

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر

زیر نگرانی

مفتی فرید احمد بن رشید کاوی

ناشر

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، ضلع بھروچ، گجرات، الہند

احکام الترتیب

مرتب حصہ اول
مفتی ابرارالحق آنکلاوی، متعلّم تدریب الافتاء جامعہ جمبوسر
مرتب حصہ دوم
مفتی احمد ہرن گامی، متعلّم تدریب الافتاء جامعہ جمبوسر

حسبِ ایماء وارشاد
حضرت اقدس مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم
بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر

زیر نگرانی
مفتی فرید احمد بن رشید کاوی

ناشر
جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، ضلع بھروچ، گجرات، الہند

◆ کتاب کا نام: احکام الترتیب

◆ مرتب: مفتی ابرار الحق آنکلاوی/مفتی احمد ہرن گامی
متعلّمین تدریب الافتاء، جامعہ جمبوسر

◆ حسب ایماء وارشاد: حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم
(بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر)

◆ زیر نگرانی: مفتی فرید احمد بن رشید کاوی

◆ سن اشاعت: شعبان ۱۴۳۷ھ مطابق مئی، ۲۰۱۶

◆ ناشر: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

JAMIA ULOOMUL QURAN, JAMBUSAR
AT.PO. JAMBUSAR. DIST : BHARUCH.
GUJARAT. INDIA. 392150
TEL : 02644-220786
jamiahjambusar@gmail.com

فہرست حصہ اول

حصہ دوم

افتتاحیہ

حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم وعمت فیوضہم
بانی و مہتمم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

باسمہ سبحانہ وتعالی

ترتیبِ احکام؛ جامعیتِ اسلام کا ایک خاص مظہر اور منظر ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شریعت بذات خود ایک منظّم اور مرتب مجموعہ احکام کا نام ہے، چاہے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق کے شعبوں میں پائی جانے والی ترتیب ہو یا وضو، نماز، زکوۃ، حدود جیسے کسی ایک امر کے مختلف اعمال، افعال اور درجات میں پائی جانے والی ترتیب ہو۔

دوسری بات یہ کہ ترتیبِ احکام کے پس منظر میں انتہائی گہرے مقاصد اور فوائد شریعت کی نظر میں مقصود ومراد ہوتے ہیں۔ کہیں مقصود شرع نظم وضبط کی تاکید اور انتشار اور فوضی سے بچانا ہوتا ہے تو مجموعہ افعال میں حسبِ ضرورت ترتیب کے واجب یا غیر واجب ہونے کا حکم دیا گیا ہے اور کہیں توسیع اور تسہیل پیش نظر ہوتی ہے تو علی سبیل البدلیت متعدد احکام ذکر کر کے وسعت اور آسانی پیدا کی گئی ہے۔

بہرحال احکام میں ترتیب؛ ایک ایسی چیز ہے جس کی طرف شریعت نے خصوصی توجہ دی ہے، البتہ ترتیب کے احکامات فقہ کے مختلف ابواب میں اپنے اپنے مقام پر مذکور ہوتے ہیں، ترتیب ہی کو موضوع بحث بنا کر اس کا ذکر نہیں ہوتا۔ پس یہ سوچ کر کہ فقہ کے تمام ابواب پر کلی نہ سہی، جزوی نظر ہو جائے امسال تدریب الافتاء

کے طلبہ کے لیے دو ایسے ہی موضوع برائے مقالہ نگاری متعین کیے گئے۔ان ہی میں ایک موضوع 'احکام الترتیب' بھی ہے۔ زیر نظر رسالہ درحقیقت عزیزم مولوی مفتی ابرار آنکلاوی اور عزیزم مولوی مفتی احمد ہرن گامی سلمہما اللہ کے ان ہی مقالوں کا مجموعہ ہے، اول الذکر کو کتاب الطہارۃ سے کتاب الحج تک اور ثانی الذکر کو کتاب النکاح سے کتاب الفرائض تک کے ابواب میں سے ترتیب سے متعلق احکام جمع کرنے کی ذمہ داری مفوض کی گئی تھی۔

ہمارا مقصود اس سے فقط یہی ہے کہ علم وعمل کے میدان میں آنے سے پیشتر مرحلۂ تربیت میں ہی طلبہ میں پائی جانے والی استعداد اور قابلیت کو نکھارا جائے، کمی ہو تو اس کو دور کیا جائے اور پڑھنے، لکھنے اور بولنے میں خود اعتمادی پیدا کی جائے۔

الحمد للہ ہمیں خوشی ہے کہ طلبہ عزیز نے پوری کوشش کرتے ہوئے مختلف ابواب کا مطالعہ کر کے مسائل جمع فرمائے اور مقالے کو بہتر اور جامع بنانے کی پوری کوشش کی ہے۔اللہ تعالی ان کی مساعی قبول فرمائے اور انہیں مزید علمی وعملی کاوشوں کے لیے موفق بنائے۔

اہل علم سے درخواست ہے کہ ایک نظر اس رسالہ کا ضرور مطالعہ فرمائیں گے اور کوئی فروگذاشت نظر آئے یا کچھ کہنے کی ضرورت ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں، جو کوئی جو کچھ تنبیہ واصلاح فرمائے گا ہم اس کے ممنون اور وہ ہمارا مشکور ہوگا۔

مفتی احمد دیولوی

خادم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

تقریظ

حضرت مولانا مفتی اسجد دیولوی صاحب دامت برکاتہم

مفتی وشیخ الحدیث، جامعہ علوم القرآن جمبوسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترتیب حیات انسانی کا جزء لاینفک ہے، دینی عمل ہو یا دنیوی، کسی بھی کام کی انجام دہی بغیر ترتیب کے مشکل ہے، عمل کے نتیجہ خیز ہونے کے لیے مناسب ترتیب اختیار کرنا ضروری ہے، ہر عمل کی مناسب ترتیب تک نری عقلِ انسانی کی رسائی ممکن نہیں، بلکہ اس کے لیے آسمانی ہدایت اور ربانی رہنمائی ہی ہماری کامل رہبری کرسکتی ہے، چنانچہ فقہ اسلامی کا مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ شریعت کے جملہ احکام خاص ترتیب سے جہاں شروع ہوتے ہیں، وہاں تکلیفی اعمال کی ادائیگی خاص ترتیب اور انضباط کے ساتھ مطلوب ہے، خود صاحب شریعت نبی کریم ﷺ کے جملہ اعمال وافعال میں مخصوص توازن اور ترتیب وانضباط بھی موجود ہوتا تھا۔ امام غزالیؒ احیاء علوم الدین' میں تحریر فرماتے ہیں:

ولا تظنن أن افعاله صلى الله عليه وسلم في جميع حركاته كانت خارجة عن وزن وقانون وترتيب، بل جميع الأمور الاختيارية التى ذكرنا ها يتردد فيها الفاعل بين قسمين أو اقسام، كان لا يقدم على واحد معين بالاتفاق ، بل بمعنى يقتضي الإقدام والتقديم، فإن الاسترسال مهملا-كما يتفق - سجية البهائم ، وضبط الحركات بموازين المعاني سجية أولياء الله تعالىٰ۔ (۱/ ۲۰۱)

ترجمہ: یہ گمان نہ کرنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ حرکات توازن، قانون فطرت اور ترتیب سے خارج ہوتی ہیں، بل کہ ہمارے بیان کردہ وہ تمام امور اختیار یہ جن میں عامل دو یا چند شقوں میں متردد رہتے ہیں، ان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ کسی ایک طریقہ پر اتفاقی طور پر اقدام کی نہیں تھی، بل کہ جب کسی کام پر عمل کا تقاضہ

ووجہ ترجیح سامنے آتی تو اس پر عمل پیرا ہوتے؛ اس لیے کہ سوچے سمجھے بغیر بلا ترتیب کاموں کی انجام دہی جانوروں کی خصلت ہے اور مناسب حکم اور علل کے میزان میں تول کر عمل کو خاص ترتیب سے بجالانا یہ اولیاء اللہ کا طریقہ ہے۔اھ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور اسلاف کرام کے اعمال خصوصی انضباط و ترتیب کے حامل ہوتے تھے اور یہ ربط و ضبط بہت معنی خیز بھی ہوتا تھا جیسا کہ شراح احادیث کی حضور اکرم ﷺ کے مرتب اعمال کے حوالے سے بیان فرمودہ حکم و علل سے معلوم ہوتا ہے۔

متذکرہ بالا تفصیلات سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ احکام شریعت میں ترتیب کی بڑی اہمیت ہے، ضرورت تھی کہ اس سلسلے میں مستقل طور پر کام ہو اور بطور خاص ترتیب کی نوعیت سے مسائل و احکام کو یکجا جمع کیا جائے۔

پیش نظر کتاب ''احکام الترتیب'' میں اسی حیثیت سے احکام شرعیہ کو زیر بحث لایا گیا ہے، یہ دراصل ایک مقالہ ہے، جسے جامعہ کے تدریب الافتاء ''سال دوم'' کے طلبہ عزیزانم مولوی مفتی ابرار اور مولوی مفتی احمد سلمہما اللہ تعالیٰ نے تدریب الإفتاء کے سندی مقالہ کے طور پر جامعہ کے استاذ گرامی، رفیق محترم مولانا مفتی فرید احمد صاحب کاوی زید مجدہ کی زیر نگرانی و تربیت تیار فرمایا ہے، کتاب کو موضوع کے لحاظ سے جامع بنانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے، میری کوتاہ فہم کے اعتبار سے بڑی حد تک یہ حضرات اپنے مقصد میں کامیاب ہیں۔ هذا ماعندی و العلم عند الله۔

اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو شرف قبول عطا فرمائے، زور قلم اور بڑھائے اور آئندہ ہمہ جہتی دینی خدمات کے سلسلے میں موفق بنائے۔ (آمین)

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد و على آله وصحبه اجمعين.

کتبہ: اسجد دیولاوی، ۲۳/ رجب المرجب/ ۱۴۳۷ھ

تقدیم

حضرت مولانا مفتی فرید احمد کاوی صاحب دامت برکاتہم
مدرس جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

احکامِ شریعت میں ترتیب کا اعتبار ایک اہم اور بنیادی چیز ہے۔ فقہ کے تقریباً تمام ابواب میں ایسے احکام پائے جاتے ہیں جن میں کسی نہ کسی درجہ میں ترتیب کا اعتبار ہوتا ہے۔ شریعت کی طرف سے انسان پر لاگو کیے گئے نفسِ احکام میں بھی خاص خاص مقاصد اور فوائد مقصود ہوتے ہیں تو احکام کی ترتیب سے بھی مخصوص مصالح مقصود ہوتے ہیں، جیسے کہیں ترتیب کے ذریعہ احکام میں آسانی مقصود ہوتی ہے تو کہیں تنگی، کہیں تدریج مراد ہوتی ہے تو کہیں الاہم فالاہم کا پہلو مدنظر ہوتا ہے؛ چنانچہ کفارات میں تیسیر اور حدود میں تہدید مقصود ہوتی ہے تو نماز میں تدریج اور زکوۃ کے مصارف میں الاہم فالاہم کا پہلو سامنے ہوتا ہے۔

اسی طرح علی الانفراد دیکھا جائے تو ہر حکم میں ترتیبِ احکام میں متعدد مصالح اور فوائد پیش نظر ہوتے ہیں، جن کی حقیقی مراد سے واقفیت تو شارع ہی کو ہوسکتی ہے، پھر بھی حکماءِ اسلام نے اس پر کافی اور شافی گفتگو فرمائی ہے۔ مثلاً ◆ وضو میں مضمضہ اور استنشاق کی تقدیم میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اولاً ذائقہ سے پھر شامہ سے پانی کی طہارت یا عدم طہارت کا علم ہو جائے۔ حضرت اقدس تھانویؒ نے 'احکام اسلام عقل کی نظر میں' اس ترتیب میں طہارت عن الذنوب کا پہلو مقصود ہونا بھی ذکر فرمایا ہے، یعنی اولاً چہرے اور اس کے متفرق اعضاء کی طہارت کا حکم اس لیے ہے کہ انسان کے مذکورہ اعضاء سے گناہ کا صدور دیگر اعضاء کی بہ نسبت زیادہ ہے۔ ◆ نماز کا مقصد کیوں کہ تعظیم رب ہے اس لیے افعال صلوۃ میں ترتیب اس طرح رکھی گئی کہ ادنی سے اعلی کی طرف ترقی ہو، تاکہ دم بہ دم، بتدریج، خشوع وخضوع اور اپنی ذلت کا احساس بڑھتا جائے (حجۃ اللہ)۔ ◆ مستحقین زکوۃ

میں اہل بلد اور قرابت والوں کو مقدم کیا گیا ہے تو کفارات میں عموماً عتق رقبہ مقدم ہوتا ہے ، پھر اطعام اور کسوہ اور اخیر میں روزہ ہوتا ہے اور ان دونوں میں انسانی اور مسلمانی معاشرہ کی فلاح و بہبود کا پہلو واضح ہے۔ درحقیقت یہ سب چیزیں فن مقاصد شریعت سے متعلق ہیں، اور اس وقت یہ موضوع زیر بحث نہیں؛ البتہ یہ بات یقینی اور واضح ہے کہ مرتب احکام میں مراعاۃِ ترتیب ہوگی تو ہی مقاصد شریعت حاصل ہوں گے، ورنہ نہیں۔

زیر نظر رسالہ میں فقہ کے مختلف ابواب سے تعلق رکھنے والے وہ احکام جمع کیے گئے ہیں جن میں کسی درجہ میں بھی ترتیب ماموراور مطلوب ہو۔

جامعہ کے تدریب الافتاء کے طلبہ کو یہ موضوع اس مقصد کے پیش نظر دیا گیا کہ مختلف ابوابِ فقہ میں مسائل ترتیب کی تلاش وجستجو اور پھر اسکی تحریر وتنقیح کے ذریعہ فقہِ اسلامی کے متعدد ابواب تک ان کی نظر پہنچ جائے اور حکم تلاش کرنے کی استعداد بہم پہنچ جائے۔

امسال تدریب الافتاء کے چار طلبہ تھے،اور حضرت مہتمم صاحب کے حکم کے مطابق دو موضوع ان میں تقسیم کیے گئے، پہلا موضوع 'احکام الترتیب' مولوی ابرار آنکلاوی صاحب اور مولوی احمد ہرن گامی صاحب کو دیا گیا اور دوسرا موضوع 'احکام الوالد' مولوی طلحہ بھوپالی اور مولوی ارقم احمد آبادی کو دیا گیا۔ دونوں فریق نے فقہ کے ابواب متعین کر کے اپنے حصہ میں آنے والے ابواب کے مسائل جمع کیے ہیں۔ طلبہ کی اس جمع وترتیب میں استیعاب مقصود نہ تھا اور نہ ہی قلیل وقت میں وہ ممکن تھا، پھر بھی انہوں نے مقدور بھر سعی کرتے ہوئے تمام ابواب کا مطالعہ کر کے مسائل جمع کرنے کی بہترین کوشش کی ہے۔ اللہ تعالی ان کی مساعی کو قبول فرمائے ، دوسروں کے لیے بھی نافع بنائے اور انہیں علمی اور فقہی میدانوں میں مزید خدمات کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

فرید احمد بن رشید کاوی، مدرس جامعہ علوم القرآن، جمبوسر۔

۲۳، رجب ۱۴۳۷ھ مطابق یکم مئی، ۲۰۱۶۔

شکر وسپاس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد وصلوۃ کے بعد! اولاً ہم حق جل مجدہ کے شکر گذار ہیں کہ اس نے ہمیں تحصیل علم کے لیے منتخب فرمایا اور ماہر فن اساتذہ کی صحبت اور ان سے استفادہ کرنے کا وافر موقع عنایت فرمایا۔ ثانیاً ہم شکر گذار ہیں والدین محترمین اور مشفق و مربی اساتذۂ کرام کے، جنھوں نے ہماری تعلیم وتربیت کے لیے اپنا جان و مال اور اپنی قیمتی صلاحیتوں کو ہمارے اوپر صرف کیا، البتہ پرنور ماحول ہونے کے باوجود ہم تعلیم وتربیت حاصل کرنے میں کوتاہی کرتے رہیں، اللہ تعالی اس کوتاہی کو معاف فرمائے، اور جملہ مربیان کو اپنی شایانِ شان دارین میں بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔

جامعہ ہذا تدریب الافتاء کے سالِ دوم کے ابتدائی سال میں 'احکام الترتیب' کے موضوع پر مقالہ تحریر کرنے کے لیے کہا گیا اور اس موضوع سے متعلق بنیادی موادفراہم کر کے مقالے کی ابتداء کرائی گئی، اور بحمد اللہ اساتذہ کی رہ نمائی اور نگرانی میں اپنے انجام کو پہنچا۔ پھر مدرسہ کی جانب سے اس کی اشاعت کا فیصلہ کیا گیا، مقالہ طویل ہونے کے سبب کچھ نہ کچھ نقص رہ گیا ہوگا، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس نقص کو کمال سے بدل دے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر ہم بانی ومہتمم جامعہ اور اس مقالے کی تیاری میں رہ نمائی فرمانے والے حضراتِ اساتذہ: مفتی فرید احمد کاوی اور مفتی اسجد صاحب دیولوی دامت برکاتہم اور جملہ معاونین کا شکر ادا نہ کریں، جنھوں نے ہر موڑ پر ہماری بہترین رہ نمائی فرمائی۔ اللہ تعالی ان کو دین ودنیا کی کامیابیوں سے نوازے۔

اخیر میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی اس ناقص کاوش کو شرف قبولیت سے نواز کر اخلاص واستقامت کے ساتھ مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

❑ ابرار الحق آنکلاوی/ احمد ہرن گامی، متعلمین تدریب الافتاء، جامعہ جمبوسر

احکام الترتیب

حصۂ اول

مرتب: مفتی ابرارالحق آنکلاوی

متعلم تدریب الافتاء، جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

ترتیب کا معنی

لغۃً ترتیب ہر چیز کو اس کے درجہ میں رکھنے کو کہتے ہیں۔

اور اصطلاح میں : بہت سی چیزوں کو اس طور پر رکھنا کہ وہ ایک مجموعہ بن جائے، اور اجزاء باہم ایک دوسرے سے مقدم ومؤخر ہوں۔

الترتیب بالمثناۃ الفوقانیۃ فی اللغۃ : جعل کل شیء فی مرتبتہ و بعبارۃ أخری وضع کل شیئی فی مرتبتہ.

وفی المصطلح : کما وقع فی شرح الشمسیۃ جعل الأشیاء الکثیرۃ بحیث یطلق علیھا اسم الواحد ویکون لبعضھا نسبۃ الی بعض بالتقدیم والتاخیر . (کشاف : ۵۲۷/۱، سھیل اکیڈمی لاھور)

متعلقہ الفاظ:

(۱) متابعت اور تتابع: یہ تَتَابَعَ کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: تتابعت الأشیاء و الأمطار والامور ، یعنی مختلف چیزیں، بارش اور دیگر امور یکے بعد دیگرے اس طور پر ہوئے کہ ان کا سلسلہ نہیں رکا۔

(۲) موالاۃ: لغۃً متابعت اور پے در پے ہونے کو کہتے ہیں۔

الموالاۃ فی اللغۃ المتابعۃ، یقال : والی بین الأمرین موالاۃً و وِلاءً بالکسر ، تابع بینھما و یقال : أفعل ھذہ الأشیاء علی الوِلاء أن متابعۃ و توالی علیھم شھران : تتابعا، وتطلق الموالاۃ فی اللغۃ علی المناصرۃ .

اصطلاحاً بھی موالاۃ کا یہی معنی مراد ہوتا ہے:

ولایخرج المعنی الاصطلاحی عن المعنی اللغوی ، قال الآبی فی تعریف الموالاۃ بین فرائض الوضوء ،الموالاۃ : عدم التفریق الکثیر بین فرائض الوضوء ویسمی فوراً .

وقال البرکتی : الموالاۃ فی الوضوء ھی غسل الأعضاء علی سبیل التعاقب بحیث لایجف العضو الأول .

(الموسوعة الفقهية : ۳۹-۲۳۷)

فقہاء نے تتابع فی الصوم کی تفسیر یہ کی ہے کہ آدمی روزے کے دنوں میں روزہ نہ چھوڑے،اس لحاظ سے تتابع اور موالات دونوں ہم معنی ہیں،مگر فقہاء 'تتابع' کا استعمال عموماً اعتکاف اور کفارۂ صوم وغیرہ کے لئے کرتے ہیں اور موالات کا استعمال اکثر وضو،تیمّم اور غسل سے طہارت حاصل کرنے کی بحث میں کرتے ہیں۔

(متابعة و تتابع، توالی) قال اللیث : تتابعت الأشیاء والأمطار والأمور، إذا جاء واحد خلف واحد علی أثره (تاج العروس : ۵ /۲۸۸، ماده 'تبع' دار الفکر)

وعلی ذلك، فالتتابع والموالاة متقاربان فی المعنی، إلا أن الفقهاء یستعملون التتابع غالبا فی الاعتکاف وکفارة الصیام و نحوهما، ویستعملون الموالاة غالبا فی الطهارة من الوضوء والتیمم والغسل.وفسر الفقهاء التتابع فی الصیام : بأن لا یفطر المرء أیام الصیام۔ (الموسوعة الفقهية : ۱۱/ ۱۶۳)

ترتیب اور تتابع و موالات میں فرق:

(۱) ترتیب میں اجزاء کے درمیان تقدم وتأخر کا رشتہ ہوتا ہے، جبکہ تتابع وموالات میں یہ بات نہیں ہوتی۔

(۲) تتابع اور موالات میں عدم انقطاع وعدم توقف شرط ہے، تراخی ان کے لیے ضد ہے، جب کہ ترتیب میں یہ شرط نہیں۔

ويختلف الترتيب عن التتابع والموالاة في أن الترتيب يكون لبعض الأجزاء نسبة الى البعض بالتقدم والتأخر، بخلاف التتابع والموالاة.

ومن جهة أخرى فإن التتابع والموالاة يشترط فيهما عدم القطع والتفريق، فيضر هما التراخي بخلاف الترتيب.

(الموسوعة الفقهية : ١٦٣/١١، المنثور للزركشي: ٢٤١/١)

من معاني التتابع في اللغة : الموالاة : يقال تابع فلان بين الصلاة وبين القراءة، إذا والى بينهما، ففعل هذا على أثر هذا بلامهلة بينهما، وتتابعت الأشياء : تبع بعضهابعضا ، وتابع بين الأمور متابعة وتباعا : واتَرَ و وَالىٰ.(لسان العرب : ٢ / ١٤ مادة "تبع"،بيروت)

قواعد ترتیب

ذیل میں کچھ قواعد نقل کئے جاتے ہیں جن سے فقہائے کرام مسائل ترتیب میں استدلال کرتے ہیں:

قاعدہ اول :

القاعدۃ الأولی :الأصل فی القرب إذاکانت کل قربۃ مقصودۃ بنفسھا ألایتعلق جواز فعل إحداھا بفعل الأخری إلابدلیل .

(ھدایہ أولین : ۱۶۱،فتح القدیر : ۵۰۳/۱،البنایۃ شرح الھدایۃ :۵۸۳/۲، العنایۃ شرح الھدایۃ : ۳۸۲/۱،الترتیب فی العبادات : ۸۶/۱)

عبادتوں میں اصل یہ ہے کہ جب کوئی عبادت مقصود بنفسہ ہوتو اس کا جواز دوسری عبادت کرنے پر موقوف نہیں ہوگا، الا یہ کہ کوئی دلیل موجود ہو۔

قاعدہ میں مذکورقید قربۃ مقصودۃ بنفسھا سے وہ عبادات خارج ہوجاتی ہیں جومقصود بنفسہ نہ ہو بلکہ دوسری عبادت کے تابع ہو۔ چنانچہ ایسی عبادات میں ترتیب کاحکم جاری ہوگا۔

اسی طرح إلابدلیل سے مذکوراستثناء بھی ان عبادات کوخارج کرتا ہے جن میں ترتیب پردلیل موجود ہو، ایسی عبادات میں دلیل کے سبب ترتیب کاحکم جاری ہوگا۔

صاحب بدائع علامہ کاسانی نے اسی کے قریب ایک اورقاعدہ ذکرکیا ہے : أن ماجاز أن ینفرد بعضہ عن بعض لم یشترط فیہ الترتیب کالوضوء (مع الصلاۃ) .(بدائع : ۱۳۹/۲، کراچی)

اس قاعدہ سے فقہاء نے مسائل ذیل میں استدلال کیا ہے:

(۱)تنہاسعی بغیرطواف کے درست نہیں۔

(۲)ہرفرض نماز مستقل بنفسہ ہے اس کے باوجوداس کی قضامیں ترتیب واجب ہے، جب کہ فوت شدہ نمازیں قلیل ہو۔ یہ حکم نص سے ثابت ہے، لہٰذا

قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔

(۳) رمی جمراتِ ثلاثہ میں ترتیب مسنون ہے، واجب نہیں؛ دلیل اس کی یہ ہے کہ دسویں ذی الحجہ میں صرف جمرۂ عقبہ کی رمی کی جاتی ہے، اگر ترتیب واجب ہوتی تو تینوں کی رمی کی جاتی؛ مطلب یہ کہ ایک رمی دوسری سے علیحدہ ہوسکتی ہے۔ احکام فقہیہ میں اس کی اور بھی مثالیں ہیں۔

قاعدہ دوم :

القاعدة الثانية: المبدوء بذكره في التلاوة مقدم في الحكم على مابعده .(الترتيب في العبادات: ۹۲/۱)

تلاوتِ قرآن میں جو حکم اولاً مذکور ہو، عمل میں بھی وہ اپنے مابعد سے مقدم رہے گا۔ یہ قاعدہ نبی کریم ﷺ کے فرمان مبارک "ابدؤ و بما بدأالله به" سے ماخوذ ہے۔ (رواہ النسائی: ۲۳۶/۵، المناسک، باب القول بعد رکعتی الطّواف)

اس قاعدہ کی کچھ مثالیں درجِ ذیل ہیں:

(۱) صفا اور مروہ کی سعی کرتے وقت صفا سے ابتدا کرنا شرط ہے، قرآن میں ہے :إن الصفا و المروة من شعائر الله .

(۲) شہری کے لئے عیدالاضحیٰ اور ذبح میں نماز مقدم رہے گی۔ آیت کریمہ میں ہے: فصل لربك وانحر .

قاعدہ سوم :

القاعدة الثالثة : مايلزم ترتيبه اداءً يلزم قضاء.(الترتيب : ۹۲/۱)

ادا میں جہاں ترتیب لازم ہو، ان اعمال کی قضا میں بھی ترتیب لازم ہوگی۔

صاحب مبسوط نے یہ قاعدہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ثم القضاء بصفة الأداء (مبسوط: ١٥٤/١)

اس قاعدہ سے مسئلہ ذیل میں استدلال کیا جاتا ہے:

(۱) فوت شدہ نمازوں میں قضاءً بھی ترتیب ضروری ہے، البتہ فوائت کثیر ہونے کی صورت میں بسبب مشقت وحرج ترتیب کو ساقط کردی گئی ہے۔

(۲) دوسرے یا تیسرے دن کی رمی جمرات چھوٹ جائے تو اسی ترتیب سے قضاء کی جائے گی، یعنی جمرہ اولی، ثانیہ، ثالثہ۔

قاعدہ چہارم:

القاعدة الرابعة: التابع لايتقدم على المتبوع .

(الأشباه لابن نجيم: ٤٠٥/١، مكتبة فقيه الامت ديوبند)

تابع سے مراد وہ عمل ہے جس کو شریعت مستقل معتبر نہ سمجھے، بلکہ اس کا اعتبار دوسرے کے تابع ہو؛ لہٰذا متبوع ترتیب میں تابع سے مقدم رہے گا۔

اس قاعدہ سے مندرجۂ ذیل مسائل میں استدلال کیا جاتا ہے:

(۱) عرفہ میں جمع بین الصلاتین میں عصر کا اعتبار ظہر کے وقت میں ظہر کے تابع ہوکر ہے، لہٰذا عصر کی نماز ظہر سے پہلے پڑھنا درست نہیں ہوگا۔

(۲) وتر کی نماز بقول صاحبین سنن عشاء میں سے ہونے کی وجہ سے عشاء کے بعد ادا کی جائے گی، عشاء سے پہلے پڑھنا درست نہیں ہے۔

(۳) سعی طواف کے تابع ہے لہٰذا طواف سے پہلے درست نہیں ہے۔

(۴) حیوان کی بیع میں جنین (حمل) تابع ہے، تبعاً اس کی بیع درست ہوگی، البتہ مستقلاً اس کی بیع درست نہیں۔

قاعدہ پنجم :

القاعدة الخامسة : القياس أنه إذا اجتمعت عبادتان كبرى و صغرى ، فالسنة تقديم الصغرى على الكبرى منهما.(الترتيب : ٩٦/١)

جب دو عبادتیں (کبری اور صغری) جمع ہو جائیں تو قیاس یہ ہے کہ صغری کو کبری پر مقدم کرنا مسنون ہے۔ جیسے:

(۱) غسل جنابت میں بدن دھونے سے پہلے وضو مقدم کرنا مسنون ہے۔

(۲) میت کو غسل دیتے وقت پورا بدن دھونے سے پہلے مواضع وضو کو دھونا مسنون ہے۔

قاعدہ ششم :

القاعدة السادسة : تقديم الفرض على النفل،

فرض کو نفل پر مقدم رکھا جائے گا۔ شرعی طور پر فرائض نوافل کے مقابلہ میں زیادہ مؤکد ہے، اس لیے فرائض کی تکمیل کی جانب توجہ دینا بہ نسبت نوافل کے مقدم ہوگا۔

عبادت کی دو حالتیں ہیں:

(۱) وقتِ عبادو سیع یعنی گنجائش والا ہو، اس حالت میں فرض کی ادا ئیگی سے پہلے نوافل پڑھنا جائز ہے، اسی طرح فرض اگر قضا ہو گیا ہے تو اس کی قضا سے پہلے

نفل عبادت ادا کرنا بھی جائز ہے۔

جیسے: فرض نماز کے وقت میں وسعت ہو تو فرض سے پہلے نفل نماز پڑھنا، رمضان کے قضا روزوں سے قبل نفل روزے رکھنا۔

(۲) عبادت کا وقت تنگ ہو اور اس میں کسی دوسری عبادت کی گنجائش نہ ہو، ایسی صورت میں فرض کو مقدم کر کے اسی کو ادا کرنا ضروری ہوگا۔

جیسے: فرض نماز کا وقت تنگ ہو تو اس سے پہلے نفل نماز نہ پڑھے۔ ماہِ رمضان میں نفل روزے رکھنا درست نہیں۔

قاعدہ ھفتم:

القاعدة السابعة: تقديم الإنسان نفسه على غيره.

احکام کی بجا آوری میں انسان پر ضروری ہے کہ خود کو دوسروں پر مقدم سمجھے۔ جیسے:

(۱) اگر کسی شخص کے پاس اتنی مقدار میں اناج یا روپیہ موجود ہے جس سے وہ صرف اپنا ہی صدقۂ فطر ادا کر سکتا ہے تو ایسی صورت میں وہ اپنی ذات کو صدقۂ فطر ادا کرنے میں مقدم رکھے گا، دیگر جن حضرات کا صدقہ فطر اس پر واجب ہو ان کی طرف سے ادا نہ کرے گا۔

(۲) اگر کسی نے خود کا حج فرض نہ کیا ہو وہ دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنے سے پہلے اپنا حج ادا کرے۔ حج فرض ہونے کے باوجود حج بدل کرنا مکروہِ تحریمی ہے، ورنہ مکروہِ تنزیہی۔ (درمع الشامی: ۴/۲۱، فتاوی دارالعلوم، فتاوی رحیمیہ وغیرہ)

(۳) حاجی اپنی رمی جمرات کو مقدم رکھے گا، اپنے مؤکل کی جانب سے رمی کرنے کے مقابلہ میں۔

قاعدہ ہشتم :

القاعدة الثامنة : تقديم الرجل ثم الصبى ثم المرأة.

پہلے مرد، پھر صبی مذکر اور پھر عورت۔ جیسے:

(۱) با جماعت پڑھی جانے والی نماز میں صفوں کی ترتیب اس طرح رہے گی امام کے پیچھے پہلے مرد پھر بچے پھر عورتیں۔

(۲) مختلف الجنس جنائز کی نماز میں مرد کو امام کے قریب رکھا جائے گا پھر بچے کو پھر عورت کو۔

(۳) ایک قبر میں بہت سارے جنازوں کو دفن کرتے وقت بھی ترتیب اس طرح رہے گی، پہلے مرد پھر بچے پھر عورتیں۔

اجمالی حکم:

ترتیب اشیاء مختلفہ کے درمیان ہوتی ہے، مثلاً اعضاءِ وضوء اور جمرات ثلاثہ میں؛ البتہ اگر محل ایک ہو اور اسم میں تعدد نہ ہو تو ترتیب کا کوئی مطلب نہیں رہے گا، یہی وجہ ہے کہ غسل میں ترتیب واجب نہیں ہے، اس لئے کہ وہ ایک ایسا فرض ہے جو پورے بدن کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے اس میں تمام اعضاء برابر ہیں، اسی طرح ایک رکوع اور ایک سجدہ میں بھی ترتیب کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن اگر رکوع اور سجدہ دونوں جمع ہو جائیں تو ترتیب کا اثر ظاہر ہوگا۔

الحكم الاجمالى : الترتيب إنما يكون بين أشياء مختلفة كالأعضاء فى الوضوء، والجمرات الثلاث، فإن اتحد المحل ولم يتعدد فلا معنى للترتيب كما يقول الزركشى، ومن ثم لم يجب الترتيب فى الغسل، لأنه فرض يتعلق بجميع البدن، تستوى فيه الأعضاء كلها وكذلك الركوع الواحد والسجود الواحد لايظهر فيه أثر الترتيب، فإذا اجتمع الركوع والسجود ظهر أثره.

(الموسوعة الفقهية : ١٦٣/١١)

كتاب الطهارة

ولوغ کلب سے ناپاک برتن کی تطہیر میں پانی اور مٹی میں ترتیب

فقہاء احناف کے نزدیک کتاّ جب کسی برتن میں منہ لگا دے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے؛ البتہ اس کو سات مرتبہ دھونا اور مٹی سے مانجھنا مستحب ہے، لیکن پانی اور مٹی کو استعمال کرنے میں ترتیب ضروری نہیں اختیاری ہے، چاہے تو پہلے مٹی استعمال کر کے پھر پانی استعمال کرے اور چاہے تو اس کے برعکس طریقہ اختیار کرے۔

عن عطاء عن أبى هريرة رضى الله عنه أنه كان إذا ولغ الكلب فى الإناء أهراقه وغسله ثلاث مرات، رواه الدار قطنى وآخرون واسناده صحيح.

وعنه عن أبى هريرة ؓ قال إذا ولغ الكلب فى الإناء فاهرقه ثم

اغسله ثلاث مرات ،رواه الدار قطنی والطحاوی واسناده صحیح.

(آثارالسنن :٢٦،المكتبة المدنية ديوبند)

قال مالك والشافعی وأحمد : يغسل الإناء من ولوغ الكلب سبع مرات

وقال أبو حنيفة : يجب ثلاث مرات، فيطهر عندنا بالثلاث، وأما السبع فإنا نحمل على النسخ او الاستحباب۔ كذا صرح به الشيخ فخرالدين الزيلعی فی شرح الكنز وأما الترتيب والتعفير فقال به الشافعی وأحمد..... وأبو حنيفة ومالك لم يقولا بوجوب الترتيب.

(معارف السنن :١/ ٣٢٣، زيلعی :١/١٠٥،زكريا)

قوله :(أنه تغسل ثلاثا ألخ) وماذاك إلا لنجاسته ويندب عندنا التسبيع وكون إحدا هن بالتراب. (طحطاوی علی مراقی: ٣/ دار الكتاب)

پتھر اور پانی سے استنجاء کرنے میں ترتیب

جب استنجاء کرنے میں پتھر اور پانی دونوں جمع کرے تو ایسی صورت میں پہلے پتھر سے استنجاء کرے اور اس کے بعد پانی سے استنجاء کرے۔ صاحب بدائع الصنائع علامہ کاسانیؒ اس کو سنن میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومنها : الاستنجاء بالماء، لماروی عن جماعة من الصحابة منهم : علی ومعاوية وابن عمر وحذيفة بن اليمان رضی الله عنهم انهم كانوا يستنجون بالماء بعد الاستنجاء بالأحجار حتی قال ابن عمر فعلناه فوجدناه دواءً وطهورا۔

وعن الحسن البصری :أنه كان يأمر الناس بالاستنجاء بالماء بعد الاستنجاء بالأحجار، و يقول ' إن من كان قبلكم كان يبعر بعرا، وأنتم تثلطون ثلطا فاتبعوا الحجارة الماء، وهو كان من الآداب فى عصر رسول الله ﷺ

ولما نزل قوله تعالى 'فيه رجال يحبون أن يتطهروا والله يحب المتطهرين' فى أهل قباء سألهم رسول الله ﷺ عن شأنهم فقالوا : إنا نتبع الحجارة الماء ، ثم صار بعد عصره من السنن بإجماع الصحابة كالتراويح.(بدائع الصنائع : ١٠٩/١، مكتبه زكريا)

لیکن صاحب مبسوط اور ہدایہ نے اس کو آداب میں سے بیان کیا ہے۔

ولأن الاستنجاء بالماء بعد الإنقاء بالحجر ليس من السنن الراتبة، وكان الحسن البصریؒ يقول إن هذا شيىء أحدث بعد انقضاء عصر الصحابةؓ وربما قال هوطهور النساء والمذهب أنه ليس من السنن الراتبة بل لاكتساب زياده الفضيلة جاء فى الحديث أنه لما نزل قوله تعالى فيه رجال يحبون أن يتطهروا قال عليه الصلاة والسلام لأهل قباء ماهذه الطهرة التى خصصتم بها فقالوا إناكنا نتبع الأحجار الماء فقال هو ذاك۔(المبسوط للسرخسی: ٩/١)

فصل فى الاستنجاء : الاستنجاء سنة لأن النبى ﷺ واظب عليه ويجوز فيه الحجر وماقام مقامه....... وغسله بالماء أفضل لقوله تعالى فيه رجال يحبون أن يتطهروا وأنزلت فى اقوام كانوا يتبعون

الحجارة الماء ثم هو أدب .

قال محشيها : قوله (ثم هو أدب) أى الغسل بالماء بعد المسح بالأحجار. (هدايه اولين : ٧٥،٧٤، حاشيه نمبر (٤) ، مكتبه بلال)

صاحب درمختار نے پہلے پتھر سے اس کے بعد پانی سے استنجاء کرنے کو مسنون فرما کر اس قول کے مفتی بہ ہونے کی صراحت فرمائی ہے، اسی طرح علامہ شامی نے بھی سنت والے قول کو اختیار کرتے ہوئے امداد سے اسی قول کے مفتی بہ ہونے کی صراحت فرمائی ہے۔

(والغسل) بالماء ...(بعده) أى الحجر... (سنة) مطلقا، به يفتى، سراج

وفى الشامية: قوله (سنة مطلقا) أى فى زماننا وزمان الصحابة لقوله تعالى: فيه رجال يحبون أن يتتطهروا والله يحب المطهرين [التوبة:١٠٨] ....فكان الجمع سنة على الاطلاق فى كل زمان وهو الصحيح وعليه الفتوى ،وقيل ذلك فى زماننا لأنهم كانوا يبعرون اهـ. امداد. (ردالمحتا رعلى الدر: ٥٤٩/١، ٥٥٠، زكريا)

پانی ناکافی ہو تو کپڑے اور بدن کی تطہیر میں ترتیب:

ایک شخص محدث ہے اور اس کے بدن پر جو کپڑے ہیں اس پر نجاست لگی ہے اور اس کے پاس فقط اتنا پانی ہے جو دونوں میں سے کسی ایک کے لئے کافی ہو سکتا ہے، ایسی صورت میں پہلے کپڑوں کی نجاست پانی کے ذریعہ دور کرنا اس کے بعد حدث کے لئے تیمّم کرنا ضروری ہے، اگر پہلے تیمّم کیا بعد میں کپڑے پانی سے

دھوئے تو تیمّم درست نہیں ہوگا۔

مسافر محدث على ثوبه نجاسة أكثر من قدر الدرهم و معه ماء يكفى لأحدهما غسل به الثوب و يتيمم للحدث عند عامة العلماء، و يجب أن يغسل ثوبه من النجاسة ثم يتيمم، ولو بدأ بالتيمم لا يجزيه و تلزمه الإعادة لانه قدرعلى ماء . (بدائع: ۱/۱۸۹، زکریا)

ولو أزال بذلك الماء الحدث و بقى الثوب نجسا لكان قد ترك الطهارة الحقيقية مع قدرته عليها بغير عذر فيكون آثما لكن تصح صلوته لثبوت العجز بعد نفاذ الماء باستعماله فى الحكمية (حلبى : ٨٦)

الترتيب فى الطهارة من الأحداث

وضو میں ترتیب کی تین قسمیں:

وضو میں ترتیب تین طرح کی ہیں:

(۱) اس طرح وضو کرنا، جس طرح باری تعالی نے کلام پاک میں بیان فرمایا ہے۔

(۲) ہر عضو میں ابتداء بالیمین کرنا۔

(۳) ہاتھ اور پیروں کو دھونے میں مستحب یہ ہے کہ انگلیوں کے سروں سے ابتداء کرے اور ہاتھ کی کہنیوں اور پیر کے ٹخنوں پر دھونے کو ختم کرے۔

ترتيب الوضوء ثلاثة : أحدها أن يبدأ بما بدأ الله تعالى فى كتابه ، والثانى أن يبدأ بالميامن فإنه فضيلة ، والثالث يستحب أن يبدأ فى

غسل الیدین و الرجلین من رؤوس الأصابع و ینتهی فیه إلی المرافق والکعبین .   (الفتاوی التتارخانیة : ۱/ ۲۲۱)

ارکان وضو میں ترتیب:

وضو کے ارکانِ اربعہ میں ترتیب کی رعایت کرنا مسنون ہے اس طور پر کہ پہلے چہرہ دھوئے پھر دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت پھر سر کا ایک مرتبہ مسح کرے اور اس کے بعد دونوں پیر ٹخنوں سمیت دھوئے۔ اگر مذکور ترتیب کا لحاظ نہ کرتے ہوئے کیف ما اتفق کسی بھی عضو کو پہلے دھولیا اور وضو کیا تو احناف کے نزدیک اس شخص کا وضو ہو جائے گا۔

ومنها : الترتیب فی الوضوء لأن النبی ﷺ واظب علیه، وموا ظبته علیه دلیل السنة وهذا عندنا .   (بدائع : ۱/۱۱۲، زکریا)

مضمضہ اور استنشاق میں ترتیب:

پہلے مضمضہ کرے اور اس کے بعد استنشاق کرے اور یہ سنت ہے۔ یعنی پہلے کلی کرنا اور اس کے بعد ناک میں پانی ڈالنا مسنون ہے۔

ومنها: الترتیب فی المضمضة والاستنشاق وهو تقدیم المضمضة علی الاستنشاق لأن النبی ﷺ کان یواظب علی التقدیم.

(بدائع الصنائع: ۱/۱۱۱، زکریا)

یمین و یسار میں ترتیب:

اعضاء کو دھونے میں یمین سے ابتداء کرے اور اس کے بعد یسار سے۔

وضو میں تیامن مستحب ہے یا سنت؟

(۱) بعض فقہاء نے وضو میں تیامن کو مستحب لکھا ہے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

ویستحب للمتوضئ أن ینوی الطهارة.... قال ویرتب الوضوء فیبدأبما بدأ الله تعالی بذکره و بالمیامن، فالترتیب فی الوضوء سنة عندنا.... والبداءة بالمیامن فضیلة، لقوله علیه السلام : إن الله تعالی یحب التیامن فی کل شیئ حتی التنعل والترجل .

(هدایه: ۱/ ۳۰،۳۲،۳۳، پاکستان)

مجمع الانہر میں ہے:

ومستحبه التیامن : وفی مجمع الأنهر :(ومستحبه) أی الوضوء (التیامن)........ فإن قلت قد واظب النبی ﷺ علی التیامن فکان حقه أن یکون من السنن، قلت إنما واظب علیه علی سبیل العادة، والمعتبر فی السنیة المواظبة علی سبیل العبادة.

(مجمع الأنهر: ۲۹/۱ ،غفاریه)

درمختار میں ہے:

وفی الدر: و(مستحبه) ویسمی مندوباوأدبا وفضیلة وهو مافعله علیه الصلاة والسلام مرة وترکه أخری وما أحبه السلف(التیامن)فی الیدین والرجلین.

وفی الطحطاوی : قوله :(التیامن) هولغة الذات الیمین کما فی القاموس والمراد البداءة بالمیامن لما فی الکتب الستة کان علیه

السلام یحب التیامن فی کل شیئ حتی فی طهوره وتنعله وترجله.

(طحطاوی علی الدر: ۱/۷۳،۷٤ مکتبة الاتحاد)

تبیین میں ہے:

(ومستحبه التیامن) لحدیث عائشة رضی الله عنها أن النبی ﷺ: کان یحب التیامن فی شأنه کله حتی فی تنعله وترجله وطهوره'.

(تبیین الحقائق: ۱/٤۲، زکریا)

فتاوی ہندیہ میں ہے:

الفصل الثالث فی المستحبات..... (الأول: التیامن) وهو أن یبدأ بالیدی الیمنی قبل الیسری وبالرجل الیمنی قبل الیسری وهو فضیلة علی الصحیح۔(هندیه: ۱/ ۱۲، بیروت)

نہر الفائق میں ہے:

(ومستحبه التیامن) أی البدأة بالیمین فی المغسول من أعضاء الوضوء قید به غیرواحد احترازا عن الممسوح کالأذنین..... وإنما ندب لما فی الکتب الستة کان علیه الصلاة والسلام 'یحب التیامن فی کل شیئ حتی فی طهوره وتنعله وترجله وشأنه کله' بناء علی أن المحبوبیة لاتستلزم المواظبة، إذ کل المندوبات محبوبة له علیه الصلاة السلام، ومعلوم أنه لم یواظب علیها لکن فی أبی داؤد: "إذا تؤضأتم فابدؤو بمیامنکم" وقد صرح غیر واحد أن کل وضوئه علیه الصلاة والسلام بتقدیم الیمنی علی الیسری وذلك یفید المواظبه فالحق أنه سنة کذافی الفتح لکن قدمنا أنها إنما تفید السنیة اذا

كانت على وجه العبادة لاعلى العادة كما هنا؛ سلمنا أن المواظبة هنا كانت على وجه العبادة، لكن عدم الاختصاص ينافيها ولوعلى سبيل العبادة كما قاله بعض المتأخرين.

(النهر الفائق: ٤٨/١، دار الايمان/ البحر الرائق : ٥٥/١، ٥٦ زكريا)

ان سب عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ 'تیامن' نبی کریم ﷺ نے پسند فرماتے ہوئے اس پر مواظبت فرمائی ہے مگر محبوبیت سنیت کی دلیل نہیں، اور مواظبت بھی علی سبیل العادۃ تھی، جو سنت کے اثبات کے لیے کافی نہیں۔

(۲) دیگر فقہاء کرام نے وضوء میں تیامن کا مسنون ہونا تحریر فرمایا ہے۔

الفقہ الحنفی میں ہے:

وسنن الوضوء هى: الابتداء بالنية..... والتيامن فى غسل اليدين والرجلين ، فعن عائشة رضى الله عنها قالت : كان النبى ﷺ يعجبه التيمن فى تنعله وترجله و طهوره فى شأنه كله، وعن أبى هريرة رض مرفوعا : إذا توضأتم فابدأوا بميامنكم.(الفقه الحنفى : ١/ ٧٩ ، دار القلم)

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:

الكافى :ومستحبه التيامن وفى التحفة:البداية بالميامن سنة .... ومن السنة عند غسل الرجلين أن يأخذ الإناء بيمينه ويصبه على مقدم رجله الأيمن ويدلكه بيساره فيغسلها ثلاثا،ثم يفيض الماء على مقدم رجله الايسر ويدلكه بيساره.

(الفتاوى التاترخانية : ٢٢٦/١، ٢٢٧، المحيط البرهانى:١٧٧/١)

الفقہ الاسلامی وأدلتہ میں ہے:

البـدائة بـالـميـامـن فـى غسل اليدين والرجلين : واعتبره المالكية من الـفـضـائـل ودليـل السـنية حديث عائشة قالت: كان رسول الله ﷺ يـحـب التيـامـن فـى تنعله وترجله وطهوره وفى شانه كله، وهو دليل عـلـى مشـروعية الابتداء باليمين فى لبس النعال وفى ترجيل الشعر (أى تسـريـحـه) وفـى الطهور، فيبدأ بيده اليمنى قبل اليسرى، والتيامن سـنة فـى جميع الأشياء، ويؤيده حديث أبى هريرة أن النبى ﷺ قال : إذا لبستم، وإذا توضأتم فابدؤوا بأيامنكم.

(الفقه الاسلامى وأدلته : ١ / ٣٤٦)

بدائع الصنائع میں ہے:

ومنها: البداية باليمين فى غسل اليدين والرجلين، لأن رسول الله ﷺ كـان يـواظـب عـلـى ذلك وهـى سـنة فى الوضوء وفى غيره من الأعـمـال، لـمـا روى" أن الـنبى ﷺ كان يحب التيامن فى كل شيئ حتى التنعل والترجل. (بدائع الصنائع : ١/ ١١٣، زكريا)

فتح القدیر میں ہے:

قـولـه (والبـداء ة بالميامن فضيلة أى مستحب، ثم استدل عليه بـقـولـه ﷺ " ان الـلـه يـحـب التيامن فى كل شيئ وهو معنى ماروى الستة عن عائشة : كان النبى ﷺ يحب التيامن فى كل شيئ حتى فى طهـوره وتـنـعـلـه وتـرجـلـه و شـأنـه كـله وهوبناء على عدم استلزام الـمحبوبية المواظبة، لأن جميع المستحبات محبوبة له ﷺ، ومعلوم

أنـه لـم يـواظـب عـلـى كـلـها وإلا لـم تكن مستحبة بل مسنونة، لكن أخـرج ابـو داؤد و ابـن مـاجه عنه ﷺ ' إذا توضأتم فابدؤا بميامنكم، وأخـرجـه ابن خزيمة وابن حبان فى صحيحهما قال فى الإمام : وهو جـديـربـأن يـصـحـح، وغير واحد ممن حكى۔ وضوئه ﷺ صرحوا بتقديم اليمنى على اليسرى من اليدين والرجلين وذلك يفيد المواظبة، لأنهـم انـمـا يـحـكـون وضـوئـه الـذى هـودأبه وعادته فيكون سنة.
(فتح القدير: ۱/ ۳٦، زكريا)

امدادالفتاح شرح نورالایضاح میں ہے:

(و) يسـن (البـداءـة بالميامن) ..... أى : البداء ة باليمين فى غسـل اليـديـن والـرجـليـن سـنة لا فى باقى الأعضاء لقوله ﷺ :" إذا تـوضـأتـم فـابدؤوا بميامنكم" ولأنه ﷺ كان يحب التيامن فى كل شيـئ حتـى فـى طهوره وتنعله وترجله و شأنه كله........ ولأن من حـكـى وضـوء ه ﷺ صـرحوا بتقديم اليمنى على اليسرى من اليدين والـرجـلين، وذلك يفيد المواظبة، لأنهـم إنما يحكون وضوء ه، الذى هو دأبه وعادته، فيكون سنة. (امداد الفتاح شرح نور الايضاح :٧٤، الاتحاد)

مراقی الفلاح میں ہے:

(و) يسـن (البـدا ءـة بـالـمـيـامـن)جمع ميمنة خلاف الميسرة فى اليدين والرجلين لقوله ﷺ : إذا توضأتم فابدؤا بميامنكم' وصرف الأمر عن الوجوب بالإجماع على استحبابه لشرف اليمنى.

(طحطاوى على مراقى الفلاح: ٧٤، دار الكتاب)

علامہ شرنبلالیؒ نے نور الایضاح میں، امداد الفتاح میں تیامن کو سنت قرار دیا ہے، البتہ مراقی الفلاح میں مذکور عبارت ’صرف الأمر عن الوجوب بالإجماع علی استحبابه لشرف الیمنی‘ استحباب پر دلالت کرتی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ استحباب یہاں وجوب کے مقابلہ میں ہے یعنی سنت کے معنی میں ہی ہے۔

تیامن کی سنیت یا استحباب کے متعلق علامہ شامی کی تحقیق

علامہ شامیؒ نے صاحب درمختار کے قول ”ومستحبہ التیامن“ کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے کہ صاحب فتح القدیر نے ابتداء بالتیامن کو سنت میں ذکر کیا ہے اور اس کا مسنون ہونا محقق کیا ہے اور علت یہ بیان کی ہے کہ آپ ﷺ کے طریقۂ وضوء بیان کرنے والے حضرات صحابہ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ آپ ﷺ نے وضوء میں ہمیشہ تیامن سے ابتداء کی ہے جس سے مواظبت ثابت ہوتی ہے اور مواظبت سے سنیت ثابت ہوتی ہے استحباب نہیں؛ اس لئے ابتداء بالتیامن مسنون ہوگا۔

پھر اس پر علامہ شامی نے صاحب نہر کا قائم کردہ اعتراض اور جواب تحریر فرمایا ہے کہ مواظبت اس وقت سنیت کا فائدہ دیگی جبکہ مواظبت علی وجہ العبادت ہو نہ کہ علی وجہ العادۃ، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ وضو میں تو ابتداء بالتیامن علی وجہ العبادت ہی ہے نہ کہ علی وجہ العادۃ، اس کا جواب صاحب نہر نے یہ دیا ہے کہ ”ہمیں تسلیم ہے کہ یہاں وضو میں علی وجہ العبادت ہے جس سے سنیت ثابت ہوسکتی

ہے؛لیکن ابتداء بالیمین کا وضو کے ساتھ مخصوص نہ ہونا، اس کے سنیت کے ثبوت کے منافی ہے، جیسا کہ حدیث کے الفاظ ’’وشأ نہ کلہ‘‘ سے واضح ہوتا ہے کہ صرف وضو میں ہی یمین سے ابتداء نہیں کرتے تھے بلکہ ہر امور میں یمین سے ابتداء کرتے تھے جب یہ وضو کے ساتھ خاص نہ رہا تو سنیت بھی ثابت نہیں ہوگی۔

علامہ شامیؒ صاحب نہر کے اس کلام پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ’’اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ نیت اور مسواک بھی تو وضو کے ساتھ مخصوص نہیں ہے آپ ﷺ دیگر امور میں بھی نیت کرتے تھے، وضو کے علاوہ میں بھی مسواک کرتے تھے، تو یہ دونوں بھی وضو کے ساتھ مخصوص نہیں ہوئے ایسی صورت میں یہ دونوں وضو کی سنن میں سے نہیں، بلکہ مستحبات میں سے ہونے چاہئے حالانکہ تمام فقہاء نے ان دونوں کو سنن میں تحریر فرمایا ہے، اس لئے ابتداء بالتیامن بھی سنن میں سے ہونا چاہئے۔

وفی الدر : (ومستحبه.... التيامن) فی اليدين والرجلين وفی رد المحتار : قوله :(التيامن) أی البداء ة باليمين، لمافی الكتب الستة كان عليه الصلاة والسلام يحب التيامن فی كل شيئ حتى فی طهوره وتنعله و ترجله وشأنه كله..... وحقق فی الفتح أنه سنة لثبوت المواظبة، قال فی النهر لكن قدمنا أنها تفيد السنية إذا كانت على وجه العبادة لاالعادة سلمنا انها هنا كانت على وجه العبادة، لكن عدم الاختصاص ينافيها كما قاله بعض المتأخرين اه أی عدم اختصاصها بالوضوء المستفاد من قوله ’ وشأنه كله‘‘ ينافی كونه سنة

لـه، ولـو كـانـت عـلـى و جه العبادة فيكون مندوبا فيه كما فى التنعل والترجل.

قـلـت : يرد عليه المواظبة على النية والسواك بلا اختصاص بالوضوء مع أنها سننه ، تأمل. (رد المحتار على الدر : ۲٤٧/١ ، زكريا)

وكذا فى منحة الخالق حاشية بحر الرائق :

قـوله : (ومواظبة النبى ﷺ على التيامن كانت من قبيل الثانى) أى الـعـادة ، قال فى النهر : سلمنا أن المواظبة كانت على وجه العادة لـكـن عـدم الاختـصـاص ينافيها ولو على سبيل العبادة كماقاله بعض المتأخرين اه أى عدم اختصاص التيامن بالوضوء ينافى كونه من سننه وإنـمـا يـنـدب له كما يندب لغيره كا لتنعل والترجل ، قلت يرد عليه عـدم اختـصـاص السواك والنية به مع انه عليه الصلاة والسلام واظب عليهما وهما من سنن الوضوء. تأمل

(منحة الخالق على البحر الرائق : ١/ ٥٥،٥٦ ، زكريا)

خلاصۂ بحث:

اصول: آپ ﷺ کے امور عادیہ میں شمار ہونے والے اعمال مثلاً، تیامن، تنعل، ترجل وغیرہ؛ اگر عبادت میں آ جائیں، جیسے وضو میں تیامن؛ تو اس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ مسنون ہو جبکہ امور عادیہ کا تقاضہ ہے کہ وہ مستحب ہو؛ البتہ ان امور عادیہ کے عبادت میں آ جانے سے عبادت کا پہلو غالب سمجھا جائے گا اور ان کو بھی سنت میں شمار کیا جائے گا جیسا کہ مسواک اور نیت میں یہی پہلو غالب ہے اور تمام

فقہاء نے اس کو سنن میں ذکر فرمایا ہے؛ حالانکہ یہ دونوں بھی امور عادیہ میں سے ہیں اس لئے فقہاء کی عبارات اور علامہ شامی کی وضاحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے، تیامن کا مسنون ہونا راجح معلوم ہوتا ہے۔ اور جن امور میں عبادت کا پہلو نہیں، صرف عادت کا پہلو ہے، جیسے تنعل اور ترجل تو ان میں تیامن مستحب رہے گا۔

تخلیل اصابع میں ترتیب:

پیروں کی انگلیوں میں خلال کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلی کے ذریعہ داہنے پیر کی چھنگلی سے ابتداء کرے اور بائیں پیر کی خنصر (چھنگلی) پر ختم کرے۔

صاحب فتح القدیر علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ اس ترتیب سے خلال کرنا امر اتفاقی ہے، سنت مقصودہ نہیں ہے، اس پر علامہ شرنبلالیؒ فرماتے ہیں ''لہٰذا تخلیل اصابع کی سنیت کے ساتھ یہ ترتیب سنت نہ ہوگی۔''

لیکن علامہ شامیؒ نے حلیہ شرح منیہ کے حوالے سے اس ترتیب سے خلال کرنے کو امام شافعی سے مستحب ہونا نقل کیا ہے، اور حلبی کبیری میں بائیں ہاتھ کی خنصر سے خلال کرنا مستحبات میں سے ذکر کیا ہے۔

وفی فتح القدیر: (وتخلیل الأصابع) صفته فی الرجلین أن یخلل بخنصر یده الیسری خنصر رجله الیمنی، ویختم بخنصر رجله الیسری فی القنیة، کذا ورد واللہ أعلم، ومثله فیما یظهر أمر اتفاقی لاسنة مقصودة ۔(۳۱/۱ زکریا)

وفـی امداد الفتاح : و کیفیة تخلیل الأصابع الیدین..... وصفته فی الرجلین : أن یخلل بخنصر یده الیسری خنصر رجله الیمنی ابتداء، ویـختم بخنصر رجله الیسری، کذا ورد، قال الکمال : والله أعلم أنه أمراتفاقی، لاسنة مقصودة، فلا تختص سنة التخلیل بهذه الکیفیة۔

(امداح الفتاح: ۷۱ مکتبه الاتحاد)

وفـی رد الـمـحتـار : وتعقب فی الفتح وورد هذه الکیفیة بقوله : واللّٰه أعـلـم بـه ومثـله فیما یظهر أمر اتفاقی لاسنة مقصودة، قال تلمیذه ابن أمیـر حـاج الـحـلبـی فی الحلیة شرح المنیة : لکن الذی فی سنن ابن ماجه عن المستورد بن شداد قال : رأیت رسول الله ﷺ توضأ فخلل أصابع رجلیه بخنصره .....ثم نقل ندب هذه الکیفیة عن الشافعی.

(رد المحتار علی الدر: ۲۳۹/۱، زکریا)

(و) مـن الآداب (أن یـخلل أصابعه) أی أصابع رجلیه (بخنصر یـده الیسـری) ویبـدأ مـن خـنصر رجله الیمنی إلی إبهامها ومن إبهام رجـلـه الیسـری إلـی خـنـصـرها علی الترتیب لأنه المبتدء ة بالمیامن وخنصر الیمنی أیمن الأصابع فی الیدین والرجلین الخ

(حلبی کبیری : ۳٤ ،پاکستان، ۳۰ ،دار الکتاب دیوبند)

خلاصہ: نفس ترتیب یعنی داہنے پیر کی خنصر سے ابتداء کر کے بائیں پیر کی خنصر پر اختتام کرنا تو امر اتفاقی ہے؛ البتہ نفس خنصر سے خلال کرنا یہ امر مندوب ہے حدیث سے ثابت ہونے کی وجہ سے۔

وضواورغسل جنابت کی تکمیل میں ترتیب:

پانی کم ہونے کے سبب غسل جنابت میں بدن کا کچھ حصہ خشک رہ گیا تو اب یہ شخص غسل جنابت سے طہارت کے لیے تیمّم کرے گا۔پھر تیمّم کرنے کے بعد اس کو حدث لاحق ہوا،اس کے بعد پانی میسر ہوا؛تو اس کی دوصورتیں ہوسکتی ہیں:

(الف) حدث اصغر کا تیمّم کرنے کے بعد پانی میسر ہوا ہوتو اس کا حکم درج ذیل پانچ صورتوں کے مطابق ہوگا:

(۱)اگر پانی دونوں میں کسی حدث کے لیے کافی نہ ہوتو دونوں تیمّم باقی رہیں گےاور یہ پانی خشک حصہ پر استعمال کر کےاس قدر جنابت کم کردے۔

(۲)اوراگر یہ پانی خشک حصہ اور وضو؛دونوں کے لیے کافی ہےتو دونون تیمّم باطل ہوگئے،لہٰذا خشک حصہ دھوکرغسل مکمل کرےاور وضوبھی کرے۔

(۳) پانی اس قدر ہے کہ غسل جنابت میں خشک رہ گئے حصہ کو دھونے کے لیے ہی کافی ہے،وضو کے لیے کافی نہیں تو اس پانی سے خشک حصہ ہی دھوئے گا،اور حدث اصغر کے لیے تیمّم کرے گا۔

(۴) پانی وضو کے لیے ہی کافی ہے،خشک حصہ دھونے کے لیے کافی نہیں، اس صورت میں وضوہی کرے گا،اوراس قدرکم پانی پانے سے غسل کا تیمّم باطل نہ ہوگا۔

(۵)پانی اس قدر ہے کہ وضواور خشک حصہ؛ دونوں میں سے کسی ایک کے لیے کافی ہے،تو اس پانی سے اولاً بدن کا خشک حصہ دھوئے گا۔ایسے شخص پر ضروری

ہے کہ اولاً خشک حصہ دھوئے، تا کہ حدث اغلظ سے طہارت ہو جائے، اور پھر وضو کا تیمّم کرے گا۔

پہلے خشک حصہ دھونا امام محمد کے نزدیک اولی ہے، یعنی اس پانی سے وضو بھی کرسکتا ہے، پس اگر خشک حصہ دھونے سے پہلے وہ تیمّم کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا، کیوں کہ وضو کے بقدر پانی پر قادر ہے، چنانچہ اگر وضو کرلیا تو وضو درست ہو جائے گا اور غسل کا تیمّم دوبارہ کرنا پڑے گا۔

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ پانی خشک حصہ دھونے میں استعمال کرنا واجب ہے، یعنی وضو کے حق میں یہ پانی معدوم سمجھا جائے گا، چنانچہ خشک حصہ دھونے سے قبل ہی اگر وضو کا تیمّم کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔ پس اگر اس نے وضو کر لیا تو وضو ہو جائے گا اور غسل کا تیمّم دوبارہ کرنا ہوگا۔

جنب اغتسل وبقيت على بدنه لمعة وليس معه ماء يغسلها به يتيمم للمعة لأن الجنابة باقية لعدم التجزى وليس عنده ماء فيتيمم وإن وجد ماء بعد ما تيمم و بعد ما أحدث يغسل اللمعة ويتيمم للحدث إذا كان الماء يكفى للمعة ولايكفى للوضوء لأنه كالمعدوم ... وإن كان الماء يكفى للوضوء ولا يكفى للمعة يتوضأ به ولا ينتقض تيمم الجنابة ... (وإن كان الماء يكفى لأحدهما) إما للوضوء وإما للمعة (على) سبيل (الانفراد) ولايكفى لهما معا (فإنه يغسل اللمعة) لأنها أغلظ الحدثين وأغلظ الحدثين أهم (ويتيمم) لأجل الحدث (و) يجب (عليه ان يبدأبغسل اللمعة) ليصيرعادما

للماء في حق الحدث ولا يجوز تيممه للحدث قبله عند محمد رحمه الله لأن صرف ذلك الماء إلى اللمعة دون الحدث ليس بواجب عنده بل على سبيل الأولوية فوجوده يمنع التيمم للحدث وعند أبي يوسف صرفه إلى اللمعة واجب فهو كالمعدوم بالنسبة إلى الحدث فيجوز التيمم له قبل غسل اللمعة

(ب) اور اگر حدث اصغر کا تیمّم کرے اس سے قبل پانی میسر آ گیا تو اس کی بھی وہی ممکنہ پانچ صورتیں ہوں گی اور احکام بھی اسی طرح ہوں گے۔

(حلبی کبیری: ۸۶، پاکستانی/شامی ۳: ۴۲۷-۴۲۸)

طعام و حاجت سے فراغ اور نماز میں ترتیب

اگر کسی شخص کو نماز شروع کرنے سے پہلے پیشاب، پاخانہ یا خروجِ ریح کا تقاضہ ہو تو پہلے ان تمام سے فارغ ہو جائے اس کے بعد نماز شروع کرے، اگر ان میں سے کسی کے تقاضہ کے باوجود نماز شروع کی تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

اسی طرح اگر کسی کو نماز شروع کرنے کے بعد عین حالت نماز میں ان چیزوں کا تقاضہ ہو تو اس کو چاہئے کہ نماز توڑ دے اور ان ضرورتوں سے فارغ ہو کر اطمینان سے نماز ادا کرے۔ خواہ وہ نفل نماز ہو یا فرض، تنہا پڑھتا ہو یا جماعت سے، جماعت ملنے کی امید ہو یا نہ ہو۔ اگر تقاضے کو زبردستی روک کر نماز پڑھے گا تو گنہگار ہوگا، ہاں اگر فواتِ وقت کا خوف ہو تو نہ توڑے بلکہ اسی حالت میں نماز مکمل کر لے۔ (کتاب النوازل: ۴/۱۲۰، کتاب المسائل: ۱/۳۴۳، مسائل نماز: ۱۷۴)

عـن عائشة رضی الله عنها قالت : إنی سمعت رسول الله ﷺ يقول : لا صلاة بحضرة طعام ولا وهو يدافعه الأخبثان.

(صـحيح مسلم : ٣٩٣/١ ،رقم : ٥٦٠ فی المساجد، ابوداؤد: ٢٢/١ ، رقم :٨٩، فی الطهارة، مسند احمد : ٢٧٨،٢٤٧/١٧، مسند عائشة حديث : ٢٤٠٤٨، القاهره)

و كره صلاته مع مدافعة الأخبثين او إحداهما.

وفـی الشـامية : قـال فی الخزائن : سواء كان بعد شروعه أو قبله فإن شـغـله قطعها إن لـم يـخف فـوت الوقت وان أتمها أثم...... لأن ترك سنة الجماعة أولی من الاتيان بالكراهة.

(الدر مع الرد : ٤٠٨/٢ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها،مطلب فی الخشوع، زكريا)

يـكـره (أن يـدخـل فـی الـصلاة وقد أخذه غائط أو بول) لقوله عليه السـلام لاصـلوة بحضرة الطعام ولا وهو يدافعه الأخبثان متفق عليه والمراد نـفـی الـكـمـال كما فی نظائره، وهو يقتضی الكراهة (وإن كان الاهتمام) بـالبـول و الـغـائـط (يشـغله) أی يشغل قلبه عن الصلوة ويذهب خشوعه (يـقـطـعهـا) أی يقطع الصلوة ليؤديها بها علی وجه الكمال هذا إذا كان فی الـوقـت سعة فإن خاف إن قطعها أن يخرج الوقت فلا يقطعها لأن التفويت حرام وهذه كراهة فلا يهرب من الكراهة إلی الحرام وكذا إن كان شرع من الـجـمـاعة وخشـی إن قـطـعهـا أن لا يحصل له جماعة..... فالصواب فی صورة المدافعة أن يقطع وإن فاتته الجماعة۔ لأن ترك السنة أولی من الإتيان بالكراهة.

(حلبی كبيری : ٣٦٦، سهيلی/عالمگيری : ١٠٧/١، زكريا، فتاوی خانية : ١١٩/١، زكريا)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ارشاد فرماتے ہیں کہ نماز کھڑی ہو جانے

کے وقت قضائے حاجت کے تقاضے کی تین صورتیں ہیں، ہر ایک کا حکم جدا جدا ہے۔

(۱) قیام صلوۃ کے وقت بول و براز کا تقاضا شدید ہے اور تشویش کی حد تک پہنچا ہوا ہے تو ایسی حالت میں جماعت سے نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ مگر یہ اس صورت میں ہے جب نماز کا وقت فوت نہ ہوتا ہو۔

(۲) قضائے حاجت کا تقاضا شدید نہیں اور مدافعت اضطراب کی حد تک نہیں پہنچا، البتہ تقاضا اس قدر ہے کہ نماز سے توجہ ہٹتی ہے اور انابت وتوجہ الی اللہ حاصل نہیں ہوتی تو ایسی حالت میں جماعت سے نماز پڑھنا مکروہِ تنزیہی ہے، بہتر یہی ہے کہ حاجت سے فارغ ہو لے۔ مندرجہ بالا دونوں صورتیں ترک جماعت کے اعذار میں سے ہیں، اور احناف کے یہاں ترک جماعت کے ۲۴ اعذار میں مدافعتِ اخبثین سے یہی دو صورتیں مراد ہیں۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ قضائے حاجت کا تقاضا نہ ہو، امتلائے بطن کی وجہ سے محض خیال ہو اور نماز میں انابت وتوجہ الی اللہ نہ ہٹتی ہو تو ایسی حالت میں جماعت سے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

(توضیح السنن، شرح آثار السنن: ۲/ ۲۷۵-۲۷۶)

غسل میں ترتیب:

ترتیب سے غسل کرنا سنت ہے، یعنی پہلے ہاتھوں کا دھونا پھر ستر دھونا یا جسم پر کہیں اور نجاست حقیقیہ لگی ہو تو اس کو دھونا، پھر مکمل وضو کرنا، پھر تمام بدن پر پانی

بہانا۔اگر ایسی جگہ غسل کرتا ہے جہاں پانی جمع ہوتا ہوتو پیروں کوغسل کے بعد دوسری جگہ ہٹ کر دھونا۔(علم الفقہ :۱۲۱/۱،کراچی،مسائل غسل:۲۷ مکتبہ رضی)

وسنته أن يبدأ المغتسل فيغسل يديه وفرجه، ويزيل نجاسة إن كانت على بدنه ثم يتوضأ وضوء ه للصلاة إلا رجليه ، ثم يفيض الماء على رأسه وسائر جسده ثلاثا، ثم يتنحى عن ذلك المكان فيغسل رجليه، هكذا حكت ميمونة رضى الله عنها اغتسال رسول الله ﷺ وإنما يؤخر غسل رجليه لأنهما فى مستنقع الماء المستعمل فلا يفيد الغسل حتى لو كان على لوح لايؤخر۔ (هداية : ٤٤/١، مكتبه البشرى كراچى)

وفى الدر: (ثم يفيض الماء)على كل بدنه ....(بادئابمنكبه الأيمن ثم الأيسرثم برأسه ثم)على (بقية بدنه مع دلكه)ندبا.

وفى الشامى :قوله (ندبا)عده فى الامداد من السنن ويؤيده مامرفى الوضوء (شامى : ٢٩٥/١،زكريا)

الحنفية :عدواسنن الغسل كالآتى :البداء ةبالنية بقلبه....وأن يرتب أعمال الغسل على الصفة المتقدمة الخ.(كتاب الفقه: ١٠٨/١،رشيدى)

تیمم میں ترتیب

تیمّم کرنے میں پہلے منہ پھر دونوں ہاتھوں کا مسح کرے،اس ترتیب سے کرنا مسنون ہے،قرآن کریم میں اسی ترتیب سے مذکور ہے۔

وسننه ثمانية: الضرب بباطن كفيه وإقبالهما..... وترتيب الخ

وفی رد المحتار : قولہ : (وترتیب) أی کما ذکرہ فی القرآن.ط۔

(رد المحتار علی الدر : ۳۹۳/۱، زکریا)

سنن التیمم : وأما سننہ : فمنھا التسمیة علی تفصیل المذاھب، ومنھا الترتیب (کتاب الفقہ : ۱۴۸/۱، رشیدی)

الترتیب بین أنواع الطھارة عند اجتماعھا

استنجاء اور وضو میں ترتیب :

پہلے استنجاء کرنا اور اس کے بعد وضوء کرنا مسنون ہے۔

وأما سنن الوضوء فکثیرة بعضھا قبل الوضوء وبعضھا فی ابتدائہ وبعضھا فی أثنائہ أما الذی ھو قبل الوضوء فمنھا : الاستنجاء بالأحجار ، أو ما یقوم مقامھا. (بدائع الصنائع : ۱۰۱/۱)

قولہ :(فصل فی الاستنجاء) لایخفی حسن تقدیمہ علی الوضوء، وھو من أقوی سننہ کمافی العنایة۔

(طحطاوی علی مراقی : ۴۲، دارالکتب، دیوبند)

پانی اور تیمّم کو جمع کرنے میں ترتیب جبکہ پانی قلیل ہو:

اگر محدث کے پاس اتنا پانی موجود ہو جس کے ذریعہ وہ وضو کے بعض اعضاء کو دھوسکتا ہے، اسی طرح جنبی کے پاس اتنا پانی موجود ہے جس سے وہ صرف وضو کرسکتا ہے تو احناف کے نزدیک ایسا شخص تیمّم کرے گا اور پانی کو استعمال نہیں کرے گا، جبکہ شوافع کے نزدیک وہ شخص پہلے پانی استعمال کرے گا اس کے بعد تیمّم

کرے گا، یعنی احناف کے نزدیک ترتیب ضروری نہیں اور شوافع کے نزدیک ترتیب ضروری ہے۔

(وإن أجنب المسافر ومعه من المقدار مايتوضأ به يتيمم عندنا ولم يستعمل الماء) وقال الشافعی ؒ يتوضأ بذلك الماء ثم يتيمم وكذلك المحدث إذاكان معه من الماء مايكفيه لغسل بعض الأعضاء عندنا يتيمم وعنده يستعمل الماء فيما يكفيه ثم يتيمم.

(المبسوط : ۱/۱۳۳، البدائع الصنائع : ۱/۱۷۶)

ماءِ مشکوک سے وضواور تیمّم کرنے میں ترتیب:

اگر کسی شخص کے پاس ماءِ مشکوک موجود ہو جیسے گدھے اور خچر کا جھوٹا اور ماءِ مطلق نہ ہوتو ایسی صورت میں ائمہ ٔ ثلاثہ حنفیہ کے نزدیک پہلے ماءِ مشکوک کواستعمال کرنا ،اس کے بعد تیمّم کرنا مستحب ہے، اگر ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، البتہ امام زفرؒ کے نزدیک پہلے پانی کواستعمال کرنااس کے بعد تیمّم کرنالازم اورضروری ہے، یعنی امام زفر کے نزدیک ترتیب لازم ہوگی۔

وفی الدر: (و) سؤر (حمار) أهلی ولو ذكرا فی الأصح (و بغل) أمه حمارة...(مشكوك فی طهوريته لا فی طهارته)...(فيتوضأ به) أو يغتسل (ويتيمم) أی يجمع بينهما احتياطا فی صلاة واحدة لافی حالة واحدة (إن فقد ماء) مطلقا (وصح تقديم أيهما شاء) فی الأصح.

وفی الرد : قوله :(فی الأصح والأفضل تقديم الوضوء رعاية

لقول زفر بلزومه) (ردالمحتار على الدر : ۳۸۵/۱ تا ۳۸۸، زکریا)

وفی تقریرات الرافعی :(قوله : رعاية لقول زفر بلزومه) هو يقول بلزوم تقدم الوضوء لأنه لايجوز التيمم مع وجود ماء واجب الاستعمال كالماء المطلق ووجه الأصح أن المطهر أحدهما بدون تعيين وقد وجد إذا جمع فلا يضر تقدمه أو تأخره.

(تقریرات الرافعی علی رد المحتار : ۸۲/۱ زکریا)

وفی حاشية الطحطاوی على الدر : قوله: (فی الأصح) اعلم أنه إذا توضأ ثم تيمم جاز بالاتفاق وإن عكس جازعندنا خلافا لزفر فالخلاف إنما هوفی الثانية ووجه الأصح أن الماء إن كان طهورا فلا معنى للتيمم تقدم أو تأخر وإن لم يكن طهورا فالمطهر هو التيمم تقدم أو تأخر و وجود الماء وعدمه بمنزلة واحدة وإنما يجمع بينهما لعدم العلم بالمطهر منهما عينا فكان الاحتياط فی الجمع دون الترتيب كذا فی البحر. (طحطاوی على الدر : ۱۲۳/۱، مكتبه الاتحاد)

ترجمہ: علامہ طحطاوی صاحب درمختار کے قول فی الأصح کے ماتحت تحریر فرماتے ہیں کہ جان لو جب کوئی شخص پہلے ماء مشکوک سے وضو کرے پھر تیمّم کرے تو اس طرح کرنا بالاتفاق جائز ہے؛ لیکن اگر پہلے تیمّم کیا اور اس کے بعد ماء مشکوک سے وضو کیا تو ائمۂ ثلاثہ حنفیہ کے نزدیک درست ہو جائے گا جبکہ امام زفر کے نزدیک درست نہیں ہوگا، پس اختلاف دوسری صورت میں ہے۔

قول راجح کی دلیل یہ ہے کہ اگر پانی مطہر ہے تو پھر تیمّم کا کوئی اعتبار نہیں،

چاہے پہلے کرے یا بعد میں اور ایسی صورت میں پانی کا وجود اور عدم دونوں برابر ہوگا۔البتہ دونوں کو اس لئے جمع کیا جاتا ہے کہ بالتعیین کسی ایک کا مطہر ہونا معلوم نہیں ہے لہٰذا احتیاط جمع کرنے میں ہے، نہ کہ ترتیب میں ،یہی بحر الرائق میں مذکورہ ہے۔

اعضاء مجروحہ میں غسل، مسح اور دونوں کے ترک کی ترتیب

اگر کسی شخص کے کسی عضو میں زخم یا پھٹن وغیرہ ہو اور اس حصہ کو دھونے کی استطاعت ہو تو اس کا غسل ضروری ہے، اگر دھونے کی استطاعت نہ ہو تو اس حصہ کا مسح کرے گا، اگر مسح کی بھی قدرت نہ ہو تو اس کو ترک کر دے گا، اس ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

فـروع : فـی أعضائه شقاق غسله إن قدر، وإلا مسحه وإلا تركه وفـی الـرد المحتار :قوله (وإلا تركه) أی وإن لم يمسحه بأن لم يقدر علی المسح تركه. (رد المحتار علی الدر: ۲۱۷/۱، زكريا)

فـروع : فی أعضائه شقاق غسله ان قدر، وإلا مسحه وإلاتركه ، وفـی حاشية الطحطاوی : قوله : (وإلامسحه) أی إن قدر كما صرح بـه فـی سابقه قوله : (وإلا تركه) أی ترك مسح ذلك الموضع ويغسل ما حوله، اه هنديه۔ (حاشية الطحطاوی علی الدر : ٦٥/١، مكتبه الاتحاد)

وضو اور تیمّم میں ترتیب:

اگر کسی شخص کے پاس پانی موجود ہو؛ لیکن بذات خود استعمالِ ماء پر قادر نہ ہو اور

وہاں ایسا شخص بھی موجود نہ ہو جو اس کو وضو کرائے تو ایسا شخص تیمّم کرے گا، اور اگر وضو پر قادر ہو چکا ہے قدرت غیر کے ذریعہ حاصل ہو تو ایسی صورت میں تیمّم کرنا درست نہیں ہوگا بل کہ استعمال ماء ضروری ہوگا۔

وفی الدر: أولم یجد من توضأ، فإن وجد ولوبأجرة مثل، وله ذلك لا یتیمم فی ظاهر المذهب كما فی البحر.

وفی رد المحتار: قوله :(أو لم یجد) أی أو كان لا یخاف الاشتداد و لا الامتداد، لكنه لا یقدر بنفسه ولم یجد من یوضئه

(رد المحتار علی الدر: ۳۹۷/۱، زکریا)

کتاب الصلاۃ

کلمات اذان اور کلمات اقامت میں ترتیب:

کلمات اذان اور کلمات اقامت ترتیب سے کہنا مسنون ہے۔

اگر کسی نے اذان خلاف ترتیب پڑھی اس طور پر کہ مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیا تو کراہت کے ساتھ اذان درست ہو جائے گی، البتہ گنجائش ہونے کے سبب بہتر ہے کہ دوبارہ ترتیب سے اذان کا اعادہ کر لے۔

اسی طرح اقامت اگر بغیر ترتیب کے پڑھی ہو اور نماز شروع ہونے سے پہلے یاد آجائے کہ اقامت غیر مرتب پڑھی ہے تو ترتیب کی رعایت کرتے ہوئے شروع سے اخیر تک اقامت کا اعادہ کر لے یہ افضل ہے۔

اس لئے کہ جس فرشتہ نے کلمات اذان و اقامت بتلائے ہیں اس نے اسی

ترتیب سے ادا کئے ہیں، اسی طرح آپ ﷺ کے دونوں مؤذن سے مرتب طور پر ہی مروی ہے اور اس لئے بھی کہ نماز میں ترتیب فرض ہے اور اذان نماز کے مشابہ ہے لہٰذا اذان میں ترتیب مسنون ہوگی۔

ومنها :أن يرتب بين كلمات الأذان والإقامة حتى لوقدم البعض على البعض ترك المقدم، ثم يرتب ويؤلف، ويعيد المقدم، لأنه لم يصادف محله فلغا، وكذلك إذا ثوب بين الأذان والإقامة فى الفجر فظن أنه فى الإقامة فأتمها ، ثم تذكر قبل الشروع فى الصلاة فالأفضل أن يأتى بالإقامة من أولها إلى آخرها مراعاة للترتيب، ودليل كون الترتيب سنة أن النازل من السماء رتب، وكذا المروى من مؤذنى رسول الله ﷺ أنهما رتبا، ولأن الترتيب فى الصلاة فرض، والأذان شبيهة بها فكان الترتيب فيه سنة. (بدائع الصنائع : ٣٦٩/١، زكريا)

الحنفية قالوا : يصح الأذان الذى لاترتيب فيه مع الكراهة، وعليه أن يعيد مالم يرتب فيه.(كتاب الفقه على المذاهب الأربعة: ٢٨٥/١، رشيدى)

الترتيب بين الصلوات

فرائض خمسہ میں ترتیب:

پانچوں نمازیں ان کے اوقات میں بالترتیب ادا کرنا ان کے درست ہونے کے لئے شرط ہے۔ چنانچہ ظہر کی ادا نماز فجر کے وقت میں اور عصر کی ادا نماز ظہر کے وقت میں پڑھنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ پانچوں نماز دخول وقت سے پہلے

واجب نہیں ہیں اور واجب کو وجوب سے پہلے ادا کرنا محال ہے اس لئے ترتیب کی رعایت کرنا ضروری ہے۔

أمـا الأول : فـلا خـلاف فـي أن التـرتيـب فـی أداء الصلوات المكتوبات في أوقاتها شرط جواز أدائها حتى لايجوز أداء الظهر فى وقـت الفجر، ولا أداء العصر فى وقت الظهر، لأن كل واحدة من هذه الـصـلـوات لاتـجـب قبـل دخـول وقتها وأداء الواجب قبل وجوبـه محال. (بدائع : ١/ ٣٣٧ ، زكريا)

فائتہ کی قضاء اور وقتیہ کی ادائیگی میں ترتیب:

صلوات خمسہ میں ترتیب ضروری ہونے کے تقاضے کے مطابق یہ ترتیب بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی نماز قضاء ہو جائے اور دوسری نماز کا وقت آ جائے تو پہلے قضاء نماز پڑھے اور پھر وقتیہ ادا کرے، برعکس کرے گا تو وقتیہ ادا نہ ہوگی اور اعادہ لازم ہوگا۔

اس لئے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا 'جس شخص کی نماز چھوٹ جائے نوم کی وجہ سے یا نسیان کی وجہ سے تو جب یاد آئے اس کو پڑھ لے اس لئے کہ وہی اس کا وقت ہے۔

دوسری حدیث میں حضرت ابن عمرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص نماز بھول گیا اور اس کو اس حال میں یاد آیا جب وہ امام کے ساتھ دوسری نماز پڑھ رہا تھا تو وہ شخص امام کے ساتھ نماز مکمل کر

لے اور بعد میں اس کو نفل شمار کر لے پھر جو نماز یاد آئی تھی اس کی قضاء کرے اس کے بعد جو نماز امام کے ساتھ پڑھی تھی اس کا اعادہ کرے۔ یہ حدیث صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہے کہ وقتیہ کی ادائیگی کے دوران فائتہ یاد آجائے تو وقتیہ فاسد ہوجائے گی اور اس کا اعادہ کرنا ہوگا۔

أما الترتيب بين قضاء الفائتة وأداء الوقتية فقد قال أصحابنا أنه شرط وقال الشافعي ليس بشرط.

ولنا : قول النبي ﷺ : ' من نام عن صلاة أو نسيهافليصلها إذا ذكرها فإن ذلك وقتها ' وفي بعض الروايات لا وقت لها إلا ذلك فقد جعل وقت التذكر وقت الفائتة فكان أداء الوقتية قبل قضاء الفائتة أداء قبل وقتها فلايجوز.

وروى عن ابن عمر عن النبي ﷺ أنه قال : من نسى صلاة فلم يذكرها إلا وهو مع الإمام فليصل مع الإمام وليجعلها تطوعا، ثم ليقضى ماتذكر،ثم ليعد ما كان صلاه مع الإمام وهذا عين مذهبنا أنه تفسد الفرضية للصلاة إذاتذكر الفائتة فيها و يلزمه الاعادة.

(بدائع : ١ /٣٣٧)

فوت شدہ نمازوں میں ترتیب:

اگر فوت شدہ نمازیں قلیل ہے تو ان کے درمیان ترتیب کی رعایت کرتے ہوئے بالترتیب ان کی ادائیگی واجب ہے۔ فوت شدہ قلیل نمازیں ادا میں وجوبِ ترتیب کے مانع نہیں ہے، تو اسی طرح فیما بینہم قضاء میں بھی مانع نہیں ہوں گی۔

وعلى هذا الخلاف الترتيب في الفوائت أنه كما يجب مراعاة الترتيب بين الوقتية والفائتة عندنا يجب مراعاته بين الفوائت إذا كانت الفوائت في حد القلة عندنا أيضا لأن قلة الفوائت لم تمنع وجوب الترتيب في الأداء فكذا في القضاء (بدائع : ۳۳۹/۱)

فرائض اورنوافل میں ترتیب:

فجر کی سنت اور فرض کے درمیان ترتیب ضروری ہے اس طور پر کہ پہلے دو گانہ سنت ادا کرے اس کے بعد دو رکعت فرض۔ اگر کسی وجہ سے سنت چھوٹ گئی تو بعد میں قضاء نہیں کرے گا البتہ اگر دو رکعت فرض بھی متروک ہوگئی ہو تو اس کے تابع کر کے دو رکعت سنت پڑھی جا سکتی ہے؛ لیکن صرف سنت فرض کے بعد نہیں پڑھ سکتا اسی طرح تمام نمازوں کی سنن قبلیہ کا یہی حکم ہوگا، اگر وہ فوت ہو جائے تو بعد میں ان کی قضاء نہیں ہے، البتہ ظہر کی چار رکعت سنت قبلیہ میں ترتیب ضروری نہیں ہے، اگر فرض نماز شروع ہوگئی تھی اور ظہر کی سنت قبلیہ ترک کردی ہے تو ان کو مابعد فرض بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح سنن بعدیہ اور فرائض میں ترتیب ضروری ہے اگر سنن بعدیہ کو فرض سے پہلے ادا کیا تو درست نہیں ہے جیسے عشاء کی دو رکعت سنت بعدیہ فرض سے پہلے ادا کی تو بعد الفرض اعادہ ضروری ہوگا۔

وفي الدر : (وإذا خاف فوت) ركعتي (الفجر لاشتغاله بسنتها تركها) لكون الجماعة أكمل (وإلا) بأن رجا إدراك ركعة في ظاهر المذهب ، وقيل التشهد ، واعتمده المصنف والشرنبلالي تبعا للبحر،

لـكن ضعفه في النهر (لا) يتركها بل يصليها عند باب المسجد ..(و لا يـقـضيهـا إلا بطريق التبعية) لقضاء (فرضها قبل الزوال لا بعده فى الأصـح)..... (بـخلاف سنة الظهر) و كذا الجمعة (فإنه) إن خاف فـوت ركـعة (يتـركهـا) ويـقتـدى (ثم يأتى بها) على أنها سنة (فى وقته) أى الظهر (قبل شفعه) عند محمد ، وبه يفتى.

وفـى الشـامية : قـولـه (تـركها) أى لايشرع فيها، وليس المراد بـقـطـعهـا لمامرأن الشارع فى النقل لا يقطعه مطلقا..... قوله (ولا يقضيها إلا بطريق التبعية الخ) أى لا يقضى سنة الفجر إلا إذا فاتت مع الـفـجر فيقضيها تبعا لقضائه لوقبل الزوال۔ واما إذا فاتت وحدها فلا تـقـضـى قبـل طـلـوع الشـمس بالاجماع ، لكراهة النفل بعد الصبح وأمابعد طلوع الشمس فكذلك عندهما، وقال محمد : أحب إلى أن يقضيها إلى الزوال كما فى الدرر قيل هذا قريب من الاتفاق، لأن قوله أحـب الـيّ دليل على أنه لو لم يفعل لا لوم عليه وقالا: لايقضى ، وإن قضى فلا بأس به.(شامى :۲/ ۵۱۰ زكريا)

لأن سنة العشاء، كركعتى العشاء فلوقدم الركعتين على العشاء لم يجز عامدا كان أوناسيا(حاشية فتح القدير : ۲۲٦/۱، زكريا)

خلاصۂ کلام: تنہا فجر کی سنت فوت ہونے کی صورت میں طلوع شمس کے بعد زوال تک اگر اس کی قضاء کرلے تو امام محمد کے نزدیک جائز ہے، اس روایت کے اعتبار سے فجر کی سنت اور فرض کے درمیان ترتیب ضروری نہیں ہوگی، جب کہ شیخین کے نزدیک طلوع شمس کے بعد بھی قضاء نہیں کرے گا، اس قول کے اعتبار

سے ترتیب باقی رہے گی۔

البتہ اگر قضاء کر لی تو کوئی حرج نہیں لیکن اس صورت میں شیخین کے نزدیک یہ سنت کی قضا کے طور پر کافی نہ ہوگی بلکہ نفل شمار ہوگی جبکہ امام محمد کے نزدیک سنت شمار ہوگی۔

قال الشامی : ومنهم من حقق الخلاف وقال : الخلاف فی أنه لو قضی کان نفلا مبتدأ أو سنة، کذا فی العناية : يعنی نفلا عندهما سنة عنده کما ذکره فی الکافی. (شامی : ٢/ ٥١٢)

عشاء کی فرض اور سنت بعدیہ میں ترتیب:

عشاء کی سنتِ بعدیہ فرض ادا کرنے کے بعد پڑھنا ضروری ہے، اگر سنت بعدیہ کو فرض سے پہلے ادا کیا تو درست نہیں ہوگا۔

لأن سنة العشاء کرکعتی العشاء فلو قدم الرکعتين علی العشاء لم يجز عامدا کان أو ناسيا. (العنايةشرح الهداية علی حاشية فتح القدير : ١/ ٢٢٦، زکريا)

نوافل میں ترتیب:

اگر ظہر کی سنن قبلیہ اقامتِ جماعت کے سبب فوت ہوگئی اور اس کو بعد الفرض ادا کرتا ہے تو ایسی صورت میں امام محمد کے نزدیک پہلے چار رکعت سنت پڑھے گا بعدازاں دوگانہ سنت پڑھے گا جب کہ امام ابو یوسف کے نزدیک پہلے دوگانہ پڑھے گا اس کے بعد چار رکعت سنت پڑھے گا۔

ایک قول کے مطابق اختلاف مذکور برعکس ہے، اس صورت میں ترتیب بدل جائے گی یعنی امام محمدؒ کے نزدیک پہلے دو رکعت سنت پڑھے گا اس کے بعد چار رکعت جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلے رباعی پڑھے بعد میں ثنائی؛ لیکن راجح قول کے مطابق دوگانہ سنت کو پہلے پڑھے گا اس کے بعد چار رکعت ادا کرے گا۔ اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کی ظہر کی چار رکعت سنت فوت ہو جاتی تھی تو اس کو دو رکعت سنت ادا کرنے کے بعد ادا فرماتے تھے۔

وفي الدر :(بخلاف سنة الظهر) و كذا الجمعة (فإنه) إن خاف فوت ركعة (يتركها) ويقتدى (ثم يأتي بها) على أنها سنة (فى وقته) أى الظهر (قبل شفعه) عند محمد وبه يفتى ،جوهرة.

وفى رد المحتار : قوله : (عند محمد) وعند أبى يوسف بعده، كذا فى الجامع الصغير الحسامى، وفى المنظومة وشروحها : الخلاف على العكس، وفى غاية البيان : يحتمل أن يكون عن كل من الإمامين روايتان. ح عن البحر قوله :(وبه يفتى) أقول : وعليه المتون لكن رجح فى الفتح تقديم الركعتين، قال فى الإمداد : وفى فتوى العتابى أنه المختار وفى مبسوط شيخ الإسلام أنه الأصح، لحديث عائشة ' أنه عليه الصلاة والسلام كان إذا فاتته الأربع قبل الظهر يصليهن بعد الركعتين' وهو قول أبى حنيفة وكذا فى جامع قاضيخان اه والحديث قال الترمذى : حسن غريب فتح.(در مع الشامى : ٥١٣/٢ ، ٥١٤ زكريا)

عشاء اور وتر میں ترتیب:

عشاء اور وتر کی نماز میں ترتیب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اس طور پر کہ وتر کو بعد العشاء ادا کیا جائے، اگر کسی نے عمداً وتر کو عشاء پر مقدم کیا تو بالاتفاق اس پر وتر کا اعادہ کرنا لازم ہے۔

البتہ اگر بھول سے وتر عشاء سے پہلے پڑھ لی یا عشاء کی نماز بغیر طہارت کے ادا کی پھر سو گیا اور اٹھ کر وضو کر کے وتر ادا کی پھر یاد آیا کہ عشاء بغیر طہارت کے ادا کی ہے تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک وتر کا اعادہ نہیں کرے گا، اور صاحبینؒ کے نزدیک وتر کا اعادہ کرے گا۔

صاحبینؒ کے نزدیک وتر سنتِ عشاء میں ہے جس طرح عشاء کے بعد کی دو رکعت سنت کو مقدم ادا نہیں کر سکتے اسی طرح وتر کو بھی مقدم ادا نہیں کر سکتے، اس لئے ترتیب کی رعایت ضروری ہوگی۔

اور امام اعظمؒ کے نزدیک وتر مستقل ایک نماز ہے، وہ عشاء کے تابع نہیں ہے، البتہ اس کا وقت عشاء کے بعد ہے اور وہ اس کے وقت میں عشاء کے بعد ادا کی گئی ہے اس لئے اعادہ ضروری نہیں، اور ویسے بھی امام صاحب کے نزدیک نسیان سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے، علامہ عینی نے تذکر کے وقت عشاء اور وتر کے درمیان ترتیب کے واجب ہونے کی ایک وجہ علامہ سغناقی کے حوالہ سے یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ وتر امام صاحب کے نزدیک فرض عملی ہے اس لئے تذکر کے وقت ترتیب واجب ہوگی، جبکہ دوسرے فقہاء کے نزدیک وتر سنت عشاء ہے لہٰذا وہ عشاء کے تابع ہوگی۔

وأول وقت الوتر بعد العشاء، وآخره ما لم يطلع الفجر، لقوله ﷺ في الوتر: فصلوها بين العشاء إلى طلوع الفجر، قال هذا عندهما، وعند أبي حنيفة: وقته وقت العشاء إلا أنه لا يقدم عليه عند التذكر للترتيب. (هدايه: ١/١٤٧، جديد پاكستان)

وفي الحاشية لايقدم عليه: في مبسوط شيخ الإسلام: إذا أوتر قبل العشاء متعمدا كان عليه الإعادة بلا خلاف، و إن أوتر ناسيا قبل العشاء أو صلى العشاء على غير وضوء، ثم نام و قام وتوضأ، و أوتر ثم تذكر أنه صلى العشاء على غير وضوء، فعلى قول أبي حنيفة لا يعيد الوتر، وعلى قولهما: يعيد في الحالتين، لأن الوتر عندهما سنة من سنن العشاء (النهاية). (حاشيه شيخ لكهنوى على الهدايه: ١/ ١٤٨، جديد پاكستان،وهكذا في البنايه شرح الهدايه: ٢/ ٣٢، مكتبه نعيميه)

ترجمہ: مبسوط شیخ الاسلام میں مذکور ہے: جب کوئی شخص عمداً قبل العشاء وتر ادا کرلے تو اس کے ذمہ بعد العشاء وتر کا اعادہ بالاتفاق لازم ہے، اور اگر بھول سے وتر عشاء سے پہلے ادا کرلی یا عشاء کی نماز بغیر طہارت کے ادا کی، پھر سو گیا اور اٹھ کر وضوء کر کے وتر ادا کی پھر یاد آیا کہ عشاء بدون طہارت ادا کی ہے، تو ایسی صورت میں بقول امام اعظمؒ وتر کا اعادہ نہیں کرے گا اور صاحبین کے قول کے اعتبار سے دونوں حالت میں اعادہ کرے گا اس لئے کہ وتر صاحبین کے نزدیک سنن عشاء میں سے ہے۔

وفی حاشية فتح القدير : قوله (للترتيب) وعلى هذا إذا أو ترقبل العشاء متعمدا أعاد الوتر بلا خلاف، وان أوترناسيا للعشاء ثم تذكر لا يعيده عنده لأن النسيان يسقط الترتيب ويعيده عندهما لأنه سنة العشاء كركعتى الشاء فلوقدم الركعتين على العشاء لم يجز عامدا كان أو ناسيا فكذلك الوتر۔(حاشيه فتح القدير : ١/ ٢٢٦، زكريا)

ترجمہ: حاشیہ فتح القدیر میں مصنفؒ کے قول للترتیب کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر کوئی عمداً عشاء سے پہلے وتر ادا کرے تو وہ بالاتفاق وتر کا اعادہ کرے گا۔

اور اگر وتر قبل العشاء ادا پڑھ لی اس حال میں کہ وہ عشاء کی نماز پڑھنا بھول گیا، پھر عشاء کی نماز یاد آئی تو امام صاحب کے نزدیک وہ بعد العشاء وتر کا اعادہ نہیں کرے گا اس لئے کہ نسیان ترتیب ساقط کر دیتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک بعد العشاء وتر کا اعادہ کرے گا اس لیے کہ وتر عشاء کی سنن میں سے ہے جیسے کہ عشاء کی سنت بعدیہ، اور جس طرح دو رکعت سنتِ بعدیہ عشاء سے مقدم کرنا جائز نہیں ہے عمدا ہو یا نسیانا؛ اسی طرح وتر کی تقدیم بھی جائز نہیں۔

وقال السغناقی : عدم جواز تقديم الوتر على صلاة العشاء لأجل وجوب الترتيب عنده لا لأن وقت الوتر لم يدخل، وهذا الاختلاف يبنى على اختلاف آخر بينهما وهو أن الوتر فرض عملا عند أبى حنيفة، والترتيب بين الفرائض واجب عند التذكير عندنا، وعندهم الوتر سنة فكان تبعا للعشاء .

(البناية شرح الهداية : ٣٢/٢ ، مكتبه نعيميه)

عیداور کسوف میں ترتیب:

اگر عیداور کسوف جمع ہوجائیں تو ایسی صورت میں اگر عید کی نماز کے وقت میں وسعت اور گنجائش ہوتو صلاۃ کسوف کو مقدم کیا جائے گا،اس لئے کہ انجلاء شمس کی وجہ سے نماز کے فوت ہونے کا خوف ہے،اور اگر عید کا وقت تنگ ہوتو عید کی نماز کو ہی مقدم کیا جائے گا پھر اگر سورج گرہن باقی ہے تو صلاۃ کسوف ادا کی جائے گی۔

قوله: (والعيد على الكسوف) لأنه وإن كان كل منهما يؤدى بجمع عظيم لكن العيد واجب والكسوف سنة ح. هذاوفى السراج : إن كان وقت العيد واسعا يبدأ بالكسوف لأنه يخشى فواته ،وإن ضاق صلى العيد ثم الكسوف إن بقى. (شامى :٤٦/٣،زكريا)

الترتيب بين أجزاء الصلاة

افعال صلاۃ میں ترتیب:

افعال صلاۃ میں ترتیب ائمہ ثلاثہ حنفیہ کے نزدیک شرط نہیں ہے جبکہ امام زفرؒ کے نزدیک شرط ہے،اور یہ اختلاف مندرجۂ ذیل مسائل میں ظاہر ہوگا۔

(۱) کوئی شخص ابتداء صلاۃ سے امام کے ساتھ شریک ہوا پھر وہ امام کے پیچھے نماز میں ہی سو گیا یا دورانِ نماز حدث پیش آیا اور وہ طہارت کے لیے گیا؛ پھر اس کے بیدار ہونے کے بعد یا وضو کر کے لوٹنے کے دوران امام نے نماز کا کچھ حصہ پڑھا دیا،تو اس کے لئے مناسب ہے کہ جو حصہ چھوٹ گیا ہے پہلے اس کی

قضاء کرلے اس کے بعد امام کے ساتھ شریک ہو اور اگر ترتیب کی رعایت نہیں کی اور سیدھے امام کی متابعت میں لگ گیا اور متروک حصہ بعد میں ادا کیا تو یہ بھی ائمہ ثلاثہ حنفیہ کے نزدیک درست ہے، جبکہ امام زفر کے نزدیک ترتیب کی رعایت ضروری ہے کہ پہلے متروک حصہ ادا کرے، اس کے بعد امام کی متابعت کرے اگر اس کے برعکس کیا تو جائز نہیں ہوگا۔

(۲) جمعہ وعدین کی نماز میں بڑا مجمع جمع ہوگیا اور ایسی حالت میں کسی نے امام کی اقتداء کی؛ لیکن بھیڑ ہونے کی وجہ سے وہ شخص پہلی رکعت امام کے ساتھ ادا کرنے پر قادر نہ ہوسکا اور کھڑا ہی رہا اور اس کے بعد پہلی رکعت ادا کرنے سے پہلے امام کے ساتھ دوسری رکعت ادا کرنے پر قادر ہوگیا اور پہلی رکعت امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کی تو ائمہ ثلاثہ حنفیہ کے نزدیک یہ نماز درست ہوجائے گی۔

جبکہ امام زفر کے نزدیک ترتیب ضروری ہے لہٰذا جب تک پہلی رکعت ادا نہ کرے دوسری رکعت ادا کرنا جائز نہیں ہوگا۔

نماز کی رکعات میں ترتیب واجب ہے، فرض نہیں، لہٰذا نماز باطل نہ ہوگی، یہی وجہ ہے کہ مسبوق امام کے نماز ختم کرنے کے بعد جو رکعات پڑھتا ہے وہ اول صلاۃ شمار ہوتی ہے۔ اور مقتدی پر اس کے اپنے سہو سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا ہے، اس اعتبار سے یہاں بھی سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا۔

(۳) اسی طرح کوئی شخص رکوع میں تھا اور اس کو فوت شدہ سجدہ یاد آیا اور اس نے قضاء کرلی یا سجدہ کی حالت میں تھا اور فوت شدہ سجدہ یاد آیا اور اس کی قضاء کرلی، ایسی صورت میں افضل یہ ہے کہ وہ اس رکوع اور سجدہ کا اعادہ کرے، جس

میں وہ تھا؛ لیکن اگر اس نے اعادہ نہیں کیا اور ان کو شمار کر لیا تب بھی ائمہ ثلاثہ حنفیہ کے نزدیک درست ہو جائے گا۔

جبکہ امام زفر کے نزدیک اعادہ ضروری ہے اور ان دونوں کو شمار کرنا جائز نہیں ہوگا تا کہ ترتیب کی رعایت ہو جائے جو ان کے نزدیک ضروری ہے۔

یہ مسئلہ منفرد کا ہے اور ایک رکعت کے دوسجدوں میں ترتیب واجب ہے، منفرد سے ترتیب کے فوت ہونے کی صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے، لہٰذا سجدہ کی قضا کرنے کے باوجود سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

وأما الترتيب فى أفعال الصلاة فإنه ليس بشرط عند أصحابنا الثلاثة ، وعند زفر شرط، وبيان ذلك فى مسائل.

إذا أدرك أول صلاة الإمام ثم نام خلفه أو سبقه الحدث فسبقه الإمام ببعض الصلاة ثم انتبه من نومه أو عاد من وضوئه، فعليه أن يقضى ما سبقه الإمام ثم يتابع إمامه لما يذكر ولو تابع إمامه أولا، ثم قضى مافاته بعد تسليم الإمام جاز عندنا، وعندزفر : لا يجوز .

وكذلك إذا زحمه الناس فى صلاة الجمعة والعدين فلم يقدر على أداء الركعة الأولى مع الإمام بعد الاقتداء به وبقى قائما ، وأمكنه أداء الركعة الثانيه مع الإمام قبل أن يودى الأولى ثم قضى الأولى بعد تسليم الإمام أجزأه عندنا، وعند زفر لايجزئه.

وكذلك لوتذكر سجدة فى الركوع وقضاها أو سجدة فى السجدة وقضاها، فالأفضل أن يعيد الركوع أو السجود الذى هو

فيهما ، ولواعتد بهما ولم يعد أجزأه عندنا، وعند زفر: لا يجوز له أن يعتد بهما، وعليه اعادتهما .(بدائع الصنائع : ١/ ٣٤٧، زكريا)

ومنها: أن الترتيب في أفعال الصلاة الواحدة لايكون ركنا و تركه لايفسد الصلاة عمدا كان أو سهوا عند أصحابنا الثلاثة لما ذكرنا فيما تقدم (بدائع : ١/ ٥٦٩ ، زكريا)

(من فاتته) الركعات (كلها أو بعضها) لكن (بعد اقتدائه) بعذر كغفلة وزحمة وسبق حدث وصلاة خوف .... وحكمه كمؤتم فلايأتي بقراءة ولاسهو ... ويبدأ بقضاء ما فاته عكس المسبوق ثم يتابع إمامه إن أمكنه وإدراكه وإلا تابعه ثم صلى مانام فيه بلا قراءة .... ولو عكس صح وأثم لترك الترتيب .

وفى الشامية :قوله (من فاتته الركعات الخ) المراد بالفوات أنه لم يصل جميع صلاته مع الإمام بأن لم يصل معه شيئاً منها أو صلى بعضها .... قوله (بعذر) متعلق بفاتته أيضا.قوله (وزحمة) بأن زحمه الناس فى الجمعة مثلا فلم يقدر على أداء الركعة الأولى مع الإمام وقدر على الباقى فيصليها ثم يتابعه.قوله (وسبق حدث) أى لمؤتم .... قوله (وحكمه) أى اللاحق.... قوله (صح وأثم) أى خلافا لزفر ، فعنده لايصح، وعندنا يصح لأن ترتيب بين الركعات ليس بفرض لأنهافعل مكرر فى جميع الصلاةوإنما هو واجب .

(شامى :٢/ ٣٤٤تا٣٤٦، زكريا)

رکعات صلاۃ میں ترتیب:

رکعات میں ترتیب واجب ہے، یہی وجہ ہے کہ مسبوق امام کی سلام کے بعد جو رکعت ادا کرتا ہے وہ اول صلاۃ شمار ہوتی ہے، اگر ترتیب فرض ہوتی تو وہ آخر صلاۃ شمار ہوتی۔

وفی الرد :قوله (أو فی كل الصلاة كعدد ركعاتها) أی أن الترتيب بين الركعات واجب.قال الزيلعی :فإن مايقضيه (أی المسبوق) بعد فراغ الإمام أول صلاته عندنا ولو كان الترتيب فرضا لكان آخرا.اهـ (ردالمحتار:١٥٤/٢،زكريا)

لأن الترتيب بين الركعات ليس بفرض لأنها فعل مكرر فی جميع الصلاةوانما هو واجب .(شامی :٣٤٦/٢،زكريا)

ارکان صلاۃ میں ترتیب:

ارکان نماز جیسے قیام، رکوع، سجدہ اور قعدۂ اخیرہ؛ ان میں ترتیب کی رعایت کرنا فرض ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر رکوع قیام سے مقدم کیا یا سجدہ رکوع سے مقدم کر دیا تو ایسی صورت میں رکوع اور سجدہ کا اعادہ کرنا لازم ہوگا اور پہلے جو رکوع سجدہ کیا تھا وہ لغو شمار ہوگا اور اس زیادتی کی وجہ سے نماز میں کوئی فساد نہیں آئے گا البتہ سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

وفی ردالمحتار :قوله (أمافيما لا يتكرر)أی فی كل الصلاة أو فی كل ركعة ففرض وذلك كترتيب القيام والركوع والسجود

والقعود الاخیر الخ

قلت :أجاب فی البحر بأن قولهم هنا :أن الترتیب شرط معناه أن الرکن الذی قدمه یلغو و یلزمه إعادته مرتبا حتی إذا سجد قبل رکوع لایعتد بهذا السجود بالإجماع کما صرح به فی النهایة فیشترط إعادته ، وقولهم فی سجود السهو:أن الترتیب واجب معناه أن الصلاة بعدإعادة ما قدمه لا تفسد بترك الترتیب صورة الحاصل بزیادة ماقدمه . (ردالمحتار علی الدر : ۱۵۳/۲، ۱۵٤، زکریا)

وفی الدر : وترتیب القیام علی الرکوع والرکوع علی السجود والقعود الأخیرعلی ماقبله الخ.وفی الشامیة :قوله (وترتیب القیام علی الرکوع الخ) أی تقدیمه علیه حتی لو رکع ثم قام لم یعتبر ذلك الرکوع فإن رکع ثانیا صحت صلاته لوجود الترتیب المفروض و لزمه سجود السهو لتقدیمه الرکوع المفروض و کذا تقدیم الرکوع علی السجودحتی لو سجدثم رکع فإن سجدثانیاصحت لماقلنا الخ .

(شامی :۱۳۸/۲،زکریا)

قراءت اور رکوع میں ترتیب

اگر فرض نماز ثنائی ہے تو قراءت اور رکوع میں ترتیب فرض ہوگی، چنانچہ اگر سورت چھوڑ دی اور رکوع کرلیا پھر سورت یاد آئی اور قراءت کرنے لگا تو ایسی صورت میں رکوع کا اعادہ ضروری ہوگا اور پہلا رکوع لغو ہو جائے گا۔

اور اگر فرض رباعی وغیرہ ہے تو بلاتعیین دو رکعات میں قراءت فرض ہے،

اورپہلی دورکعات میں قراءت واجب ہے، لہٰذا اگرپہلی دورکعات میں قراءت بالکلیہ ترک کرکے رکوع میں چلا جائے تو یہ ترکِ فرض کی صورت نہ ہوئی بلکہ ترک واجب کی صورت ہوئی۔اس قراءت کواخیری دورکعات میں پڑھ لینے سے فریضہ اداہوجائے گا، ہاں واجب کا تدارک ضروری ہوگا۔

اوراگرپہلی دو میں قراءت کی مثلاً فاتحہ پڑھ لی تو اب قراءت اوررکوع میں ترتیب فرض ہوگئی ،لہٰذا رکوع سے پہلے ہی ضمِ سورت ضروری ہے ۔پس اگر فاتحہ کے بعدضم سورت بھول گیا اوررکوع میں یادآنے پرسورت پڑھی تو ترتیب بین القراءت والرکوع فوت ہوگئی، لہٰذاضم سورت کے بعددوبارہ رکوع کرے اور پہلا رکوع لغوسمجھا جائے گا۔

وفی الدر : (ورعاية الترتيب) بين القراءة والركوع :

وفی الرد : قوله : (بين القراءة والركوع) يعنی فی الفرض الغير الثنائی، ومعنی كونه واجبا أنه لو ركع قبل القرا ءة صح ركوع هذه الركعة ، لأنه لا يشترط فی الركوع أن يكون مترتبا علی قرا ءة فی كل ركعة .... لأن القرا ءة لم تفرض فی جميع ركعات الفرض، بل فی ركعتين منه بلا تعيين .

والحاصل أن الترتيب المذكور واجب فی الركعتين الأوليين وثمرته فيما لو أخر القرا ءة إلی الأخريين و ركع فی كل من الأوليين بلا قرا ءة أصلا، أما لو قرأ فی الأوليين صار الترتيب فرضا، حتی لو تذكر السورة راكعا فعاد وقرأها لزم إعادة الركوع .

ویظهر من هذاأن هذا الترتیب واجب قبل وجود القراءة،
فرض بعدها، نظیره قراءة السورة.

(رد المحتار علی الدر: ۲ / ۱۵۳، زکریا/حوالۂ بالا: شامی :۱۳۸/۲،زکریا)

دوسجدوں میں ترتیب

ایک رکعت کے دوسجدوں میں ترتیب واجب ہے، اگرترتیب کی رعایت نہیں کی اورایک سجدہ چھوٹ گیا جس کی قضابعدمیں کی تو ایسی صورت میں واجب ترتیب چھوٹنے کی وجہ سے سجدۂ سہولازم ہوگا۔

ومنها:مراعات الترتیب فیماشرع مکررا من الأفعال فی الصلاة وهو السجدة لمواظبة النبی ﷺ علی مراعاة الترتیب فیه وقیام الدلیل علی عدم فرضیته علی ماذکرنا حتی لو ترك السجدة الثانیة من الرکعة الأولی ثم تذکرها فی آخر صلاته سجد المتروکة وسجد للسهو بترك الترتیب لأنه ترك الواجب الأصلی ساهیا فوجب سجود السهو والله الموفق .(بدائع :۴۰۰/۱،زکریا/ الجوهرة النیرة :۵۹/۱،دارالکتاب دیوبند)

سلام میں ترتیب:

سلام میں ترتیب مسنون ہے، اس طورپرکہ پہلے دائیں جانب سلام پھیرے، پھربائیں جانب؛لیکن اگرکسی نے پہلے بائیں جانب سلام پھیردی پھر دائیں جانب تواس کے ذمہ سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا،اس لئے کہ سجدۂ سہو واجب کے چھوٹنے سے لازم ہوتاہے؛لیکن اس کی نماز درست ہوجائے گی۔

ولو سلم عن يساره قبل سلامه عن يمينه فلا سهو عليه لأن الترتيب فى السلام من باب السنن فلا يتعلق به سجود السهو .

(بدائع : ۱/۴۰۷،زکریا)

الترتیب فی القراء ۃ فی الصلاۃ

آیتوں میں ترتیب:

نماز میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے وقت آیتوں کو اسی ترتیب سے پڑھنا جیسا کہ مصحف میں ہے واجب ہے، اگر ترتیب کی رعایت نہیں کی تو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ مکروہ ہوگی اور کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جانے والی نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے، لہٰذا یہاں پر بھی نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔

وأما الترتيب بين الآيات كما هو فى المصحف، فرعايته واجبة ويكره نكسها على التحريم ۔(اعلاء السنن : ۴/ ۱۴۵، پاکستان)

وكذا كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها ۔(در مختار مع الشامی : ۲/۱۴۷، زکریا)

سورتوں میں ترتیب:

نماز میں سورتوں کو مصحف کی ترتیب پر مرتب پڑھنا مستحب ہے اور ترتیب کو ترک کردینا مکروہ ہے اعلاء السنن میں کراہت تنزیہی ہونے کی صراحت کی ہے۔

ويكره(قراءة سورة فوق التى قرأها) قال ابن مسعودؓ من قرأ القرآن منكوسا فهو منكوس. (طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۳۵۲، قدیمی کتب خانہ)

قلت : وهذا هو الراجح عندی أن القول باستحباب رعاية الترتيب العثمانی فی السور مقيدا بالفرائض دون القول بوجوبها وباطلاقه وعلى هذا فنكس الترتيب بين السور إنما يكره تنزيها لكونه خلاف الافضل. (اعلاء السنن: ٤/ ١٤٥، پاکستان)

الترتيب بين الصلاة وغيرها من العبادات

خطبہ اور نماز جمعہ میں ترتیب:

خطبہ اور صلاۃ جمعہ میں ترتیب شرط ہے، اس طور پر کہ پہلے خطبہ دے اس کے بعد نماز ادا کرے، اگر پہلے نماز پڑھ کر اس کے بعد خطبہ دیا تو جمعہ صحیح نہیں ہوگا۔

(قال) والخطبة يوم الجمعة قبل الصلاة هكذا فعله رسول الله ﷺ وقدبينا أنها من شرائط الجمعة۔ (مبسوط : ٢/ ٣٦، دار الفكر)

وفی الدر : (ويشترط لصحتها) سبعة أشياء : الأول المصر .... (والرابع : (الخطبة فيه) ..... والخامس :(كونها قبلها) لأن شرط الشیء سابق عليه .

وفی الرد :قوله :(الخطبة فيه) أی فی الوقت وهذا أحسن من قول الكنز : والخطبة قبلها:إذ لا تنصيص فيه على اشتراط كونها فی الوقت ..... قوله :(والخامس كونها قبلها) أی بلا فاصل كثير على ماسيأتی، وهی شرط الانعقاد فی حق من ينشئ التحريمة للجمعة

لاکل من صلاھا.(رد المحتار علی الدر: ۳/ ۱۹ ، زکریا)

جمعہ قائم کرانے میں ترتیب:

فقہاء نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ جمعہ کی نماز قائم کرانے کا حق پہلے امیر بلد کو ہے وہ نہ ہوتو شرطی، یہ نہ ہوتو شہر کا قاضی ،اگر قاضی نہ ہوتو جس کو قاضی القضاۃ جمعہ قائم کرانے لئے متعین کرے۔

اقرب کی موجودگی میں ابعد کو اس کی اجازت کے بغیر جمعہ قائم کرانے کی اجازت نہ ہوگی، البتہ اگر اقرب غائب ہو یا وفات پاچکا ہوتو اس کے بعد والا اقامت جمعہ کا حق دار ہوگا۔

وفی الدر: وقالوا یقیمها أمیر البلد، ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاه قاضی القضاة، وفی الدر: قوله (وقالوا: یقیمها الخ) تقیید عبارة المتن ، فإنه لم یبین فیها ترتیبهم، والمعنی أنهم مرتبون کترتیب العصبات فی ولایة التزویج، فیقیمها الأبعد عن غیبة الأقرب أو موته لابحضرته إلا بإذنه. (رد المحتار علی الدر: ۳/ ١٤، زکریا)

عیدین کی نماز اور خطبہ میں ترتیب

عیدین کی نماز اور خطبہ میں ترتیب مسنون ہے اس طور پر کہ نماز پہلے ادا کی جائے ،اس کے بعد امام صاحب خطبہ دے ۔اگر پہلے خطبہ دیا اس کے بعد نماز پڑھی تب بھی نماز درست ہو جائے گی جیسا کہ سرے سے عیدین کا خطبہ ہی نہ دے اور صرف نماز پڑھے تو نماز درست ہو جاتی ہے۔

والحاصل أنه يشترط لصلاة العيد ما يشترط لصلاة الجمعة إلا الخطبة فإنها من شرائط الجمعة وليست من شرائط العيد ولهذا كانت الخطبة فى الجمعة قبل الصلاة وفى العيد بعدها لأنها خطبة تذكير وتعليم لمايحتاج إليه فى الوقت فلم تكن من شرائط الصلاة كالخطبة بعرفات الخ(مبسوط : ۲/ ۳۷ ، دار الكفر)

قال وإن خطب أولا ثم صلا أجزأهم كمالو ترك الخطبة أصلا.

(المبسوط : ۲ / ۳۸ ، دارالفكر)

ترجمہ: خلاصۂ کلام یہ کہ عیدین کی نماز قائم کرنے کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعہ قائم کرنے کے لئے ہیں۔مگر خطبہ اس سے مستثنی ہے۔یہ صرف شرائط جمعہ میں سے ہے اور شرائط عید سے نہیں ہے، اسی وجہ سے جمعہ میں خطبہ نماز سے پہلے ہوتا ہے جبکہ عیدین میں نماز کے بعد ہوتا ہے۔(اگر شرط ہوتا تو شرط کے قاعدے کے مطابق مقدم ہوتا۔) یہ خطبہ اُن چیزوں کی تذکیر وتعلیم کے لیے ہے جس کی لوگوں کو ان ایام میں ضرورت ہے، لہٰذا یہ شرائط صلاۃ میں سے نہ ہوا۔اسی طرح عرفات کا خطبہ شرائط میں سے نہیں ہے۔

وفى الدر : (تجب صلاتهما) فى الأصح (على من تجب عليه الجمعة بشرائط المتقدمة (سوى الخطبة) فإنها سنة بعدها لا قبلها بخلاف الجمعة، قال فى البحر : حتى لو لم يخطب أصلاصح وأساء لترك السنة،ولو قدمها على الصلاة صحت وأساء ولا تعاد الصلاة.

(رد المحتار على الدر : ۳ /٤٥، ٤٦ زكريا)

صلاۃ استسقاء اور خطبہ میں ترتیب:

حضرت امام أبو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک پہلے استسقاء کی نماز ادا کی جائے گی اور اس کے بعد امام خطبہ دے گا۔ یہ ترتیب مستحب ہے۔

وفی الدر : وقالا تفعل كالعيد ، وفی الرد : قوله (كا لعيد) أی بأن يصلی بهم ركعتين يجهر فيهما بالقرائة بلا أذان ولا إقامة ثم يخطب بعدها قائماً على الأرض الخ .(رد المحتار علی الدر :۷۱/۳، زکریا)

القول الأوّل : أنه يندب كون الخطبه بعد الصلاة...... وبه قال صاحبا أبی حنيفة.(الترتيب فی العبادات : ٤٢٢/٢ ، اشبيليا)

صلوۃ عید الأضحیٰ اور ذبح اضحیہ میں ترتیب:

شہری کے لئے پہلے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھنا اس کے بعد ذبح کرنا شرط ہے، اگر شہری نے نماز سے پہلے قربانی کی تو یہ واجب قربانی کی طرف سے کافی نہ ہوگا۔

وفی الدر :(وأول وقتها بعد الصلاة إن ذبح فی مصر) أی بعد أسبق صلاة العيد ولو قبل الخطبة ولكن بعدها أحب.

وفی الرد : قوله : (وأول وقتها بعد الصلاة الخ) فيه تسامح، إذا التضحية لايختلف وقتها بالمصری وغيره بل شرطها، فأول وقتها فی حق المصری والقروی طلوع الفجر، إلا أنه شرط للمصری تقديم الصلاة عليها فعدم الجواز لفقد الشرط لا لعدم الوقت كما فی المبسوط.(رد المحتار علی الدر:٤٦٠/٩ ، زكريا)

الترتیب فی صفوف صلاۃ الجماعۃ

مردوں اور بچوں کی صفوں میں ترتیب:

اگر جماعت سے پڑھی جانے والی نماز میں بہت سے مرد اور بچے جمع ہو جائے تو مردوں کی صف امام کے پیچھے اور بچوں کی صف ان مردوں کے پیچھے رہے گی۔

قوله : (ويصف الرجال ثم الصبيان ثم النساء) لقوله عليه الصلاة والسلام" ليلني منكم أولو الأحلام والنهى" ولأن المحاذات مفسدة فيؤخرون.... وأن محل هذا الترتيب إنما هو عند حضور جمع من الرجال وجمع من الصبيان فحينئذ تؤخر الصبيان بخلاف المرأة الواحدة فإنها تتأخر عن الصفوف كجماعتهن. (البحر الرائق : ١ /٦١٧، ٦١٨، زكريا)

مردوں اور عورتوں کی صف میں ترتیب:

اگر مرد اور عورتیں نماز میں جمع ہو جائیں تو مرد امام کے پیچھے کھڑے رہیں گے اور عورتوں کی صف مردوں کے پیچھے رہے گی، چاہے ایک یا بہت ساری عورتیں جمع ہو جائیں۔ اس ترتیب کی رعایت ضروری ہے اگر عورتیں مرد کے محاذات میں آ گئیں یا آگے بڑھ گئیں تو مردوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

وإذا كان مع الإمام امرأة أقامها خلفه لأن محاذاتها مفسدة.

(بدائع : ۳۹۲/۱، زکریا)

قولہ (ویصف الرجال ثم الصبیان ثم النساء) لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام " لیلنی منکم اولو الأحلام والنهی" ولأن المحاذات مفسدة فیؤخرون.... وأن محل هذا الترتیب انما هو عند حضور جمع من الرجال وجمع من الصبیان فحینئذ تؤخر الصبیان بخلاف المرءة الواحدة فإنها تتأخر عن الصفوف کجماعتهن.

(البحر الرائق : ۱ /٦١٧، ٦١٨ ،زکریا)

ترجمہ: امام کے پیچھے پہلے مردوں کی صف ہوگی پھر بچوں کی پھر عورتوں کی صف، نبی کریم ﷺ کے فرمان ''میرے قریب تم میں سے وہ کھڑے رہیں جو بالغ اور عاقل ہوں'' کی وجہ سے، اور اس لئے کہ محاذات مفسدِ صلاۃ ہے لہٰذا ان کو پیچھے کھڑا کیا جائے گا..... یہ ترتیب اس وقت ہوگی جبکہ بہت سارے مرد اور بہت سارے بچے جماعت میں شریک ہوں، اس وقت بچوں کو مردوں کے پیچھے کھڑا کیا جائے گا، (اگر ایک بچہ ہو تو اس کو مردوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے گا) برخلاف ایک عورت (جبکہ وہ جماعت میں شریک ہو) اس کو صفوں کے پیچھے کھڑا کیا جائے گا، جیسے کہ بہت ساری عورتیں جمع ہو جائیں (تو ان کو مردوں کی صف کے پیچھے کھڑا کیا جاتا ہے)۔

مردوں، بچوں اور عورتوں کی صف میں ترتیب:

اگر جماعت کی نماز میں مرد، بچے اور عورتیں جمع ہو جائیں تو ایسی صورت میں امام کے پیچھے مردوں اور مردوں کے پیچھے بچوں اور بچوں کے پیچھے عورتوں کی

صفیں قائم کی جائیں۔ اس ترتیب سے صف بندی کرنا ضروری ہے۔

(حوالۂ بالا: البحر الرائق: ۱/۶۱۷، ۶۱۸، زکریا)

مردوں، عورتوں، بچوں، خنثی اور مراہق لڑکیوں میں صف بندی

اگر جماعت میں مرد، عورت، بچے، خنثی اور قریب البلوغ لڑکیاں جمع ہو جائیں تو صف کی ترتیب اس طرح ہوگی:

امام کے قریب مردوں کی صف،

مردوں کے پیچھے بچوں کی،

اس کے بعد خنثی کی،

اس کے بعد عورتوں کی،

پھر قریب البلوغ لڑکیوں کی صف قائم کی جائے۔

ولو اجتمع الرجال والنساء والصبيان والخناثي والصبيات المراهقات، فأرادوا أن يصطفوا للجماعة، يقوم الرجال صفا مما يلى الإمام، ثم الصبيان بعدهم، ثم الخناثي ثم الإناث ثم الصبيات المراهقات. (بدائع الصنائع: ۱/ ۳۹۲، زكريا/وهكذا فى الفتاوى الهنديه: ۱/۱۱۳، دار احيا التراث العربى، بيروت)

الترتيب فى الجنائز

میت کو غسل دینے کا طریقہ اور ترتیب:

جس تختہ پر غسل دیا جائے، پہلے اس کو تین یا پانچ یا سات مرتبہ لوبان وغیرہ

کی دھونی دیں، پھر اس پر میت کو قبلہ رخ کر کے یا جیسے بھی آسان ہو لٹایا جائے۔

اس کے بعد میت کے بدن کے کپڑے چاک کر لیں اور ایک تہ بند اس کے ستر پر ڈال کر بدن کے کپڑے اتار لیں، یہ تہ بند موٹے کپڑے کا ناف سے لے کر پنڈلی تک ہونا چاہیے؛ تا کہ بھیگنے کے بعد ستر نظر نہ آئے۔

پھر بائیں ہاتھ میں دستانے پہن کر میت کو استنجاء کرائیں۔

اس کے بعد وضو کرائیں۔ وضو میں نہ کلی کرائیں نہ ہی ناک میں پانی ڈالا جائے اور نہ گٹوں تک ہاتھ دھوئے جائیں؛ ہاں البتہ کوئی کپڑا یا روئی وغیرہ انگلی پر لپیٹ کر تر کر کے ہونٹوں دانتوں اور مسوڑوں پر پھیر دیں، پھر اسی طرح ناک کے سراخوں کو بھی صاف کر دیں (خاص کر اگر میت جنوبی یا حائضہ ہو تو منہ اور ناک پر انگلی پھیرنے کا زیادہ اہتمام کیا جائے)۔

اس کے بعد ناک، منہ اور کانوں کے سراخوں میں روئی رکھ دیں؛ تا کہ وضو اور غسل کراتے ہوئے پانی اندر نہ جائے۔

وضو کرانے کے بعد داڑھی اور سر کے بالوں کو صابون وغیرہ سے خوب اچھی طرح دھو دیں۔

پھر مردے کو بائیں کروٹ پر لٹا کر بیری کے پتوں میں پکا ہوا یا سادہ نیم گرم پانی دائیں کروٹ پر خوب اچھی طرح تین مرتبہ نیچے سے اوپر تک بہا دیں کہ پانی بائیں کروٹ کے نیچے پہنچ جائے۔ پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر اسی طرح بائیں کروٹ پر سر سے پیر تک تین مرتبہ پانی ڈالا جائے کہ پانی دائیں کروٹ تک پہنچ جائے۔ پانی ڈالتے ہوئے بدن کو بھی آہستہ آہستہ ملا جائے، اگر میسر ہو تو صابون

بھی استعمال کریں۔

اس کے بعد میت کی پشت کو سہارا دے کر بٹھانے کے قریب کر دیں اور پیٹ کو اوپر سے نیچے کی طرف آہستہ آہستہ ملیں اور دبائیں اگر کچھ نجاست نکلے تو صرف اس کو پونچھ کر دھوڈالیں، وضوو غسل لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد اس کو بائیں کروٹ پر لٹا کر کافور ملا ہوا پانی سر سے پیر تک تین دفعہ ڈالیں، پھر سارے بدن کو تولیہ وغیرہ سے پونچھ دیا جائے۔

مذکورہ طریقہ اور ترتیب سے غسل دینا مسنون ہے، اگر کوئی اس طرح نہ نہلائے بل کہ سارے بدن پر صرف ایک مرتبہ پانی بہادے تب بھی واجب غسل ہو جائے گا۔(کتاب المسائل:۵۵۰/۱، ۵۵۱)

ویصب علیه ماء مغلی بسدرأو حرض إن تیسر والا فماء خالص الی قوله : ویصب علیه الماء عند کل اضطجاع ثلاث مرات لما مر ، وإن زاد علیها أو نقص جاز إذا الواجب مرة ....وینشف فی ثوب.

(درمختار مع الشامی :۸۷/۳تا۸۹،زکریا)

مسافر اجنبی مرد کو غسل دینے والوں میں ترتیب:

اگر کوئی مرد حالت سفر میں وفات پا جائے تو دیکھا جائے گا:اگر ساتھ میں دوسرے مرد بھی موجود ہیں تو مرد ہی اس کو غسل دیں گے۔

اگر کوئی بھی مرد ساتھ میں موجود نہ ہو بلکہ عورتیں موجود ہوں اور مرد کی بیوی ان میں موجود ہو تو وہی شوہر کو غسل دے کر کفن پہنائے گی اور سب عورتیں اس پر نماز پڑھیں گی۔

اور اگر ان عورتوں میں متوفی کی بیوی موجود نہ ہوں لیکن کوئی کافر شخص موجود ہوں تو عورتیں اسکو طریقۂ غسل میت سیکھا دے گی یہاں تک کہ وہ شخص اسکو غسل دے کر کفن پہنا دے، پھر عورتیں اسپر نماز پڑھ کر دفن کر دے گی، یہ اسلئے کہ جنس کا جنس کو دیکھنا بالمقابل غیر جنس کے اخف ہے اگر چہ دین و مذہب میں موافقت نہ ہو

اور اگر ان کے درمیان کوئی بھی مرد موجود نہ ہو، نہ مسلم اور نہ کافر؛ لیکن ایسی چھوٹی بچی جو حد شہوت کو نہ پہنچی ہو موجود ہوں اور وہ غسل دینے کی طاقت رکھتی ہو تو دوسری عورتیں اس کو غسل سکھا دے گی یہاں تک کہ وہ بچی غسل دے دے، اور تکفین بھی کر دے، اس لئے کہ ستر کا حکم ابھی اس بچی کے حق میں لازم نہیں ہوا ہے، اس لئے اس کا غسل دینا درست ہے۔

اور اگر چھوٹی بچی بھی موجود نہ ہو تو یہ عورتیں اس مرد کو غسل نہیں دے گی چاہے ان عورتوں میں میت کی ذو رحم محرم عورت موجود ہو یا نہ ہو اس لئے کہ ستر دیکھنے کے حکم میں محرم اور اجنبیہ دونوں برابر ہیں، کوئی فرق نہیں، پس جیسے اجنبیہ عورت غسل نہیں دے سکتی اسی طرح محرم عورت بھی غسل نہیں دے سکتی، البتہ یہ عورتیں تیمّم کرائے گی؛ لیکن اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر تیمّم کرانے والی عورت محرم ہے تو ہاتھ پر کپڑا باندھے بغیر تیمّم کرا سکتی ہے، اگر اجنبیہ تیمّم کراتی ہے تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمّم کرائے گی، اس لئے کہ اجنبیہ کے لئے اس میت کی زندگی میں چھونا جائز نہیں تھا تو یہی حکم بعد الوفات بھی باقی رہے گا۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴/۲۹۴، جدید)

أما الرجل فنقول : إذا مات رجل فی سفر فإن کان معه رجال یغسله الرجل، و إن کان معه نساء لارجل فیهن، فإن کان فیهن امرأته غسلته و کفنته وصلین علیه و تدفنه..... ولو لم یکن فیهن امرأته ولکن معهن رجل کافر علمنه غسل المیت، ویخلین بینهما حتی یغسله ویکفنه ثم یصلین علیه ویدفنه، لأن نظر الجنس إلی الجنس أخف، وإن لم یکن بینهما موافقة فی الدین، فإن لم یکن معهن رجل لا مسلم ولا کافر، فإن کان معهن صبیة صغیرة لم تبلغ حد الشهوة و أطاقت الغسل ، ویخلین بینه وبینها حتی تغسله وتکفنه، لأن حکم العورة غیر ثابت فی حقها، وإن لم یکن معهن ذلك، فإنهن لایغسلنه سواء کن ذوات رحم محرم منه أولا ، لأن المحرم فی حکم النظر الی العورة والأجنبیة سواء، فکما لاتغسله الأجنبیة ، فکذا ذوات محارمه ولکن ییممنه غیرأن المیممة، إذا کانت ذات رحم محرم منه تیممه بغیر خرقة، وإن لم تکن ذات رحم محرم منه تیممه بخرقة تلفها علی کفها، لأنه لم یکن لها أن تمسه فی حیاته فکذا بعد وفاته.

(بدائع الصنائع : ۳۳/۲، ۳۴، زکریا)

مسافرہ اجنبیہ عورت کو غسل دینے والوں میں ترتیب:

اگر کوئی عورت حالتِ سفر میں وفات پا جائے تو ایسی صورت میں اگر ساتھ میں دوسری عورتیں موجود ہیں تو وہ عورتیں اس کو غسل دے گی، شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی کو غسل دے۔

اگر ساتھ میں کوئی بھی مسلمان عورت موجود نہ ہو اور کافر عورت موجود ہو تو مرد اس کو طریقۂ غسل سکھادے یہاں تک کہ وہ اس کو غسل دے کر کفن پہنادے پھر مرد اس پر نماز پڑھ کر دفن کردے۔

اور اگر وہاں کوئی بھی عورت موجود نہ ہو، نہ مسلمان نہ کافر؛ لیکن ایسا چھوٹا بچہ موجود ہو جو حد شہوت تک نہ پہنچا ہو اور وہ غسل دینے کی طاقت رکھتا ہو تو اس کو طریقۂ غسل سکھادے وہ بچہ اس عورت کو غسل دے کر کفن پہنائے گا۔

اور اگر چھوٹا بچہ بھی موجود نہ ہو تو پھر اس کو غسل نہیں دیا جائے گا؛ لیکن مرد اس کو تیمّم کرادے، یہ متیمم مرد اگر محرم ہے تو ہاتھ میں کپڑا باندھے بغیر تیمّم کراسکتا ہے اور اگر متیمم غیر محرم ہو تو ہاتھ پر کپڑا باندھ لے، اور تیمّم کرانے کی صورت میں عورت کی کلائیوں کو نہ دیکھے اس لئے کہ عورت کی زندگی میں اجنبی کے لئے اس کا دیکھنا جائز نہیں تھا اسی طرح موت کے بعد بھی جائز نہیں ہوگا، اور چہرہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حالت حیات میں۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۹۴/۴، جدید)

وأما المرأة فنقول إذا ماتت امرأة في سفر فإن كان معها نساء غسلتها وليس لزوجها أن يغسلها عندنا...... وإن لم يكن هناك نساء مسلمات ومعهم امرأة كافرة علمواها الغسل ويخلون بينهما حتى تغسلها وتكفنها، ثم يصلي عليها الرجال يدفنونها لما ذكرنا وإن لم يكن معهم نساء لامسلمة ولا كافرة، فإن كان معهم صبي لم يبلغ حد الشهوة وأطاق الغسل علمواه الغسل، فيغسلها ويكفنها لما

بينـا، وإن لـم يكن معهم ذلك فإنها لاتغسل، ولكنها تيمم لما ذكرنا غيـر أن الـميمم لها إن كان محرما لهاييممها بغير خرقة، وإن لم يكن مـحـرمـا لهـا فـمع الخرقة يلفها على كفه لمامر، ويعرض بوجهه عن ذراعيهـا،لأن فـى حـالة الـحيـاة ما كان للأجنبى أن ينظر إلى ذراعيها فكذا بعد الموت ولا بأس أن ينظر إلى وجهها كما فى حالة الحياة.

(بدائع الصنائع: ٣٥/٢، ٣٦، زكريا)

ایک سے زیادہ جنازے رکھنے میں ترتیب

متحدالجنس جنازوں میں ترتیب

اگرایک ہی جنس کے بہت سارے جنازے جمع ہوجائیں جیسے،صرف مردیا صرف عورتیں یاصرف بچے یاان کے علاوہ؛ توان کوامام کے آگے رکھنے کی ترتیب میں اختیار ہے، چاہےتو تمام جنازے ایک لمبی صف میں رکھ دے، جیسے کہ وہ حالتِ حیات میں نماز کے لئے صف بناتے تھے، اوراگر چاہےتو ان کو یکے بعد دیگرے قبلہ کے سامنے والی جہت میں رکھے تاکہ امام تمام کے سامنے کھڑارہے، یہ مسئلہ ظاہرالروایت کے مطابق ہے۔
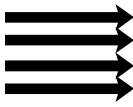
حضرت امام ابوحنیفہؒ سے ظاہرالروایت کے علاوہ ایک دوسری روایت یہ بھی منقول ہے کہ مذکورہ دوطریقوں میں سے دوسراطریقہ پہلے کے مقابلہ میں افضل ہے، اس لئے کہ سنت یہ ہے کہ امام میت کے سامنے کھڑارہے اور یہ اسی وقت ہو

سکتا ہے جبکہ دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے، اگر دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے میت کو رکھا جائے تو مناسب یہ ہے کہ ان میں جو افضل ہو اس کو امام کے قریب رکھا جائے، یہی امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: 'میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ اہل فضل کو امام کے قریب رکھا جائے، نبی کریم ﷺ کے فرمان'' لیلنی منکم أولو الأحلام والنهی '' کی وجہ سے۔

تمام جنازے امام کے سامنے رکھنے میں دو قسم کی ترتیب درست ہے۔

(۱) دوسرے کا سر پہلے کے سر کے مقابلہ میں ہو، اسی طرح تمام جنازے رکھے جائیں، جیسے پیچھے اس کی شکل بیان کی گئی ہے۔

(۲) ترتیب زینہ (سیڑھی) کی طرح ہو یعنی دوسرے کا سر پہلے کے کندھے کے مقابل ہو؛ دونوں صورتیں درست ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ اگر دوسرے کا سر پہلے کے کندھے کے مقابلہ میں ہو تو اچھا ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو اسی ترتیب سے دفن کیا گیا ہے، لہٰذا نماز میں بھی اس ترتیب کا لحاظ کرنا مستحسن ہے۔ (احسن الفتاوی: ۴/ ۲۰۸)
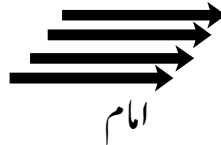
امام

ثم كيف توضع الجنائز إذا اجتمعت فنقول : لا يخلو إما إن كانت من جنس واحد أو اختلف الجنس، فإن كان الجنس متحدا فإن شاؤا جعلوها صفا واحدا كما يصطفون فی حال حياتهم عند

الصلاة، وإن شاؤا وضعوا واحدا بعد واحد ممايلی القبلة ليقوم الإمام بحذاء الكل هذا جواب ظاهر الرواية.

وروی عن أبی حنيفة رحمه الله تعالی فی غير رواية الأصول أن الثانی أولی من الأول، لأن السنة هی قيام الإمام بحذاء الميت هو يحصل فی الثانی دون الأول، وإذا وضعوا واحدا بعد واحد ينبغی أن يكون أفضلهم مما يلی الإمام ، كذا روی عن أبی حنيفة رحمه اله تعالی أنه يوضع أفضلها مما يلی الإمام وأسنهما.

وقال أبو يوسف رحمه الله تعالی : والأحسن عندی أن يكون أهل الفضل ممايلی الإمام لقوله ﷺ "ليلنی منكم أولوا الأحلام والنهی" ثم إن وضع رأس كل واحد منهم بحذاء رأس صاحبه فحسن، وإن وضع شبه الدرج كما قال ابن ابی ليلی وهو أن يكون رأس الثانی عن منكب الأولی فحسن، كذا روی عن أبی حنيفة أنه إن وضع هكذا فحسن أيضا، لأن النبی ﷺ وصاحبيه رضی الله عنهما دفنوا علی هذه الصفة فيحسن الوضع للصلاة علی هذا الترتيب أيضا.

(بدائع:٥٦/٢،زکریا،شامی :١١٨/٣)

مختلف الجنس جنازوں میں ترتیب:

اگر الگ الگ جنازے جمع ہو جائیں جیسے مرد اور عورتیں؛ تو ایسی صورت میں مردوں کو امام کے قریب رکھا جائے گا اور عورتوں کو مردوں کے پیچھے قبلہ والی جانب رکھا جائے گا، اس لئے کہ یہ لوگ حالت حیات میں اسی طرح امام کے پیچھے

صف بناتے تھے، پھر مرد بہ نسبت عورتوں کے امام کے زیادہ قریب کھڑے رہتے تھے، تو اسی طرح موت کے بعد بھی ایسا کیا جائے گا۔

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ عورتوں کو امام کے قریب رکھا جائے گا اور مردوں کو عورتوں کے پیچھے، اس لئے کہ حالت حیات میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں جہت قبلہ کے اعتبار سے عورتوں کی صف مردوں کے پیچھے رہتی ہے، اسی طرح جنائز رکھنے میں بھی اس ترتیب کا لحاظ رکھا جائے۔

وأما إذا اختلف الجنس بأن كانوا رجالا و نساءً توضع الرجال مما يلى الإمام والنساء خلف الرجال مما يلى القبلة، لأنهم هكذا يصطفون خلف الإمام فى حال الحياة ، ثم إن الرجال يكونون أقرب إلى الإمام من النساء، فكذا بعد الموت، ومن العلماء من قال : توضع النساء مما يلى الإمام والرجال خلفهن، لأن فى الصلاة بالجماعة فى حال الحياة صف النساء خلف صف الرجال الى القبلة ، فكذا فى وضع الجنائز. (بدائع الصنائع : ٥٦/٢ زكريا)

متعدد انواع کے جنازوں میں ترتیب

مردوں، عورتوں، بچوں اور بچیوں کے جنائز جمع ہونے کے وقت مردوں کو امام کے قریب رکھا جائے گا، پھر بچوں کو ان کے پیچھے، پھر خنثیٰ کو، پھر عورتوں کو، پھر بچیوں کو۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان لیلنى منكم او لو الاحلام والنهى ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم '' کا یہی تقاضا ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ یہ لوگ اپنی حیات میں امام کے پیچھے اسی طرح صف بندی کرتے تھے تو بعد الوفات بھی

انہیں اسی طرح رکھا جائے گا۔ (فتاوی رحیمیہ:۳/ ۴۹۴،کتاب النوازل:۶/ ۱۲۳)(تصویر)

ولـو اجتـمـع جـنــازـة رجل وصبى وخنثى وامرأة وصبية وضع الـرجل مما يلى الإمام، والصبى وراءه ثم الخنثى ثم المرأة ثم الصبية والأصـل فيـه قـول الـنبـى ﷺ: ليـلنى منكم أولوا الأحلام والنهى ثم الـذيـن يـلـونهـم ثم الذين يلونهم" ولأنهم هكذا يقومون فى الصف خلف الإمام حالة الحياة، فيوضعون كذلك بعد الموت.

(بدائع الصنائع: ٢ / ٥٦ زكريا)

نمازِ جنازہ کی امامت میں ترتیب:

نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار امیر ہے،اگر وہ حاضر نہ ہوتو اس کا نائب، اگر نائب نہ ہوتو قاضی، پھر امام جامع مسجد، پھر امام محلّہ، بشرطیکہ امام ولی سے افضل ہو ورنہ ولی کو مقدم کیا جائے گا۔ ولاۃ کی تقدیم واجب ہے اور امام کی مندوب ہے، پھر ولی بترتیب ولایت نکاح رہیں گے؛ مگر اس میں باپ بیٹے پر مقدم ہے پھر شوہر پھر پڑوسی۔

(احسن الفتاوی:۴/ ۲۰۷، کتاب المسائل ۲: ۸۲، ۸۳)

(ويـقـدم فى الصلاة عليه السلطان) إن حضر (أو نائبه) وهو أمير المصر (ثم القاضى) .....(ثم إمام الحى) فيه إيهام وذلك أن تقديم الولاة واجب وتقديم إمام الحى مندوب فقط بشرط أن يكون أفضل مـن الولى وإلا فـالولى أولـى كـمـا فـى الـمجتبى وشرح المجموع لـلـمـصـنف (ثم الولى) بترتيب عصوبة النكاح إلا الأب فيـقدم على

الابن اتفاقا .... فإن لم يكن له ولی فالزوج ثم الجيران.

(تنوير الابصار مع الدر علی هامش الرد : ٣ / ١١٩، زكريا)

فرض نماز اور صلاۃ جنازہ میں ترتیب:

اگر جنازہ مسجد میں فرض نماز کے وقت لایا گیا ہو تو ایسی صورت میں فرض نماز کو مقدم کیا جائے گا اس کے بعد صلاۃ جنازہ پڑھی جائے گی۔

(فتاوی محمودیہ: ۵۶۳/۸، ڈابھیل)

عن الحسن وابن سرینؒ قالوا إذا حضرت الجنازة و الصلاة المكتوبة يبدأ بصلاة المكتوبة، (مصنف ابن ابی شيبه : ٢ / ٤٨٥، حديث ١١٣٢٩، باب فی الجنازة تحضر وصلاة المكتوبة بأيهما يبدأ،دارالكتب العلمية)

يبدأ بصلاة المغرب ثم يصلون، علی الجنازة.

(البحر الرائق: ١/ ٤٤٠، كتاب الصلاة ، رشيدية)

ولو حضرت الجنازه فی وقت المغرب تقدم صلاة المغرب ثم تصلی الجنازة الخ...(الحلبی الكبيری: ٦٠٧ ، سهيل اكيڈمی لاهور)

نماز کی سنتوں اور صلاۃ جنازہ میں ترتیب:

صلاۃ جنازہ فرض کفایہ ہے، اس لئے اصل تو یہ ہے کہ اگر فرض نماز کے وقت جنازہ آجائے تو فرض عین کے بعد فرض کفایہ یعنی نمازِ جنازہ پڑھی جائے، اس کے بعد فرض نماز کی سنن ادا کی جائیں، لیکن اگر اس میں سنت مؤکدہ کے بالکل ہی ترک ہو جانے کا اندیشہ ہو تو سنت مؤکدہ پہلے پڑھیں پھر نماز جنازہ

پڑھیں اور فتوی بھی اسی پر ہے کہ سنتوں کو جنازہ سے مقدم کیا جائے اور بعد میں جنازہ کی نماز پڑھی جائے۔

(فتاوی محمودیہ:۸/۵۶۵،۵۶۶،۵۶۷،کتاب النوازل:۶/۱۳۸،احسن الفتاوی:۴/۳۱۸،زکریا)

وفی الدر: تقدم (صلاة الجنازة علی الخطبة) وعلی سنة المغرب وغيرها..... لكن فی البحر قبيل الأذان عن الحلبی الفتوی علی تاخير الجنازة عن السنة.

وفی الشامية: قوله (وغيرها) كسنة الظهر والجمعة والعشاء.... قوله (عن السنة) أی سنة الجمعة كما صرح به هناك وقال: فعلی هذا تؤخر عن سنة المغرب لأنها آكد اهـ فافهم.

(شامی مع الدر: ۳/ ٤٦ ، زكريا)

وهكذا فی البحر الرائق: ١/ ٤٤٠ كتاب الصلاة ، مكتبه رشيديه ، حلبی كبيری: ٦٠٧، سهيل اكيڈمی، لاهور.

صلاۃ عید، نماز جنازہ اور خطبۂ عید میں ترتیب:

اگر عید کے دن جنازہ لایا گیا تو ایسی صورت میں پہلے عید کی نماز پڑھی جائے گی پھر صلاۃ جنازہ اس کے بعد عید کا خطبہ دیا جائے گا۔

(فتاوی محمودیہ:۸/۵۶۸،ڈابھیل،کتاب النوازل،:۶/۱۳۸،۱۳۹)

وتقدم صلاتها (أی صلاة العيد) علی صلاة الجنازة إذا اجتمعا، لأنه واجب عينا والجنازة كفاية، وتقدم صلاة الجنازة علی الخطبة أی خطبة العيد و ذلك لفرضيتها و سنية الخطبة. (در مختار و شامی

: ۳ / ٤٦ زکریا)

ولـو حـضـرت وقـت الـعيـد قـدمـت الـعيـد عليها ثم هى على الخطبة. (حلبی کبیری : ٦٠٧، سهيلى)

وتـقـدم صـلاة العيد على صلاة الجنازة إذا اجتمعا وتقدم صلاة الجنازة على الخطبة كذا فى القنية . (الفتاوى العالمگيريه: ١٥٢/١، زكريا)

صلاۃ جنازہ اورکسوف میں ترتیب:

اگر کسوف اور صلاۃ جنازہ جمع ہو جائیں تو ایسی صورت میں نماز جنازہ کو مقدم کیا جائے گا اس کے بعد نماز کسوف ادا کی جائے گی۔

وفـى الـجـوهـرة مـن بـاب الكسوف : إذا اجتمع الكسوف و الـجنازة بدئ بالجنازة لأنها فرض وقد يخشى على الميت التغير، اهـ أى لطول صلاة الكسوف . (رد المحتار على الدر: ۳ / ٤٧، زكريا)

ایک قبر میں بہت سارے جنائز رکھنے کی ترتیب:

آدمؑ سے لے کر اب تک سنت یہی چلی آرہی ہے کہ ایک قبر میں ایک ہی میت کو دفن کیا جائے، لیکن کبھی ضرورت کی وجہ سے ایک قبر میں زیادہ میتوں کو دفن کرنا پڑے اور جنازے صرف مردوں کے ہوں تو بہتر یہ ہے کہ ان میں سے جو افضل ہو اس کو پہلے رکھا جائے پھر دوسروں کو؛ البتہ دو میت کے درمیان مٹی سے فاصلہ کر دیا جائے۔

ولا یـدفن الرجلان أو أكثر فی قبر واحد، هكذا جرت السنة من لدن آدم إلى يومنا هذا، فإن احتاجوا إلى ذلك قدموا أفضلهما و جعلوا بيـنهـمـا حـاجزا من الصعيد، لما روى عن النبی ﷺ: ' أنه أمر بدفن قتـلـى أحـد' وكان يدفن فی القبر رجلان أوثلاثة وقال قدموا أكثرهم قرآنا'. (بدائع الصنائع: ٦٣/٢ زكريا)

مرد اور عورت کو ایک قبر میں دفن کرنے کی ترتیب:

اگر مرد اور عورت کو ایک قبر میں دفن کرنے کی ضرورت پڑے تو جہت قبلہ کا اعتبار کرتے ہوئے مرد کو مقدم کیا جائے گا اور عورت کو پیچھے رکھا جائے گا۔

وإن كـان رجل و امرأة قدم الرجل ممايلی القبلة ، والمرأة خلفه اعتبارا بحال الحياة. (بدائع الصنائع: ٦٣/٢)

مرد، عورت، بچے، خنثیٰ اور بچیوں کو ایک قبر میں دفن کرنے میں ترتیب:

اگر مذکورہ بالا تمام لوگوں کے جنائز جمع ہو جائیں اور ان کو ایک قبر میں دفن کرنے کی ضرورت پڑے تو ایسی صورت میں جانب قبلہ سے ابتداء کرتے ہوئے مرد کو پہلے رکھا جائے پھر بچے کو اس کے بعد پھر خنثیٰ کو پھر عورت کو پھر بچی کو رکھا جائے گا، اس لئے کہ یہ لوگ زندگی میں امام کے پیچھے اسی طرح صف بندی کرتے تھے، اور اسی طرح نمازِ جنازہ کے لیے ان کے جنائز رکھے جاتے ہیں، لہٰذا اسی طرح قبر میں بھی رکھا جائے گا۔

ولـو اجتـمـع رجل وامرأة وصبی وخنثی وصبية دفن الرجل مما

يـلـى الـقبـلة، ثـم الصبى خلفه ثم الخنثى، ثم الأنثى ثم الصبية، لأنهم هـكـذا يـصطفون خلف الإمام حالة الحياة، وهكذا توضع جنائز هم عند الصلاة عليها، فكذا فى القبر. (بدائع الصنائع: ٢:٦٣ زكريا)

كتاب الزكاة

مصارف زکاۃ میں ترتیب:

فقہاءِ احناف کے نزدیک مصارف زکوۃ میں سے کسی ایک مصرف کو دینے سے زکوۃ ادا ہو جائے گی، تمام کو دینا ضروری نہیں ہے۔ اس اعتبار سے احناف کے نزدیک مصارف میں ترتیب کا مسئلہ جاری نہیں ہوگا، البتہ کچھ اوصاف ہیں جن کے پائے جانے کی صورت میں ایک صنف کو دوسری صنف پر زکوۃ کی ادائیگی میں مقدم کیا جائے گا، وہ اوصاف مندرجہ ذیل ہے:

(ا) شدت حاجت:

مصارف زکوۃ میں سے جو زیادہ محتاج اور ضرورت مند ہوگا اس کو دوسروں کے مقابلہ میں مقدم کیا جائے گا۔ (فتاوی رحیمیہ: ۳/۶۰۶، ۶۰۷)

(قـال) وإن وضـع الـعشـر أو الزكاة فى صنف واحد من غير أن يـأتـى به السلطان وسعه ذلك فيما بينه و بين الله تعالى.... ثم هؤلاء الأصـنـاف مـصـارف الـصدقات لا مستحقون لها عندنا حتى يجوز الصرف إلى واحد منهم..... أما الآية فقد قال ابن عباسؓ المراد بيان

المصارف فإلى أيهم انصرفت أجزأت كما أن الله تعالى أمره باستقبال الكعبة في الصلاة وإذا استقبل جزءً كان ممتثلا للأمر ألاترى إن الله تعالى ذكر الأصناف باوصاف تنبئ عن الحاجة فعرفنا أن المقصود سد خلة المحتاج .(المبسوط: ۳ / ۸، ۱۰،۱۱)

وكره نقلها بعد تمام الحول لبلد آخر لغير قريب وأحوج.

وفي الطحطاوی : قوله (وأحوج) لأن المقصود منها سد خلة المحتاج فمن كان أحوج كان أولى بحر.

(طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۷۲۲، دار الکتاب) (وھکذافی الفتاوی الھندیه : ۱/ ۲٤۰، دار الاحیاء التراث، بیروت)

(۲) قرابت:

ایسے رشتہ دار جن کوزکوۃ دینا جائز ہے، ان کوزکوۃ دینا دوسروں کوزکاۃ دینے کے مقابلہ میں زیادہ بہتر ہے۔ان میں بھی اقرب فالاقرب کی ترتیب کا اعتبار ہوگا یعنی جورشتہ داری میں جتنا قریب ہو اس کو دوسرے رشتہ دار پر مقدم کیا جائے گا۔

والأفضل صرفها للأقرب فالأقرب من كل ذی رحم محرم منه ثم جيرانه، ثم لأهل محلته ثم لأهل حرفته ثم لأهل بلدته وقال الشيخ أبو حفص الكبير رحمه الله لاتقبل صدقة الرجل وقرابته محاويج حتى يبدأ بهم فيسد حاجتهم قال الطحطاوی : قوله (والأفضل صرفها للأقرب فالأقرب الخ) قال في النهر : والأولى صرفها إلى أخوته الفقراء، ثم أولادهم ، ثم أعمامه الفقراء ثم أخواله ثم ذوى الأرحام ثم جيرانه ثم أهل سكنه، ثم أهل ربضه اهـ، قوله :(لاتقبل

صدقة الرجل) أى لايثاب عليها ، وإن سقط الفرض، ومثل الرجل المرء ة كذا فى كتابة الدر .

(طحطاوى على مراقى الفلاح :۷۲۲، دار الكتاب ديوبند، هنديه : ۱/ ۲٤۱، بيروت)

ترجمہ: زکوۃ کی رقم ذی رحم محرم رشتہ داروں میں سے جوسب سے قریب ہو اس سے ابتداء کرتے ہوئے صرف کرنا افضل ہے، شیخ ابوحفص کبیر فرماتے ہیں: مرد کی زکوۃ قبول نہیں ہوتی ہے جبکہ اس کے رشتہ دار ضرورت مند ہوں، یہاں تک کہ ان سے ابتداء کرتے ہوئے ان کی حاجت کو پوری کردے۔

علامہ طحطاوی مصنف کے قول والافضل صرفها الاقرب فالاقرب کے تحت فرماتے ہیں کہ صاحب نہر نے فرمایا: اولی اور بہتر یہ ہے کہ زکوۃ کی رقم اپنے محتاج بھائیوں پرخرچ کرے پھر بھائی کی اولاد پر، پھر اپنے تنگ دست چچاؤں پر، پھر اپنے ماموؤں پر، پھر ذوی الأرحام رشتہ داروں پر، اس کے بعد پڑوسی پر، پھر محلّہ والوں پر، پھر گاؤں والوں پر۔

اور مصنف کے قول لا تقبل صدقة الرجل کے تحت فرماتے ہیں: صدقہ قبول نہ ہونے سے مراد اس پر ثواب حاصل نہیں ہوگا اگر چہ ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا، اور عورت کا حکم بھی مرد کے مانند ہے ،یعنی عورت بھی اگر محتاج رشتہ داروں کو چھوڑ کر دوسروں کو زکوۃ وصدقات دے گی تو اس پر ثواب نہیں ملے گا اگر چہ ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا۔

(۳) جوار یعنی پڑوسی ہونا:

اگر پڑوسی محتاج اور ضرورت مند ہوں تو دوسروں کو دینے کے مقابلہ میں اس

کوزکوۃ دینا افضل ہوگا البتہ رشتہ دار اگر محتاج ہو تو وہ پڑوسی پر بھی مقدم رہے گا یعنی رشتہ دار کو دینا ایسی صورت میں بہ نسبت پڑوسی کے افضل ہوگا۔

(حوالۂ بالا :طحطاوی علی مراقی الفلاح : ۷۲۲، دار الکتاب دیوبند، هندیه : ۲٤۱/۱، بیروت)

زکاۃ دینے میں افضلیت کی ترتیب:

افضل اور بہتر یہ ہے کہ زکوۃ اس ترتیب سے دی جائے:

سب سے پہلے رشتہ داروں میں سے جو محتاج ہو ان کو اور ان میں ترتیب الاقرب فالاقرب رہے گی (جیسے بھائی، بہن، پھر ان کی اولاد پھر چچا، پھوپھی، پھر ان کی اولاد پھر ماموں اور خالہ پھر ان کی اولاد پھر ذوی الارحام)

رشتہ داروں کے بعد پڑوسی اگر محتاج ہو تو اس کو دی جائے۔

پھر اپنے ہم پیشہ لوگوں کو۔

پھر شہر والوں کو یا اپنے گاؤں والوں کو۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ:۵۳۸/۹، ڈابھیل)

والأفضل فی الزكاة والفطر و النذور الصرف أولا إلى الإخوة و الأخوات، ثم إلى أولادهم ثم إلى الأعمام والعمات ثم إلى أولادهم، ثم إلى الأخوال والخالات ثم إلى أولاد هم ثم إلى ذوی الأرحام،ثم إلى الجيران ثم إلى أهل حرفته ثم إلى أهل مصره أو قربته ، كذا فی السراج والوهاج.

(الفتاوی الهندیه : ۱/ ۲٤۱، دار احیاء التراث العربی بیروت)

اخراج صدقۂ فطر اور اداءِ صلاۃ عید میں ترتیب:

صدقۂ فطر میں مستحب یہ ہے کہ عید کی نماز کی ادائیگی سے قبل ہی ادا

کردے۔عید کی نماز کے بعد دیا تو بھی ادا ہو جائے گا؛لیکن مکروہ ہے۔

ویستحب إخراجها قبل الخروج إلى المصلى ، وصح لوقدم أو أخر والتأخير مكروه.

(طحطاوی علی مراقی الفلاح:۷۲۵ ، دارالکتاب/امداد الفتاح : ٦٨٦)

وفي حاشيته :لما روى الحاكم في علوم الحديث (١٣١/١) من حديث ابن عمر قال : كان يأمرنارسول الله ﷺ أن نخرج صدقة الفطر قبل الصلاة و كان رسول الله ﷺ يقسمها قبل أن ينصرف إلى المصلى ويقول : اغنوهم عن السؤال في هذاليوم .

(حاشيةامداد الفتاح :٦٨٦)

ومعنى المؤنة يرجح الرأس في كونه سببا على الوقت وإذا كان الوجوب في وقت الفطر من رمضان وعند طلوع الفجر من يوم الفطر يستحب أداء ه كما وجب قبل الخروج إلى المصلى لحديث ابن عمر أن رسول الله ﷺ كان يأمر هم أن يؤدوا صدقة الفطر قبل أن يخرجوا إلى المصلى و قال اغنوهم عن المسئلة في مثل هذا اليوم.

(كتاب المبسوط للسرخسی : ۳ / ۱۰۲، دار الفكر)

ہلاک کو عفو کی جانب پھیرنے کی ترتیب:

حضرات شیخینؒ کے نزدیک زکاۃ فقط نصاب میں واجب ہوتی ہے ،عفو میں نہیں، جب کہ امام محمدؒ اور زفرؒ کے نزدیک نصاب اور عفو دونوں میں زکاۃ واجب ہوتی ہے۔

نصاب سے مراد مال کی وہ مقدار جو شریعت کی طرف سے کسی مقدارِ زکوۃ کے وجوب کے لیے مشروط قرار دی گئی ہے۔جیسے پانچ اونٹ میں ایک بکری، دس اونٹ میں دو بکری واجب ہوتی ہے،اس کو نصاب کہا جائے گا اور اگر کسی کے پاس نو اونٹ ہو تو پانچ کو نصاب اور چھ سے نو تک کو عفو کہا جائے گا۔

ثمرۂ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوگا، جب کسی کے پاس نو اونٹ ہو اور سال گذر جانے کے بعد چار اونٹ ہلاک ہو جائے اور پانچ اونٹ بچے تو ایسی صورت میں شیخینؒ کے نزدیک چوں کہ نصاب باقی ہے اس لئے ایک بکری واجب ہوگی اور امام محمدؒ اور زفرؒ کے نزدیک چوں کہ حولانِ حول کے وقت مال کی جو مقدار تھی اس پوری مقدار میں زکوۃ واجب ہوئی تھی اس لئے بکری کی قیمت کے نو حصے کئے جائیں گے ان میں سے چار حصے ساقط ہو کر پانچ حصے کے بقدر زکاۃ واجب ہوگی۔

اسی طرح اگر کسی کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں اور سال گذرنے کے بعد اسی (۸۰) بکریاں ہلاک ہو گئیں اور چالیس (۴۰) باقی رہیں تو ایسی صورت میں امام محمدؒ اور زفرؒ کے نزدیک بکری کے دو ثلث ساقط ہو جائیں گے اور بکری کے ایک ثلث کے بقدر زکاۃ واجب ہوگی۔

(بکری میں وجوب زکاۃ کا نصاب یہ ہے اگر کسی کے پاس چالیس بکری سے لے کر ایک سو بیس ہو تو اس میں ایک بکری واجب ہوتی ہے)۔

جب کہ شیخینؒ کے نزدیک نصاب کے باقی ہونے کی وجہ سے مکمل ایک بکری واجب ہوگی، اس لئے کہ زکاۃ نصاب میں واجب ہوتی ہے نہ کہ عفو میں،

یعنی صورتِ مذکور میں ایک سوبیس بکریاں ہونے کے باوجود؛ بطور زکوۃ ایک بکری کا وجوب چالیس بکریوں پر ہی تھا، ایک سوبیس پر نہیں۔ لہٰذا مذکورہ دونوں صورتوں میں نصاب باقی ہے اس لئے مکمل زکاۃ واجب ہوگی۔

اوراس لئے بھی کہ زکاۃ میں نصاب اصل ہے اور عفو اس کا تابع ہے لہٰذا ہلاک کو پہلے عفو یعنی تابع کی طرف پھیرا جائے گا، جیسے مال مضاربت میں کوئی چیز ہلاک ہو تو اس کو سب سے پہلے نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے پھر رأس المال کی طرف؛ کیوں کہ رأس المال اصل ہے اور نفع اس کا تابع ہے، اسی طرح مذکورہ مسئلہ میں بھی یہی حکم رہے گا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ حضرات شیخینؒ کے نزدیک زکوۃ نصاب میں واجب ہوگی، عفو میں نہیں۔ پھر حضراتِ شیخینؒ کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ اگر کسی کے پاس بالترتیب چند نصاب ہوں، جیسے ۳۶ ،اونٹ، (جو پانچ پانچ اونٹ کے چار نصاب، ۲۵ اونٹ کا بنت مخاض والا نصاب اور ۲۶ سے ۳۶ تک کے بنت لبون والا نصاب، یعنی کل ٦ نصابوں کے مجموعہ) میں سے کچھ ہلاک ہو جائے تو یا ہلاک کو اس نصاب کی طرف پھیرنا پڑے تو اس کا طریقہ کیا ہوگا؟

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس چند نصاب ہو اور اس میں سے کچھ ہلاک ہو جائے تو ہلاک کو سب سے پہلے عفو کی طرف پھیرا جائے گا اگر ہلاک عفو سے مکمل نہ ہو تو اس کو نصابِ اخیر کی جانب پھیرا جائے گا، اگر ہلاک اس سے بھی مکمل نہ ہو تو اس نصاب کی طرف پھیرا جائے گا جو اس سے متصل ہو، اسی طرح کیا جائے گا یہاں تک کہ ہلاک نصاب اول تک ختم ہو جائے، اور ہلاک ختم ہونے

کے بعد جو نصاب بچے، اس نصاب کو اصل محلِ وجوب سمجھا جائے گا اور اسی اعتبار سے زکوۃ واجب ہوگی۔

اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک آخری عفو وضع کرنے کے بعد جو آخری نصاب ہوگا وہ پورا محلِ وجوب ہے، متعدد نصابوں کے درمیان میں آنے والا عفو گویا عفو نہیں، بلکہ جزوِ نصاب ہے، لہٰذا آخری نصاب پر واجب ہونے والی مقدارِ زکوۃ شائع طور پر تمام نصاب پر واجب ہوگی۔

اس اعتبار سے جب کچھ مال ہلاک ہو تو سب سے پہلے آخری عفو کی طرف پھیرا جائے گا اگر ہلاک اس سے مکمل نہ ہو تو تمام نصابوں کی طرف شائع طور پر پھیرا جائے گا۔

مثلاً کسی کے پاس چالیس اونٹ تھے اور ان پر سال گذرنے کے بعد ان میں سے بیس ہلاک ہو گئے تو اس صورت میں امام صاحب کے نزدیک زکاۃ میں چار بکریاں واجب ہوگی، بایں طور کہ جب بیس اونٹ ہلاک ہو گئے تو اس کو سب سے پہلے عفو یعنی چالیس میں سے چار کی طرف پھیرا گیا (کیوں کہ ۳۶ بنت لبون کا نصاب ہے) لیکن اس سے ہلاک مکمل نہیں ہوا تو اس کو نصابِ اخیر یعنی ۲۶ سے ۳۶ (یعنی بنت مخاض کے نصاب) کی طرف پھیرا گیا، اس کے باوجود ہلاک باقی رہا تو اس کو بعد والے نصاب (۲۱ سے ۲۵ اونٹ) یعنی بنت مخاض کی طرف پھیرا گیا، اب ہلاک کو مکمل ہوگا اور یوں سمجھا جائے گا کہ آدمی کے پاس اب صرف بیس اونٹ باقی رہے اور بیس اونٹ میں سال گذرنے کے بعد چار بکری واجب ہوتی ہے لہٰذا یہاں یہ سمجھا جائے گا کہ سال صرف بیس اونٹ پر ہی گذرا ہے لہٰذا زکاۃ

میں چار ہی بکری واجب ہوگی۔

اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بنت لبون کے چھتیس اجزاء میں سے بیس حصوں کے بقدر زکاۃ واجب ہوگی اور سولہ جزء ساقط ہوجائیں گے، بایں طور کہ چالیس میں سے چار تو عفو ہے، لہٰذا ہلاک شدہ بیس کو سب سے پہلے اس کی طرف پھیرا جائے گا؛ لیکن عفو صرف چار ہے اور ہلاک بیس، اس لئے ہلاک عفو سے مکمل نہیں ہوگا اور سولہ باقی رہیں گے تو ان سولہ کو اس کے بعد تمام نصاب شائع کی طرف پھیرا جائے گا۔

اور یوں سمجھا جائے گا بنت لبون کا محل وجوب یعنی ۳۶، اونٹ میں سے کچھ حصہ ہلاک ہوا اس لیے بنت لبون میں سے بھی اسی قدر زکوۃ کم ہو جائے گی۔ چنانچہ بنت لبون کے چھتیس حصے کئے جائیں گے، جن میں سے سولہ حصے ساقط ہوجائیں گے اور بیس حصے کے بقدر زکاۃ واجب ہوگی

نوٹ: نصاب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس پچیس سے پینتیس اونٹ ہوتو ایک بنت مخاض واجب ہوتا ہے اور چھتیس سے پینتالیس اونٹ ہونے کی صورت میں ایک بنت لبون واجب ہوتا ہے۔

(و) لافی (العفو) أی لاتجب الزكاة فيه وإنما تجب فی النصاب وهذا عند أبی حنيفةؒ وأبی يوسفؒ وقال محمد وزفرؒ تجب فيهما لقوله عليه الصلاة والسلام وفی خمس من الإبل شاة إلى التسع أخبر أن الوجوب فی الكل وكذا قال فی كل نصاب ولأن الزكاة وجبت شكرا لنعمة المال وكله نعمة و يحصل به الغنى ولأن

النصاب منه غير متعين فإذا وجد أكثرمنه تعلق بالكل كنصاب السرقة و المهر والسفر والحيض و كل ماكان مقدورا شرعا وإنما سمى عفو لوجوب الزكاة قبل وجوده ولهما قوله عليه الصلاة والسلام فى خمس من الإبل السائمة شاة وليس فى الزيادة شئ حتى تكون عشرا ذكره فى التحقيق هذا نص على أنه ليس فيه شئ لأن الزيادة على النصاب تسمى فى الشر ع عفوا والعفو مايخلوعن الوجوب وما روياه محمول على أنه محل صالح لأداء الواجب ،وثمرة الخلاف تظهر فيما إذاكان له نصاب وعفو فهلك قدر العفو بعد وجوب الزكاة كتسع من الإبل مثلا فحال عليها الحول فهلك منها أربعة تسقط أربعة أتسا ع شاة عند محمد وزفر ولو كان له مأة وعشرون شاة فحال عليه الحول فهلك منها ثمانون سقط عندهما ثلثا شاة وبقى الثلث لأن الواجب كان فيهما فيسقط بقدر ماهلك وعند أبى حنيفة وأبى يوسف لايسقط شئ لأن الواجب فى النصاب دون العفو وقد بقى النصاب ولأن النصاب أصل والعفو تبع فيصرف الهالك أولا إلى التبع كمال المضاربة إذا هلك يصرف أولا إلى الربح لأنه تبع ولهذا قال أبو حنيفة فيما إذاكان له نصب يصرف الهالك إلى العفو ثم إلى النصاب الأخير ثم إلى الذى يليه كذلك إلى أن ينتهى إلى الأولى لأنه يبنى على النصاب الأول فيكون تبعاله فيصرف الهالك إليه كما فى العفو وأبو يوسف يصرفه إلى العفو أولا ثم إلى النصب شائعا، مثاله إذاكان له أربعون من الإبل فهلك منها عشرون فعند أبى

حـنيـفة يـجـب أربع شياه كأن الحول حال على العشرين فقط وعند مـحـمـد يـجـب نـصف بنت لبون وسقط النصف وعند أبى يوسف يـجـب عشـرون جزاً من ستة وثلاثين جزأ من بنت لبون ويسقط ستة عشـر جـزأ لأن الأربعة من الأربعين عفو فيصرف الهالك إليها أولا ثم إلى النصب الباقية شائعا .

ومـحـمد سوى بين العفو والنصب وأبويوسف فرق بينهما بأن صرف الهالك إلـى الـعـفـو أولا لأن فيه وفى جعله شائعا فى النصب صيـانة الـواجب وليس فى صرفه إلـى النصاب الأخير ذلك لأن الكل سبـب وأبـوحنيفة يقول أن النصاب الأول أصل والباقى تبع لأنه يبنى عـلـى الأول ولهذا لوملك نصابا فقدم زكاة نصب جاز ولولا أنه تبعا لـه لماجاز كما لو قدم قبل أن يملك نصابا فإذا كان تبعا يصرف إليه الهلاك كمافى العفو. (تبيين الحقائق: ٥٤/٢، ٥٥، ٥٦)

کتاب الصوم

نیت اور روزے میں ترتیب کے مسائل

ادائے رمضان و نذر معین کے روزے اور نیت میں ترتیب:

رمضان کے ادا اور نذرِ معین کے روزے میں رات سے یعنی صبح صادق سے پہلے نیت کرنا واجب نہیں ہے، اور نہ ہی روزہ صحیح ہونے کے لئے شرط ہے، بلکہ اداء رمضان اور نذر معین کا روزہ دن میں نصف النہار سے پہلے نیت کر لینے سے کافی ہو جائے گا، یعنی دیگر عبادتوں کے برعکس اس عبادت میں نیت کا مقدم ہونا شرط نہیں۔

(کتاب المسائل: ۲/۱۴۷)

وأما الثالث: وهو وقت النية فالأفضل فی الصيامات كلهاأن ينوی وقت طلوع الفجر إن أمكنه ذلك أو من الليل لأن النية عند طلوع الفجر تقارن أول جزء من العبادة حقيقة ومن الليل تقارنه تقديراً وإن نوى بعد طلوع الفجر فإن كان الصوم دينا لايجوز بالإجماع وإن كان عينا وهو صوم رمضان وصوم التطوع خارج رمضان والمنذ ورالمعين يجوز. (بدائع: ۲ / ۲۲۹، زکریا)

فأما النية بعد طلوع الفجر لصوم رمضان تجوز فی قول علمائنا رحمهم الله تعالى... وفی الكتاب لفظان أحدهما إذا نوى قبل الزوال والثانی إذا نوى قبل انتصاف النهار وهو الاصح .

(مبسوط :٦٢/٣)(وهكذا فى رد المحتارعلى الدر: ٣/ ٣٣٨تا٣٤١، زكريا)

نفل روزہ اور نیت میں ترتیب:

اداء رمضان اور نذر معین کی طرح نفل روزے میں بھی رات سے نیت کرنا واجب اور ضروری نہیں ہے، بل کہ طلوع صبح صادق کے بعد نصف النہار سے پہلے نیت کرلی تو بھی کافی ہوجائے گی۔ (حوالہ بالا: بدائع الصنائع:۲۲۹/۲)

(قال) وتجوز نية صوم التطوع قبل انتصاف النهار (قال) ولو نوى التطوع بعد انتصاف النهار لم يكن صائما عندنا.(مبسوط : ٨٥/٣)

قضاء و کفارے کے روزوں اور نیت میں ترتیب:

رمضان کے قضاء روزے، فاسد شدہ نفل روزے اسی طرح کفارات کے روزے جیسے: کفارۂ یمین، کفارۂ ظہار، کفارۂ قتل اور افطار، صوم تمتع وقران، نذر مطلق اور نذر معین کا قضاء روزہ، ان تمام میں رات سے نیت کرنا تعیین کے ساتھ شرط اور ضروری ہے۔(حوالۂ بالا: بدائع الصنائع:۲۲۹/۲ زکریا)

(وأما القسم الثانى وهو ما يشترط له تعيين النية وتبييتها) ليتأدى به ويسقط عن المكلف (فهو قضاء رمضان وقضاء ما أفسده من نفل، وصوم الكفارات بأنواعها) ككفارة اليمين وصوم التمتع والقران(والنذر المطلق) عن تقييده بزمان.

(طحطاوى على مراقى الفلاح: ٦٤٥، دار الكتاب)

وفى الدر :(والشرط للباقى) من الصيام قران النية للفجر ولو

حکما وهو (تبييت النية) للضرورة (وتعيينها) لعدم تعين الوقت.

وفي الشامي: قوله (والشرط للباقي من الصيام) أي من أنواعه أي الباقي منها بعد الثلاثة المتقدمة في المتن وهو قضاء رمضان والنذر المطلق وقضاء النذر المعين والنفل بعد إفساده والكفارات السبع وما ألحق بها من جزاء الصيد والحلق والمتعة، نهر، وقوله: السبع صوابه الأربع وهي كفارة الظهار والقتل واليمين والإفطار.

(در مختار مع الشامي: ۳/ ۳٤٤،۳٤٥ زكريا)

افطار اور صلاۃ مغرب کی ترتیب:

غروب شمس کے بعد مغرب کی نماز ادا کرنے سے پہلے افطار کر لینا مستحب ہے، حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ ارشاد مبارک ہے کہ "تین چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں: سحری میں تاخیر کرنا، افطار میں جلدی کرنا اور داہنے ہاتھ کو نماز میں بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا"۔ (محمود الفتاوی: ۲/ ۲۰۷)

(و) يستحب (تأخيره) لقوله ﷺ: ثلاث من أخلاق المرسلين تعجيل الإفطار وتأخير السحور ووضع اليمين على الشمال في الصلاة (وتعجيل الفطر من غير يوم غيم) وفي الغيم يحتاط.

وفي الطحطاوي: قوله (وتعجيل الفطر) ويستحب الافطار قبل الصلاة. (طحطاوي على المراقي: ٦٨٣، دار الكتاب/ وهكذا في رد المحتار على الدر: ۳/ ٤٠٠، زكريا)

وفي البدائع: ثلاث من سنن المرسلين: تأخير السحور

وتعجيل الإفطار ووضع اليمين على الشمال تحت السرة في الصلاة وفي رواية قال: ثلاث من أخلاق المرسلين.(بدائع: ٢٦٦/٢)

(وتعجيل الفطر) .... ويستحب الإفطار قبل الصلاة.

(الدر المنتقى في شرح الملتقى: ٣٦٥/١، مكتبه الغفاري)

قضاءِ فرض اور نفل روزے رکھنے کی ترتیب:

اگر کسی کے ذمہ رمضان کے فرض روزوں کی قضاء باقی ہو اور وہ نفل روزے رکھنا چاہتا ہو، تو اس کے لئے نفل روزے رکھنا جائز ہے، چاہے دوسرا رمضان اس حال میں شروع ہو جائے کہ اس کے ذمہ پہلے رمضان کی قضاء باقی ہو، اس لئے کہ قضاء رمضان اور نفل روزے رکھنے میں احناف کے نزدیک ترتیب ضروری نہیں ہے، بل کہ اس کے لئے قضاء روزوں کو دوسرے رمضان کے بعد تک بھی مؤخر کرنے کی گنجائش ہے۔

و حكى القدوري عن الكرخي انه كان يقول في قضاء رمضان أنه موقت بما بين رمضانين و هذا غير سديد، بل المذهب عن أصحابنا أن وجوب القضاء لايتوقت لما ذكرنا أن الأمر بالقضاء مطلق عن تعيين بعض الأوقات دون بعض فيجري على إطلاقه ولهذا قال أصحابنا أنه لايكره لمن عليه قضاء رمضان أن يتطوع، ولو كان للوجوب على الفور لكره له التطوع قبل القضاء، لأنه يكون تأخير الواجب عن وقته المضيق وأنه مكروه وعلى هذا قال أصحابنا أنه إذا أخر قضاء رمضان حتى دخل رمضان آخر فلافدية عليه.

(بدائع الصنائع: ۲/ ۲٦٥، زکریا/البحر الرائق : ۲/ ۳۰۷،دار المعرفه بیروت، ٤۹۹/۲، زکریا، رد المحتار علی الدر : ۳/ ٤۰٥ ، زکریا)

کفارۂ صوم دینے میں ترتیب:

اگر کسی نے بحالت صوم عمداً کھا پی لیا یا جماع کر لیا، تو قضاء کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوگا اور کفارہ میں ترتیب اس طرح رہے گی:

◆ سب سے پہلے غلام آزاد کرے۔

◆◆ اس کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں دو مہینوں کے مسلسل روزے رکھے۔

◆◆◆ اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے۔

اس ترتیب سے کفارہ دینا واجب ہے۔

ومن جامع فيأحد السبيلين عامدا فعليه القضا والكفارة ولو أكل أو شرب ما يتغذى به أو ما يداوى به فعليه القضاء والكفارة--- قال والكفارة مثل كفارة الظهار لما روينا ولحديث الأعرابى فإنه قال يا رسول الله هلكت وأهلكت فقال ماذا صنعت قال واقعت امرأتى فى نهار رمضان متعمدا فقال ﷺ اعتق رقبة فقال لاأملك إلا رقبى هذه فقال صم شهرين متتابعين فقال هل جاء نى ما جاء نى إلا من الصوم فقال أطعم ستين مسكينا فقال لا أجد فأمر رسول الله ﷺ أن يؤتى بفرق من تمر و يروى بعرق فيه تمر خمسة عشر صاعا وقال فرقها على المساكين فقال والله ما بين لابتى المدينة أحد أحوج منى ومن

عيالى فقال كل أنت وعيالك يجزيك ولايجزى أحدا بعدك و هو حجة على الشافعى فى قوله يخير لأن مقتضاه الترتيب.

قوله : يجزيك ، لم يرد فى كتاب من كتب الحديث، البناية۔

وفى لفظ لأبى داود : زاد الزهرى وإنما كان هذا رخصة له خاصة، ولو أن رجلا فعل ذلك اليوم لم يكن له بد من التكفير (فتح القدير) (هدايه مع الحاشية ٢/ ١١٤، مكتبه بشرى/ وهكذافى رد المحتار على الدر : ٣/ ٣٨٥تا ٣٩٠، زكريا)

کون سے کفارے میں ترتیب واجب ہے اور کہاں واجب نہیں؟

کفارۂ صوم (افطار) میں ترتیب واجب ہے، جیسا کہ یہ مسئلہ گذر چکا، اسی طرح کفارۂ ظہار، کفارۂ قتل میں بھی ترتیب واجب ہے جیسا کہ بعد میں اس کا بیان تفصیلاً آئے گا۔

البتہ کفارۂ قسم میں ترتیب واجب نہیں ہے، بل کہ اختیار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر حالف قسم توڑ دے تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور وہ یہ ہے: دس مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلانا یا ان کو کپڑا دینا یا ایک غلام آزاد کرنا، ان تینوں میں اختیار ہے، جس چیز سے چاہے کفارہ ادا کرے۔ اگر ان تینوں میں سے کسی پر بھی قدرت نہ ہو تو تین دن لگاتار روزے رکھے۔ یعنی پہلی تین چیزوں میں ترتیب واجب نہیں، البتہ ان تینوں کے مجموعہ اور روزوں میں ترتیب واجب ہے۔

نوٹ: بعض لوگ کھانا کھلانے یا کپڑا دینے پر استطاعت کے باوجود قسم کا کفارہ تین روزے رکھ کر ادا کرتے ہیں اور یوں خیال کرتے ہیں کہ ان کا کفارہ ادا

ہوگیا، جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ کفارہ ادانہیں ہوا کیوں کہ روزوں کے ذریعہ اداءِ کفارہ صحیح ہونے کے لئے کھانا کھلانے اور کپڑا پہنانے سے عاجز ہونا شرط ہے۔

لايـؤاخذكم الله باللغوفى أيما نكم ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الأيمان فكفا رته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم او كسوتهم أو تحرير رقبة.(سورة المائده: ٨٩)

وقـوله تعالى : (فكفارته إطعام عشرة مساكين) يقتضى إيجاب التـكـفيـر مع القدرة مع بقاء الخطاب بالكفارة وإنما يجوز الصوم مع عدم المذكور بديا لأنه قال : فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام ' فنقله عن أحد الأشياء الثلاثة إلى الصوم عند عدمها، فما دام الخطاب بالكفارة قـائـمـا عـليه لم يجزه الصوم مع وجود الأصل و دخوله فى الصوم لم يسـقـط عنه الخطاب بأحد الأشياء الثلاثة وقوله تعالى : فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام، روى مجاهد عن عبد الله بن مسعود وأبو العالية عن أُبـى فـصيام ثلاثة أيام متتابعات وقال إبراهيم النخعى فى قرائتنا فصيام ثلاثة أيام متتابعات وقال ابن عباس ومجاهد وابراهيم وقتادة وطاؤس : هن متتتابعات لايجزى فيها التفريق فثبت التتابع بقول هؤلاء.

(احكام القرآن الجصاص : ٢/ ٥٧٧)

أن الـواجـب فـى الـكـفـارة واجب مخير حالة اليسار يعنى أن الـموسر مخير بين أحد أمور ثلاثة : إطعام عشرة مساكين أو كسوتهم أو إعتـاق رقبة هـذا بـإجماع العلماء المستند إلى صريح الآية القرآنية فـكـفـارتـه إطـعـام عشـرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو

كسوتهم أو تحرير رقبة لأن الله تعالى عطف بعض هذه الخصال على بعض بحرف أوْ وهو للتخيير ـ

(الفقه الاسلامی و ادلته : ٢٥٧٥/٤، الفصل الثالث الكفارات ، كفارة اليمين)

وفى الدر : وإن عجز عنها كلها وقت الأداء عندنا صام ثلاثة أيام ولاء

وفى الشامية : قوله (وإن عجز) قال فى البحر : أشار إلى أنه لو كان عنده واحد من الأصناف الثلاثة لايجوز له الصوم و ان كان محتاجا إليه وقوله (ولاء) بكسر الواو والمد أى متتابعة لقراء ة ابن مسعود وأُبى فصيام ثلاثة أيام متتابعات فجاز التقييد بها لأنها مشهورة فصارت كخبر المشهور۔

(در مختار مع الشامی : ٥٠٥/٥، مطلب كفارة اليمين، زكريا)

فائدہ: کفارۂ افطار (کفارۂ صوم) اور کفارۂ ظہار دونوں میں جن اشیاء سے کفارہ ادا کیا جاتا ہے وہ دونوں ایک ہی ہیں اور ترتیب بھی دونوں میں واجب ہے، البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ جب کفارۂ ظہار کی ادائیگی روزوں کے ذریعہ ہو، تو جب تک دو مہینے کے روزے مکمل نہیں ہوتے اپنی بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کرنا درست نہیں ہے، خواہ دن میں ہو یا رات میں، عمداً ہو یا نسیاناً اور اگر کرلیا تو ازسرنو دو مہینے پے در پے روزے رکھنے ہوں گے؛ جب کہ کفارۂ افطار روزوں کے ذریعہ ادا کئے جانے کی صورت میں رات میں ازدواجی تعلقات قائم کرنا درست ہے، خواہ عمداً ہو یا نسیاناً، اسی طرح دین میں بھول کر کرلیا تو ازسرنو دو

مہینے کے روزے نہیں رکھنے ہوں گے، البتہ جان بوجھ کر کرلیا تو رکھنے ہوں گے۔

وفی الدر : إذا أفطر بعذر أو بغيره أو وطئها أى المظاهر منها فيهما أى الشهرين مطلقا ليلا أو نهارا ، عامدا أو ناسيا كما فى المختار، استأنف الصوم۔

قال الشامى : تنبيه : فى التشبيه إشارة أنه لا يلزم كونها مثلها من كل وجه ، فإن المسيس فى اثنائها يقطع التتابع فى كفارة الظهار مطلقا عمدا أو ناسيا ليلا أو نهارا للآية، بخلاف كفارة الصوم والقتل فيه فإنه لا يقطعه فيهما إلا الفطر بعذر أو بغير عذر، فتأمل ، فقد زلت بعض الأقدام فى هذا المقام، رملى ونحوه فى القهستانى والحاصل انه لايقطع التتابع هنا الوطء ليلا عمدا أو نهار ناسيا بخلاف كفارة الظهار.(در مختار مع الشامى: ٥/ ١٤١ زكريا، ٣/٣٩٠، زكريا)

لاخلاف بين الفقهاء فى وجوب الكفارة على من جامع فى القبل متعمدا. (الموسوعة الفقهية: ٣٥/٥٧)

نمبر	اسم کفارہ	کفارے کی قسم			حکم	ترتیب یا تخییر
۱	یمین	دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑے پہنانا	مؤمن غلام آزاد کرنا	پے در پے تین دن روزے رکھنا	واجب	اطعام، کسوہ اور تحریر رقبہ میں تخییر ہے، البتہ ان تینوں کے مجموعہ اور روزہ میں ترتیب واجب ہے۔
۲	نذر	,,	,,	,,	,,	,,
۳	ایلاء	,,	,,	,,	,,	,,
۴	ظہار	مؤمن غلام آزاد کرنا	پے در پے دو مہینے کے روزے رکھنا	ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا	واجب	ترتیب واجب ہے
۵	صوم	,,	,,	,,	,,	,,
۶	قتل	,,	,,	----	واجب	ترتیب واجب ہے
۷	احرام	بکری ذبح کرے	چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے	تین دن روزے رکھے	واجب	تخییر ہے

۸	فدیہ متمتع و قارن	”	دس روزے رکھے، تین ایام حج میں، سات وطن لوٹ کر	----	واجب	ترتیب واجب ہے
۹	قتلِ صیدِ حرم	بکری ذبح کرے	طعام خرید کر مسکینوں پر صدقہ	یا ہر مسکین کے طعام کے بدلے میں روزہ	واجب	تخییر ہے۔
۱۰	حرم کے درخت کاٹنا	درخت کی قیمت کا طعام ہر مسکین کو آدھا صاع صدقہ کردے	ہدی خرید کر حرم میں ذبح کرے	----	واجب	تخییر ہے۔
۱۱	بحالتِ حیض وطی کرنا	دینار یا نصف دینا صدقہ وفی الدر: ویندب تصدقه بدینار أو نصفه / وفی الرد قال یتصدق بدینار أو نصف دینار، ثم قیل : إن کان الوطئی فی أول الحیض فبدینارأو آخره فبنصفه وقیل بدینار لو الدم أسود و بنصفه لو أصفر (شامی : ۱/٤۹٤)			مستحب	تخییر ہے

کتاب الحج

احرام اور اشہرِ حج میں ترتیب:

اشہرِ حج سے پہلے احرام باندھنا مکروہ تحریمی ہے، لہٰذا ترتیب یہ ہے کہ احرام اشہرِ حج کے بعد باندھے، تاکہ کراہت تحریمی کا ارتکاب لازم نہ آئے۔ اس کے باوجود اگر کسی نے اشہرِ حج سے پہلے احرام باندھ لیا تو احرام درست ہو جائے گا۔

وفی الدر :الحج فرضه ثلاثة : الإحرام ، وهو شرط ابتداءً وله حكم الركن انتهاء ، وفی الشامية : قوله وهو شرط ابتداء ، حتى صح تقديم على أشهرالحج وإن كره كما سيأتی . (شامی : ٣/ ٤٦٨)

وأشهره شوال و ذو القعدة ..... وعشر ذی الحجة ، وأنه يكره الإحرام له قبلها وإن أمن على نفسه من المحظور لشبهه بالركن كما مر ، وإطلاقها يفيد التحريم ، و فی الشامية : قوله أنه يكره الإحرام الخ، عطف على قوله أنه لو فعل وهو ظاهر فی أنه أراد بأفعال الحج غير الإحرام فلا ينافی اجزاء الإحرام مع الكراهة ... ولذا قال فی الذخيرة لا يكره الإحرام بالحج يوم النحر ويكره قبل أشهر الحج ، قوله لشبهه بالركن ، علة لقوله يكره ، أی ولو كان ركنا حقيقة لم يصح قبلها فإذا كان شبيها به كره قبلها. قوله كما مر ، أی عند قوله فرضه الإحرام ، قوله و إطلاقه : أی الكراهة يفيد التحريم ، وبه قيدها القهستانی، ونقل عن التحفة الإجماع على الكراهة . (شامی :

۳/٤٧٤-٤٧٥)

فرائض حج میں ترتیب:

حج کے اصل فرض تین ہیں:

(۱) احرام: یعنی حج کی دل سے نیت کرنا اور تلبیہ یعنی لبیک کہنا۔

(۲) وقوف عرفات: یعنی نویں ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے وقت سے دس ذی الحجہ کی صبح صادق تک عرفات میں کسی وقت ٹھہرنا اگرچہ ایک لحظہ ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) طواف زیارت: جو دسویں ذی الحجہ کی صبح سے لے کر بارہویں ذی الحجہ تک کیا جاتا ہے۔

ان تینوں فرضوں میں سے اگر کوئی چیز چھوٹ جائے گی تو حج صحیح نہ ہوگا اور اس کی تلافی دم یعنی قربانی وغیرہ سے بھی نہیں ہوسکتی۔

ان تینوں فرائض کا ترتیب وار ادا کرنا اور فرض کو اس کے مخصوص مقام اور وقت میں کرنا واجب ہے۔ (ندائے شاہی، حج وزیارت نمبر:۱٦٦)

وفي الدر الحج فرضه ثلاثة ، الإحرام .... والوقوف بعرفة في أوانه .... ومعظم طواف الزيارة وهما ركنان، وفي الشامية : قوله الإحرام ، هو النية والتلبية أو ما يقوم مقامها ، قوله في أوانه ، وهو من زوال يوم عرفة إلى قبيل طلوع فجر النحر،ط.... تتمة : بقي من فرائض الحج نية الطواف والترتيب بين الفرائض الإحرام، ثم الوقوف ثم الطواف، وأداء كل فرض في وقته ، فالوقوف من زوال عرفة إلى

فجر النحر ، والطواف بعده إلی آخر العمر ومکانه أن من أرض عرفات للوقوف ، ونفس المسجد للطواف (شامی : ٣/٤٦٨-٤٦٩)

(أما تفسیره) فهو أنه عبارة عن الأفعال المخصوصة من الطواف والوقوف فی وقته محرما بنیة الحج سابقا هکذا فی فتح القدیر.(عالمگیری: ١/٢١٦، زکریا/ فتح القدیر: ٢/٤١٥، زکریا)

طواف اور نمازوں میں ترتیب:

اگر کوئی شخص بیت اللہ کا طواف کرے چاہے طواف تحیہ ہو یا اور کوئی طواف تو ایسی صورت میں اگر فرض نماز یا اس کی جماعت، وتر یا سنتِ راتبہ اور جنازے کی نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو طواف ان نمازوں کو ادا کرنے کے بعد کرے گا اور اگر فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو ان نمازوں سے پہلے کر سکتا ہے۔

(ثم) ابتدأ بالطواف لأنه تحیة البیت مالم یخف فوت المکتوبة أو جماعتها أو الوتر أو سنة راتبة .وفی الشامیة : قوله (مالم یخف الخ) أی فیقدم کل ذلك علی الطواف : أی طواف التحیة وغیرها . لباب وشرحه .ثم یطوف بحر .... قوله (فوت المکتوبة) ینبغی أن یکون المراد فوت وقتها المستحب ...وزاد فی الشرح اللباب : فوت الجنازة.(شامی :٣/٥٠٣،٥٠٤)

طواف اور سعی میں ترتیب:

طواف اور سعی میں ترتیب واجب اور ضروری ہے اس طور پر کہ:

• پہلے بیت اللہ کا طواف کرے

•• اس کے بعد صفاء مروہ کی سعی کرے یا طواف کے اکثر چکر لگانے کے بعد سعی کرے۔

اگر سعی طواف پر مقدم کر دی تو سعی صحیح نہیں ہوگی اور طواف کے بعد اعادہٗ سعی واجب اور ضروری ہوگا۔

(قال) ولايجوز السعي قبل الطواف لأنه إنما عرف قربة بفعل رسول الله ﷺ وإنما سعى رسول الله ﷺ بعد الطواف وهكذا توارثه الناس من لدن رسول الله ﷺ إلى يومنا هذا وهو في المعنى متمم للطواف فلا يكون معتدا به قبله كالسجود في الصلاة أو شرط الاعتداد به تقدم الطواف فإذا انعدم هذا الشرط لايعتد به كالسجود لما كان شرط الاعتداد به تقدم الركوع فإذا سبق الركوع لايعتد به (قال) ويجوز السعي بعد أن يطوف الأكثر من الطواف لأن الأكثر يقوم مقام الكل.

(مبسوط : ٥١/٤/بدائع الصنائع : ٣١٩/٢، زكريا، ١٣٤/٢، كراچى، مناسك ملا على قارى : ١٧٤، كراچى، فتح القدير: ٤٧٠/٢، زكريا، غنية الناسك : ١٢٣، شامى : ٤٧٣/٣)

صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے میں ترتیب:

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے میں ترتیب واجب ہے اس طور پر کہ صفا سے ابتداء کر کے مروہ پر ختم کرے، اگر کسی نے ابتداءِ سعی مروہ سے کی تو اس کا

وہ شوط (چکر) شمار نہیں ہوگا، اس پر اعادۂ شوط لازم ہے، اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم لازم ہوگا۔

امام صاحب سے ایک روایت یہ نقل کی گئی ہے کہ صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے میں ترتیب کی رعایت کرنا سنت ہے، سعی کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے اس لئے اگر کسی نے بجائے صفاء کے مروہ سے سعی کی ابتداء کی تو اس پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا؛ لیکن ترک سنت کی بناء پر مکروہ ہوگا، مستحب یہ ہے کہ اس شوط کا اعادہ کر لے۔

لیکن صاحب اعلاء السنن علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے سنت والی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

ومنها البداية بالصفاء والختم بالمروة فى الرواية المشهورة حتى لو بدأ بالمروة وختم بالصفاء لزمه إعادة شوط واحد وروى عن أبى حنيفة رحمة الله تعالى أن ذلك ليس بشرط ولاشىء عليه لو بدأ بالمروة. (بدائع : ۱۳٤/۲ ،ایم ایچ پاکستان)

قلت : وعلى هذا فلا دلالة فيه على وجوب البدأة بالصفاء بل على سنيته وهو رواية عن أبى حنيفة رضى الله عنه أن هذه البداءة سنة مؤكدة فلو بدأ بالمروة يعتد بذلك الشوط، لكنه يكره لترك السنة، فيستحب أن يعيده بعد ستة من الصفاء ليكون البداءة على وجه السنة فلو لم يعده فقد أساء ولا جزاء عليه والله سبحانه وتعالى أعلم كذا فى الغنية (۷۱)

قـلـت : ولـكـن رواه الـنسائى بصيغة الأمر كما ذكرنا فى المتن وصـحـحـه ابـن حـزم وغيـره قــال الـمـحـقق فى الفتح والأمر يفيد الـوجـوب،خـصـوصـاً مـع ضـمـيـمة قوله عليه السلام : لتأخذوا عنى مـناسككم ، والصحيح أنه من واجبات السعى، فلو بدأ بالمروة يصح أداء ذلك الشـوط ولـكـن لايـعتد به لأنه لم يأت به بوصف الوجوب فـكـأنـه لـم يأت به، فيجب أن يعيده بعد ستة من الصفاء فلو لم يعده فـعـليـه دم ، لتـرك واجب البداءة بالصفاء كما صرح به فى الجنايات من البحر و الشر نبلالية اهـ من غنية الناسك (٧٠)

قـال الـحـافـظ فـى الفتح قال شيخنا ابن الملقن : قال صاحب الـمـحيـط من الحنفية : لو بدأ بالمروة وختم بالصفاء أعاد شوطا فإن البـدا ء ة واجبة و لا أصل لما قال الكرمانى:أن الترتيب ليس بشرط و لـكـن تـركه مكروه لترك السنة فيستحب إعادة الشوط قال الحافظ : والـكـرمانى المذكور عالم من الحنفية وليس هو شمس الدين شارح البـخـارى اهــ (٤٠٢/٣) قـلـت : وبـه ظهر ضعف ما روى عن أبى حنيفة : أن البدا ء ة بالصفاء سنة بل هى واجبة عنده والله تعالى أعلم.

(اعـلاء السـنـن : ۱۰/ ۹۰ ، ۹۱، پـاکستان/(المسلك المتقسط فى مـنسك الـمتـوسـط الـمسـمـى مـنـاسك ملا على القـارى : ۱۷۵، پـاکستـان،مبسـوط : ٤ / ٥٠، أحكام القرآن للجصاص : ۱/ ۱۱٦، ۱۱۷، شامى :۳/ ٤٧٢، زكريا)

رمی جمار، ذبح اور حلق میں ترتیب:

مفرد بالحج یعنی فقط حج کا احرام باندھنے والے پر قربانی واجب نہ ہونے کی وجہ سے اس کے ذمہ دسویں ذی الحجہ کو صرف رمی اور حلق میں ترتیب واجب ہوگی، اس طور پر کہ پہلے رمی کرے اس کے بعد حلق کرائے۔

جبکہ قارن یعنی حج اور عمرہ ایک احرام سے کرنے والا اور متمتع یعنی ایک سفر حج میں حج اور عمرہ الگ الگ احرام سے کرنے والے پر رمی، ذبح، اور حلق؛ تینوں میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک ترتیب واجب ہے، پہلے رمی کرے، پھر ذبح، اس کے بعد حلق کرائے۔ اور یہی مفتی بہ قول ہے اگر ترتیب کے خلاف کیا تو دم لازم ہوگا۔

اور صاحبینؒ کے نزدیک ترتیب مسنون ہے، خلاف ترتیب کرنے کی صورت میں دم لازم نہیں ہوگا۔

وفي الدر: (والترتيب الآتي) بيانه (بين الرمي والحلق والذبح يوم النحر) وأما الترتيب بين الطواف وبين الرمي والحلق فسنة، فلو طاف قبل الرمي والحلق لاشيئ عليه ويكره، لباب. وسيجيء أن المفرد لاذبح عليه وسنحققه.

وفي رد المحتار: قوله :(والترتيب الآتي بيانه الخ) أي في باب الجنايات حيث قال هناك يجب في يوم النهر أربعة أشياء: الرمي ثم الذبح لغير المفرد ثم الحلق ثم الطواف لكن لاشيئ على من طاف قبل الرمي والحلق، نعم يكره، لباب، كما لا شيئ على المفرد إلا إذا

حلق قبل الرمی لأن ذبحه لایجب اھـ وبه علم أنه کان ینبغی للمصنف ھنا تقدیم الذبح علی الحلق فی الذکر لیوافق ما بینھما من الترتیب فی نفس الأمر، وأن الطواف لایلزم تقدیمه علی الذبح ایضاً، لأنه إذا جاز تقدیمه علی الرمی المتقدم علی الذبح جاز تقدیمه علی الذبح بالأولی کما قاله ح .

والحاصل أن الطواف لایجب ترتیبه علی شیئ من الثلاثة ولذا لم یذکره ھنا وإنما یجب ترتیب الثلاثة : الرمی ثم الذبح ثم الحلق، لکن المفرد لاذبح علیه فبقی الترتیب بین الرمی و الحلق.

(رد المحتار علی الدر: ۴۷۲/۳، ۲۷۳ ، زکریا)

علامہ شامیؒ نے اس مسئلہ میں امام صاحب اور صاحبینؒ کے درمیان کسی اختلاف کا ذکر نہیں فرمایا ہے البتہ دیگر حضرات نے اس کو تفصیلا و مدللاً ذکر فرمایا ہے:

قوله : إنی أفضت قبل أن أحلق الخ إعلم أن فی یوم النحر أربعة أشیاء من مناسك الحج، الرمی أی رمی جمرة العقبة، ثم النحر ثم الحلق ثم الطواف فھذه أمور ثبتت من السنة بھذا الترتیب وکذلك رتبھا النبی ﷺ کما وصفھا جابر فی حدیثه الطویل فی حجة الوداع وروی أنس کما فی سنن أبی داؤد : أن النبی ﷺ رمی ثم نحر ثم حلق ‘ فلا ریب أن الترتیب المطلوب ھو ھذا فإن أخل بترتیبھا ناسیا أو جاھلا فھل یجب علیه دم أم لا ؟ فاختلف الأقوال فی ذلك کما فی المغنی والعمدة وغیرھما، فذھب عطاء وطاؤس ومجاھد وسعید

بن جبیر والحسن أنه لا شیئ علیه وإلیه ذهب الشافعی وأحمد وإسحاق و أبو ثور وأبوداؤد ومحمد بن جریر الطبری وقال ابن عباس : علیه دم وهو قول النخعی والحسن (فی روایة) وقتادة، وإلیه ذهب أبو حنیفة والنخعی وابن الماجشون

وقال أبو حنیفة : إن کان قارنا فعلیه دمان : دم للقران و دم لهذه الجنایة وقال مالك والأوزاعی والثوری : إذا حلق قبل أن یذبح لاشیئ علیه وهو نص الحدیث ونقله ابن عبد البر عن الجمهور و إلیه ذهب أبو یوسف و محمد صاحبا أبی حنیفة، فالترتیب واجب عند أبی حنیفة ولکنه فی الثلاثة الأول ومسنون عند الجمهور.

(معارف السنن : ٦/ ٢١٠، ٢١١، المکتبة الاشرفیة)

نوٹ: احناف کے مفتی بہ قول (جو امام صاحب کا ہے) کے مطابق قارن اور متمتع کے لئے رمی، ذبح اور حلق میں ترتیب ضروری ہے، لیکن موجودہ حالات میں حجاج کی کثرت، ازدحام، موسم کی شدت اسی طرح مذبح کی دوری کی وجہ سے حجاج کو پریشانیوں اور دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ایسی صورت میں موجودہ زمانہ کے مفتیان کرام نے صاحبین کے قول (جس میں ترتیب مسنون ہے) پر عمل کرنے کا فتوی دیا ہے، اسلامک فقہ اکیڈمی نے بھی ایک فیصلہ میں صاحبین کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش دی ہے۔ ذیل میں محمود الفتاوی سے ایک فتوی نقل کیا جاتا ہے، حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری دامت برکاتہم ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

الجواب: حامداو مصلیا و مسلما:

تمتع اور قران کرنے والے کے لئے رمی، ذبح اور حلق کے درمیان امام اعظمؒ کے قول پر جو مفتی بہ ہے، ترتیب لازم ہے، اس کے ترک سے دم واجب ہوتا ہے جب کہ صاحبین کے نزدیک یہ ترتیب سنت ہے اس کے ترک پر دم واجب نہیں۔

آج کل حجاج ازدحام یا دیگر پریشان کن اعذار کے پیش نظر اگر ترتیب قائم نہ رکھ سکیں تو صاحبین کے قول پر عمل کی گنجائش ہے، چھٹا فقہی اجتماع بمقام، شیخ الہند ہال دیوبند منعقدہ ۲۶، ۲۷/ مارچ ۱۹۹۷ء (انمول حج: ۱۱۵)

اس فیصلہ کے متعلق مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ تحریر فرتے ہیں: آج کل بے پناہ ہجوم اور دیگر پریشان کن اعذار کے پیش نظر سقوطِ ترتیب کے متعلق آپ کا اور دیوبند کے فقہی اجتماع کا فیصلہ غلط تو نہیں، مگر یہ عام فتوی نہیں ہوسکتا، معذورین کے لئے مخصوص ہونا چاہئے، استطاعت ہوتے ہوئے دم دینے میں احتیاط ہے، اس کے بعد مفتی صاحب نے رسائل الارکان، ہدایہ اولین، فتح القدیر کی عبارت تحریر فرما کر لکھا ہے کہ.....حج عمر بھر میں ایک مرتبہ (بطور فرض) ادا کیا جاتا ہے اس لئے اس طرح ادا ہونا چاہئے جو اس کا حق ہے، لہٰذا نوجوان، صحتمند اور باہمت لوگ مفتی بہ قول پر ہی عمل کرنے کی کوشش کریں، اور جو حضرات ضعیف کمزور اور معذور ہوں اور وہ لوگ ہجوم اور اپنی معذوری کی وجہ سے مفتی بہ قول پر عمل کرنے سے قاصر ہوں، تو ایسے ضعیف اور معذور حضرات صاحبین کے قول پر عمل کرلیں تو اس کی گنجائش ہے اھ پوری تفصیل چھ صفحات پر مشتمل ہے، (فتاوی رحمیہ: ۱۰/۱۸۴تا۱۹۰)

علاوہ ازیں اس مشکل کا ایک حل یہ بھی ہے کہ آدمی افراد کرلے، کیوں کہ مفرد پر قربانی واجب نہیں۔

اسلامی فقہ اکیڈمی کے دسویں فقہی سمینار منعقدہ ۲۴ تا ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۷ء میں حج و

عمرہ سے متعلق جو تجاوز پاس ہوئیں ان میں تجویز نمبر ۲ حسب ذیل ہے:

حنفیہ کے قول راجح کے مطابق ۱۰/ذی الحجہ کے مناسک میں رمی، ذبح اور حلق کو ترتیب کے ساتھ انجام دینا واجب ہے، اور صاحبینؒ اور اکثر فقہاء کے یہاں مسنون ہے جس کی خلاف ورزی سے دم واجب نہیں، حجاج کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو ترتیب کی رعایت کو ملحوظ رکھیں، تاہم ازدحام اور موسم کی شدت اور مذبح کی دوری وغیرہ کی وجہ سے صاحبینؒ اور دیگر ائمہ کے قول پر عمل کی گنجائش ہے، لہٰذا اگر یہ مناسک ترتیب کے خلاف ہوں تو بھی دم واجب نہ ہوگا۔ اہم فقہی فیصلے دسواں ایڈیشن ۱۱۴۔ فقط واللہ اعلم (محمود الفتاوی: ۳۱۲/۲)

رمی، ذبح، حلق اور طواف میں ترتیب:

رمی، ذبح، حلق اور طواف میں ترتیب مسنون ہے، اگر طواف تینوں پر مقدم کیا یا تینوں میں سے کسی ایک پر مقدم کیا مثلا رمی سے پہلے طواف کیا یا ذبح سے پہلے یا حلق سے پہلے تو اس کا طواف درست ہو جائے گا اور ترک ترتیب کی بناء پر دم لازم نہیں ہوگا۔ (حوالۂ بالا: شامی: ۳/۲/۷۴، ۳۷۴ زکریا)

وفي الدر: فيجب في يوم النحر أربعة أشياء: الرمي ثم الذبح لغير المفرد ثم الحلق ثم الطواف لكن لا شيئ على من طاف قبل الرمي والحلق نعم يكره لباب وقد تقدم كما لاشيئ على المفرد إلا إذا حلق قبل الرمي، لأن ذبحه لايجب.

وفي رد المحتار: قوله (فيجب الخ) لما كان قوله 'أو قدم الخ' بيانا لوجوب الدم بعكس الترتيب، فرع عليه أن الترتيب واجب مع

بیـان مـایـجب ترتیبه و ما لایجب ، فافهـم ، قوله (لغیر المفرد) إما هو فـالـذبـح له مستحب کما مر، قوله (لکن لاشیئ علی من طاف) أی مفردا أو غیره ، شرح اللباب قوله (قبل الرمی و الحلق) أی و کذا قبل الـذبـح بـالأولـی، لأن الـرمـی مـقدم علی الذبح فإذا لم یجب ترتیب الـطـواف عـلـی الرمی لایجب علی الذبح قوله (وقد تقدم) أی عند ذکـر الـواجبـات، قـوله (کما لا شیئ علی المفرد الخ) فیجب تقدیم الـرمـی عـلـی الحلق للمفرد وغیره، وتقدیم الرمی علی الذبح و الذبح عـلـی الـحـلق لغیر المفرد ولو طاف المفرد وغیره قبل الرمی و الحلق لاشیـئ عـلیه، لباب، و کذا لو طاف قبل الذبح کماعلمت، والحاصل أن الـطـواف لایـجـب ترتیبه علی شیئ من الثلاثة وإنما یجب ترتیب الثـلاثة : الـرمـی ثـم الذبح ثم الحلق، لکن المفرد لا ذبح علیه فیجب علیه الترتیب بین الرمی والحلق فقط. (شامی : ۳/ ۵۸۸، زکریا)

رمیٔ جمرات میں ترتیب:

حاجی کے لئے گیارہوی، بارہوی اور تیرہوی ذی الحجہ کے دن رمیٔ جمرات میں ترتیب اس طرح رہے گی:

سب سے پہلے جمرۂ اولی کی رمی کرے، پھر جمرۂ وسطی کی پھر جمرۂ عقبہ کی۔

مذکورہ ترتیب سے رمی کرنا واجب ہے، یا سنت؟ اس میں فقہاء احناف کے مابین اختلاف ہے۔

بعض فقہاء احناف کے نزدیک مذکور ترتیب سے رمی کرنا واجب ہے، جیسا کہ علامہ شامی نے امام محمدؒ سے ایک روایت وجوب کی نقل کی ہے، صاحب مبسوط علامہ سرخسی بھی وجوب کے قائل ہے، اس لئے اگر ترتیب کی رعایت نہ کرتے ہوئے ابتدائے رمی جمرۂ عقبہ سے کی پھر وسطی، پھر جمرۂ اولی کی تو ایسی صورت میں شخصِ مذکور پر جمرۂ وسطی سے رمی کا اعادہ کرنا واجب ہے، ورنہ رمی شمار نہیں ہوگی۔

وإن بدأ في اليوم الثاني بجمرة العقبة فرماها ثم بالوسطى ثم بالتي تلي المسجد ثم ذكر ذلك في يومه قال يعيد على الجمرة الوسطى وجمرة العقبة لأنه نسك شرع مرتبا في هذا اليوم فما سبق أوانه لا يعيد به فكان رمي الجمرة الأولى بمنزلة الافتتاح للجمرة الوسطى والوسطى بمنزلة الافتتاح لجمرة العقبة فما أدى قبل وجود مفتاحه لايكون معتدا به كمن سجدقبل الركوع أوسعى قبل الطواف بالبيت فالمعتد من رميه هنا الجمرة الأولى فلهذا يعيد على الوسطى وعلى جمرة العقبة.(المبسوط :٤/٦٥)

جبکہ اکثر فقہاء احناف کے نزدیک مذکورہ ترتیب سے رمی کرنا مسنون ہے، اس لئے اگر کسی نے ترتیب کی رعایت نہ کرتے ہوئے جمرۂ عقبہ سے ابتدائے رمی کی پھر جمرۂ وسطی پھر اولی کی رمی کی تو مذکور شخص کے لئے اعادۂ رمی مستحب ہے، اگر اعادہ نہیں کیا تب بھی رمی ادا ہو جائے گی، علامہ شامی نے سنت والے قول کو ہی مختار فرمایا ہے۔

(العاشر : الترتيب في رمي الجمار على قول بعض) ففي

المبسوط للسرخسی : إلی آخره.... وهو صریح فی إفادة هذا المعنی (والأکثر علی أنه سنة) کما صرح به صاحب البدائع والکرمانی والمحیط وفتاوی السراجیة وقال ابن الهمام والذی یقوی عندی استنان الترتیب لا تعیینه۔

(فلو بدأ بجمرة العقبة ثم بالوسطی ثم بالأولی وهی التی تلی مسجد الخیف ، ثم تذکر ذلک فی یومه فإنه یعید الوسطی والعقبة حتما) أی وجوبا عند البعض(أو سنة) مؤکدة عند الأکثر. (مناسک ملاعلی القاری : ۲٤۹، کراچی)

قوله (فیبتدء بالتی تلی مسجد الخیف الخ) هل هذا الترتیب متعین أو أولی ؟ مختلف فیه ، ففی المناسک لوبدأ فی الیوم الثانی بجمرة العقبة ثم بالوسطی ثم بالتی تلی مسجد الخیف، فإن أعاد علی الوسطی ثم علی العقبة فی یومه فحسن لأن الترتیب سنة وإن لم یعد أجزأه ... والذی یقوی عندی استنان الترتیب لاتعینه، والله سبحانه وتعالی أعلم. (فتح القدیر : ۲/ ۵۰۹، زکریا)

وفی الدر : (وبعد الزوال ثانی النحر رمی الجمار الثلاث یبدأ) استنانا (بمایلی مسجد الخیف ثم بما یلیه) الوسطی.(ثم بالعقبة سبعا سبعا)

وفی الشامیة : قوله (یبدأ استنانا الخ) حاصله أن هذا الترتیب مسنون لا متعین وبه صرح فی المجمع وغیره واختاره فی الفتح وقال

فی اللباب : والأكثر على أنه سنه، وعزاه شارحه إلى البدائع و الكرمانى والمحيط والسراجية، ونقل فى البحر كلام المحيط ثم قال : وهو صريح فى الخلاف وفى اختيار السنية اهـ وكذا اختاره أصحاب المتون فى مسائل منثورة أخر الحج كما سيأتى، وما فى النهر من أن صريح ما فى المحيط اختيار التعيين فيه نظر، بل جعل التعيين رواية عن محمد، فتدبر ، قال فى اللباب فلو بدأ بجمرة العقبة ثم بالوسطى ثم بالأولى ثم تذكر ذلك فى يومه فإنه يعيد الوسطى والعقبة حتما أو سنة. (رد المحتار على الدر: ٣/ ٥٤٠، زكريا)

وفى الدر :(رمى فى اليوم الثانى) أو الثالث أو الرابع (الوسطى والثالثة ولم يرم الأولى ، فعند القضاء إن رمى الكل) بالترتيب (حسن وإن قضى الأولى جاز) لسنية الترتيب۔

وفى الشامية : قوله (حسن) الأولى فحسن بالفاء : أى هو مسنون ، لقوله لسنية الترتيب ...قوله (لسنية الترتيب) وهو المختار وعن محمد أنه واجب كما قدمناه فى بحث الرمى.

(رد المحتار على الدر: ٤/ ٤٣،٤٤ ، زكريا)

نوٹ: اکابر مفتیان کرام کے فتاوی رمی جمار میں ترتیب کے مسنون ہونے کے ہیں۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند: ٦/ ٥٥٦، فتاوی رحیمیہ :۴/ ۲۳۸، مکتبۃ الاحسان، آپ کے مسائل اوران کاحل: ۴/ ۱۳۱، قدیم، معلم الحجاج: ۱۸۳، عمدۃ الفقہ :۴/ ۲۴۲، کتاب الحج)۔

قضائے رمیٔ جمرات میں ترتیب:

اگر کسی شخص نے تمام ایام کی رمی ترک کردی تو اس کے ذمہ دم لازم ہوگا اور جب تک ایام باقی ہے اعادہ لازم ہوگا اور رمی کی قضاء بالترتیب کرے گا، پہلے دسویں کی پھر گیارہویں کی اسی طرح اخیر تک۔

(ومن ترك رمى الجمار في الأيام كلها فعليه دم) لتحقق ترك الواجب ويكفيه دم واحد لأن الجنس متحد كما في الحلق، والترك إنما يتحقق بغروب الشمس من آخر أيام الرمى لأنه لم يعرف قربة إلا فيها، وما دامت الأيام باقية فالإعادة ممكنة فيرميها على التأليف، وفي فتح القدير: وقوله (فير ميها على التاليف) يعني على الترتيب كما كان يرتب الجمار في الأداء. (هدايه مع فتح القدير: ۵۵/۳، زكريا)

(قال) وإن ترك الرمى كله في سائر الأيام إلى آخر أيام الرمى رماها على التأليف لأن وقت الرمى باق فعليه أن يتدارك المتروك ما بقي وقته الخ. (مبسوط: ٦٥/٤)

ادا اور قضا رمی کا حکم

اگر کسی دن کی رمی ترک کردی اور اس کی قضاء دوسرے دن کرتا ہے، مثلاً گیارہویں کی رمی ترک کردی اور بارہویں کو قضاء کرتا ہے تو ساتھ میں تاخیر کی وجہ سے دم بھی لازم ہوگا اور ترتیب وار رمی کرے پہلے گیارہویں کی اس کے بعد بارہویں کی رمی کرے۔

(مستفاد: معلم الحجاج: ۱۸۲/ (حوالہ بالا: فتح القدیر: ۵۵/۳، زکریا)

قارن اور متمتع کے لئے ہدی اور روزوں میں ترتیب:

قارن اور متمتع چونکہ ایک ہی سفر میں دو عبادتوں کو ادا کر رہے ہیں، لہٰذا ان کے لئے بطورِ شکرانہ ہدی ذبح کرنا ضروری ہے، ذبحِ ہدی پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں دس دن کے روزے رکھے، تین ایامِ حج میں اور سات ایام حج کے بعد، اس ترتیب کی (یعنی ہدی پر قدرت ہونے کی صورت میں اس کو ذبح کرنا اگر قدرت نہ ہو تو روزے رکھنے) کی رعایت ضروری ہے، اگر ہدی پر قدرت کے باوجود روزے رکھے تو ذمہ سے وجوب ساقط نہیں ہوگا اور جانور ذبح کرنا ضروری ہوگا۔

فصل: وأما بيان ما يجب على المتمتع و القارن بسبب التمتع و القران أما المتمتع فيجب عليه الهدى بالإجماع..... وأما شرط وجوبه : فالقدرة عليه لأن الله تعالى أوجب ما استيسر من الهدى ولا وجوب إلا على القادر فإن لم يقدر فصيام ثلاثة أيام فى الحج وسبعة إذا رجع إلى أهله لقوله عزوجل فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام فى الحج وسبعة إذا رجعتم تلك عشرة كاملة، معناه فمن لم يجد الهدى فصيام ثلاثة أيام فى الحج وسبعة إذا رجعتم وأما القارن فحكمه حكم المتمتع فى وجوب الهدى عليه إن وجد والصوم إن لم يجد .

(بدائع الصنائع: ۲/ ۳۸۵، ۳۸٦، ۳۸۹ زكريا)

متمتع کے لئے احرام عمرہ اور روزوں میں ترتیب:

ماقبل میں یہ مسئلہ گذرا کہ متمتع اگر ہدی پر قدرت نہ رکھتا ہو تو دس روزے

رکھے گا، جن میں سے تین ایام حج میں رکھے گا، اب اگر یہ تین روزے عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد رکھتا ہے تو درست اور جائز ہے، چاہے عمرہ کا طواف کیا ہو کہ نہ کیا ہو، اور اگر عمرہ کا احرام باندھنے سے پہلے رکھے تو جائز نہیں ہوں گے، اس لئے کہ متمتع کے لئے احرام عمرہ اور روزوں کے درمیان ترتیب ضروری ہے۔

البتہ احرام حج اور روزوں میں فقہاء احناف کے نزدیک ترتیب ضروری نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر متمتع نے احرام عمرہ پہننے کے بعد حج کا احرام باندھنے سے پہلے روزے رکھے تو جائز ہے، **معلوم** ہوا کہ ترتیب صرف احرام عمرہ اور روزوں میں ہے، نہ کہ احرام حج اور روزوں میں۔

ولا يجوزله أن يصوم ثلاثة أيام فى أشهر الحج قبل أن يحرم بالعمرة بلاخلاف ، وهل يجوز له بعد ما أحرم بالعمرة فى أشهر الحج قبل أن يحرم بالحج قال أصحابنا يجوز سواء طاف لعمرته أو لم يطف بعد أن أحرم بالعمرة. (بدائع الصنائع : ٣٨٦/٢، زكريا)

جمع بین الصلاتین عرفہ ومزدلفہ میں ترتیب:

عرفہ کے روز ظہر اور عصر کو جمع تقدیم کے ساتھ ظہر کے وقت میں بالترتیب یعنی پہلے ظہر اس کے بعد عصر ادا کرنا واجب اور ضروری ہے اگر عصر کو ظہر پر مقدم کیا تو نماز درست نہیں ہوگی۔

اسی طرح مغرب اور عشاء کی نماز کو مزدلفہ میں جمع تاخیر کے ساتھ بالترتیب ادا کرنا یعنی پہلے مغرب کی نماز ادا کرنا اس کے بعد عشاء کی نماز ادا کرنا واجب ہے،

اگر عشاء مغرب پر مقدم کردی تو نماز درست نہیں ہوگی۔

ثـم لجواز الجمع أعنى تقديم العصرعلى وقتها وأدائها فى وقت الـظهـر شرائط بعضها متفق عليه و بعضها مختلف فيه أما المتفق عليه فهـو شـرطـان أحدهما أن يكون أدائها عقيب الظهر لايجوز تقديمها عـليهـا لأنهـا شرعت مرتبة على الظهر فلايسقط الترتيب إلا بأسباب مسقطة ولـم توجد فلا تسقط فلزم مراعاة الترتيب .

(بدائع :۱۵۲/۲، كراچى،وهكذافى رد المحتار على الدر :۵۲۰/۳،زكريا)

(ولـو صـلـى الـمـغـرب) والـعشاء (فى الطريق أو) فى (عرفات أعـاده) لـلـحـديـث الـصلاة أمامك فتوقتنا بالزمان والمكان والوقت فـالـزمـان ليلة النحر، والمكان مزدلفة ،والوقت وقت العشاء؛ حتى لو وصـل إلـى مـزدلـفة قبـل الـعشاء لم يصل المغرب حتى يدخل وقت العشاء .

وفـى الشـامية :قـولـه (ولـو صـلـى المغرب والعشاء) فى بعض الـنسـخ أو الـعشاء بأو، وفى بعضها الاقتصار على المغرب موافقا فى الـكـنـز وغيره وهوأولى لأن المراد التنبيه على وجوب تأخيرالمغر ب عـن وقتهـا الـمـعتـاد ويـفهـم مـنـه بالأولى وجوب تأخير العشاء إلى المزدلفة . (رد المحتار على الدر :۵۲۶/۳،زكريا)

الترتیب فی النیابۃ فی الحج

حج بدل اور حج فرض میں ترتیب

اگر کسی شخص نے اپنا فرض حج ادا نہ کیا ہو اور دوسرے کی جانب سے حج بدل کرے تو اس طرح حج بدل کرنا درست ہو جائے گا، اس لئے کہ انسان کے اپنے فرض حج اور دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنے میں ترتیب ضروری نہیں ہے کہ پہلے اپنا فرض حج ادا کرے بعد میں حج بدل۔

البتہ اگر حج بدل کو جانے والا شخص ایسا ہے جس پر خود حج فرض ہو چکا ہے پھر بھی اپنا حج فرض ادا نہیں کیا تو ایسے شخص کا حج بدل کے لئے جانا مکروہ تحریمی ہے۔

اور اگر حج بدل کے لئے جانے والے شخص پر استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے حج فرض نہیں ہے تو ایسے شخص کو بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے، اس لئے بہتر اور افضل یہی ہے کہ ایسے شخص کو حج بدل کے لئے بھیجے جس نے اپنا فرض حج ادا کرلیا ہو؛ اسی طرح خود حج بدل پر جانے والے کے لئے بھی افضل یہی ہے کہ پہلے اپنا فرض حج ادا کرے بعد میں حج بدل کو جائے۔

(فتاوی دار العلوم دیوبند: ۶/ ۴۷۶، فتاوی رحیمیہ: ۴/ ۲۵۶)

وفی الدر : (فجاز حج الصرورة) بمهملة : من لم يحج .

فی الشامية : قوله (من لم يحج) كذا فی القاموس وفی الفتح و الصرورة يراد به الذی لم يحج عن نفسه اهـ أی حجة الإسلام الخ .

.... وقال فی الفتح أيضا : والأفضل أن يكون قد حج نفسه حجة

الإسـلام خروجا عن الخلاف ثم قال : والأفضل إحجاج الحر العالم بـالـمـنـاسك الـذى حـج عن نفسه وذكر فى البدائع كراهة إحجاج الـصـرورـة لأنـه تـارك فـرض الـحـج، ثـم قال فى الفتح بعد ما أطال الاستـدلال : والـذى يـقتضيه النظر أن حج الصرورة عن إن كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تـحـريم لأن النهى ليس لعين الحج المفعول بل لغيره وهو الفوات إذا الموت فى سنة غير نادر اهـ. (در مع الشامی : ٢١/٤، زكريا)

اپنی رمی اور دوسرے کی رمی میں ترتیب:

طریقہ:۱۔ اگرکسی کورمی سے معذور شخص کی جانب سے رمی کرنے کا وکیل بنایا جائے تو ایسے شخص کے لئے افضل اور بہتر یہ ہے کہ ہر جمرات پر پہلے اپنی سات کنکریاں مارے، پھر معذور مؤکل کی طرف سے رمی کرے۔اس ترتیب سے رمی کرنا مستحب ہے اگر خلاف ترتیب کیا تب بھی جائز ہے۔

(کتاب المسائل:۳۲۴/۳،مسائل حج وعمرہ:۳۲۷)

والأولى أن يرمى أولا عن نفسه ثم عن غيره.

(منحة الخالق على البحر الرائق: ٦٠٢/٢، زكريا)

فـإنـه يـنـبـغـى أن يرمى السبعة عن نفسه أولا ثم يرميها عن غيره نيابة۔(مناسك ملا على قارى : ٢٤٧، كراچى،غنية الناسك : ١٨٨)

طریقہ:۲۔ اگر رمی اس ترتیب سے کی ایک کنکری اپنی طرف سے ماری پھر دوسری کنکری معذور کی طرف سے ماری اور اسی طرح سب جمرات پر کیا تو اس

سے بھی دونوں کی طرف سے رمی درست ہوجائے گی لیکن یہ مکروہ ہے۔

(کتاب المسائل:۳۲۴/۳)

(ولو رمی بحصاتین إحداهما عن نفسه والأخری عن غیره جاز ویکره) أی لترکه السنة. (مناسك ملا علی القاری: ۲٤۷)

ولو رمی بحصاتین إحداهما عن نفسه والأخری عن غیره جاز ویکره. (منحة الخالق علی البحر الرائق: ۲/۲۰۲، زکریا)

ولو رمی بحصاتین إحداهما عن نفسه والأخری عن غیره جاز ویکره (فتح القدیر: ۲/۱۰٥)

وقوله فی اللباب بحصاتین أی واحدة بعد واحدة لا جملة.

(غنیة الناسك:۱۸۸)

طریقہ:۳۔ ماقبل میں یہ مسئلہ گذرا کہ حاجی کے لئے بہتر اور افضل یہ ہے کہ پہلے اپنی طرف سے رمی کرے، اس کے بعد مؤکل کی طرف سے۔

رمی کے دوسرے اور تیسرے دن میں افضل یہ ہے کہ اولاً بالترتیب تینوں جمرات پر اپنی رمی کرے اس کے بعد واپس لوٹ کر معذور کی طرف سے ترتیب وار رمی کرے۔ (کتاب المسائل:۳۲۴/۳)

والأولی أن یرمی السبعة أولا عن نفسه ثم غیره (شرح) لکن الظاهر أنه فی یوم النحر وأما فی الأیام الثلاثة فالأولی أن یرمی الجمار الثلاث عن نفسه أولا ثم عن غیره، لئلا تفوته الموالاة.

(غنیة الناسك: ۱۸۸)

المعذور الذی لایستطیع الرمی بنفسه کالمریض یجب أن یستنیب من یرمی عنه وینبغی أن یکون النائب قد رمی عن نفسه فإن لم یکن رمی عن نفسه فلیرم عن نفسه أولا الرمی کله ثم یرمی عمن استنابه ویجزء هذا الرمی عن الأصیل عند الحنفیة والشافعیة والحنابلة، إلا أن الحنفیة والمالکیة قالوا: لو رمی حصاة عن نفسه وأخری عن الآخر جاز ویکره. (الموسوعة الفقهیة :۲۳/۱٦٦)

بچے کی جانب سے احرام باندھنے والوں میں ترتیب:

صبیِ غیر ممیّز کا بذات خود احرام باندھنا اور حج ادا کرنا صحیح نہیں ہے، البتہ اس کی جانب سے ولی احرام باندھے اور حج کرے تو صحیح ہے؛ لیکن احرام باندھنے والوں کی ترتیب اقرب فالاقرب رہے گی۔ یعنی جو رشتہ داری میں جتنا زیادہ قریب ہو وہ مقدم ہوگا۔ مثلاً: کسی بچے کا باپ اور بھائی دونوں موجود ہیں تو ایسی صورت میں باپ بچے کی طرف سے احرام باندھنے کا زیادہ حقدار ہوگا۔

فرع: الصبی الغیر الممیز لا یصح إحرامه ولا أداء ہ بل یصحان من ولیه له فیحرم عنه من کان أقرب الیه، فلواجتمع والد وأخ یحرم الوالد۔ (شامی: ۳/ ۵۵۰، زکریا)

احکام الترتیب

حصۂ دوم

مرتب: مفتی احمد ہرن گامی

متعلم تدریب الافتاء، جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

کتاب النکاح

خاندانی احکام کے بارے میں ترتیب

صیغہ نکاح میں ترتیب :

نکاح دو چیزوں سے منعقد ہوتا ہے: (۱) ایجاب (۲) قبول۔

نکاح کے باب میں ایجاب وقبول کبھی ماضی کے صیغہ سے ہوگا، کبھی مستقبل (امر) کے صیغہ سے؛ دونوں صورتوں میں نکاح منعقد ہو جائے گا۔

ماضی کے الفاظ یہ ہیں:

زوجت، وتزوجت، انکحتك، وزوجتك ، فيقول قبلت ، أو فعلت أو رضيت .

ماضی اور مستقبل کے الفاظ:

زوجى بنتك أو قال : جئتك خاطبا بنتك أو قال : جئتك لتزوجنى بنتك فقال الأب : قد زوجتك . وغيره

ایجاب وقبول میں ناکح ومنکوحہ کی کوئی تعیین نہیں کہ ناکح کا کلام ایجاب کہا جائے اور منکوحہ کا کلام قبول، یا برعکس؛ البتہ یہ ضروری ہے کہ ایجاب کے بعد ہی قبول ہونا چاہئے، اس معنی کے اعتبار سے ایجاب وقبول میں ترتیب ضروری ہے۔

وأما بيان صيغة اللفظ الذى ينعقد به النكاح فنقول: لاخلاف فى أن النكاح ينعقد بلفظين يعبر بهما عن الماضى كقوله : زوجت وتزوجت وما يجرى مجراه، وأما بلفظين يعبر بأحدهما عن الماضى

و بالآخر عن المستقبل، كما إذا قال رجل لرجل زوجنى بنتك أو قال : جئتك خاطبا ابنتك أو قال : جئتك لتزوجنى بنتك فقال الأب قد زوجتك أوقال لامرأة أتزوجك على ألف درهم فقالت قد تزوجتك على ذلك، أوقال لها: زوجينى أوأنكحينى نفسك فقالت زوجتك أوأنكحت ينعقد استحسانا. (بدائع : ٤٨٨/٢)

إذاقالت زوجتك نفسى فقال قبلت، أوقال تزوجتك فقالت قبلت جاز، (قوله يعبربهماعن الماضى) مثل أنكحتك وزوجتك فيقول قبلت أو فعلت أو رضيت وظاهر الخلاصة اختياره إذا اتصل به القبول . (فتح القدير: ٣/ ١٨٣)

أن الإيجاب هو نفس الصيغه الصالحة لتلك الإفادة بقيد كونها أولا و القبول هى بقيد وقوعها ثانيا من أى جانب كان كل منهما.

(أيضا :١٨٢)

وقلنا ينعقد بلفظين وضع أحدهما للمستقبل ؛ يعنى الأمر فلو قال زوجنى بنتك فقال زوجتك انعقد، ومنه كونى امرأتى ينعقد إذا قبلت.(ايضا :١٨٣)

ایجاب وقبول میں ترتیب عقدِ بیع میں بھی ضروری ہے، و سيجيء بيانه؛ البتہ بیع اور نکاح میں قدرے فرق ہے، صیغہ مستقبل یا امر بیع میں ایجاب بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، چنانچہ اس کے جواب میں مشتری کا کلام ایجاب ہوگا، نہ کہ قبول، لہٰذا متکلم اول کی جانب سے قبول والا کلام ضروری ہوگا، بدون اس کے بیع منعقد نہ ہوگی۔ جب کہ نکاح میں فریقِ اول کا امر یا مستقبل کا صیغہ گر چہ ایجاب نہ

بنے گا؛ لیکن اس کے جواب میں فریق آخر کا کلام ایجاب وقبول دونوں کے قائم مقام ہوگا۔

فقال وينعقد بلفظين يعبربهما عن الماضي وينعقد بلفظين أحدهما مستقبل لأنه توكيل، والواحد يتولى طرفي النكاح فينعقد بكلام الواحد كما ينعقد بكلام الإثنين. (فتح القدير: ۱۸۲/۳)

(ويتولى طرفي النكاح واحد) بإيجاب يقوم مقام القبول في خمس صور؛ كأن كان وليا، أو وكيلا من الجانبين، أوأصيلا من جانب ووكيلا أو وليا من آخر، أووليا من جانب و وكيلا من آخر كزوجت بنتي من موكلي.

قوله : (يقوم مقام القبول) كقوله مثلا: زوجت فلانة من نفسي فإنه يتضمن الشطرين، فلا يحتاج إلى القبول بعده، وقيل يشترط ذكر لفظ هو أصيل فيه كتزوجت فلانة، بخلاف ماهو نائب فيه كزوجتها من نفسي، وكلام الهداية صريح في خلافه كما في البحر عن الفتح.
(در المختار مع الشامي : ۲۲٤/٤)

ولایت کے حقدار ہونے میں ترتیب:

ولایت نکاح کی ترتیب، میراث میں حقدار ہونے کی ترتیب پر ہے، یعنی میراث جس ترتیب سے ملتی ہے اس ترتیب کا اعتبار ہوگا۔ قریبی رشتہ دار کے ہوتے ہوئے دور والا رشتہ دار ولایت کا حقدار نہ ہوگا، پس عصبۂ نسبی ولایتِ نکاح میں بھی مقدم ہوگا۔

سب سے زیادہ حقدار (۱) بیٹا (۲) بیٹے کا بیٹا اخیر تک (۳) باپ (۴) دادا (۵) حقیقی بھائی (۶) علاتی بھائی (۷) حقیقی بھتیجا (۸) علاتی بھتیجا (۹) حقیقی چچا (۱۰) علاتی چچا (۱۱) حقیقی چچا کا بیٹا (۱۲) علاتی چچا کا بیٹا (۱۳) حقیقی باپ کے چچا (۱۴) اس کے بیٹے (۱۵) علاتی باپ کے چچا (۱۶) اس کے بیٹے (۱۷) حقیقی دادا کے چچا (۱۸) اس کے بیٹے (۱۹) علاتی دادا کے چچا (۲۰) اس کے بیٹے اخیر تک۔

ان تمام لوگوں کو نابالغ لڑکی اور لڑکے پر اور ان بالغ لڑکی اور لڑکوں پر جن کو جنون لاحق ہو، ولایت اجبار حاصل ہے۔

(۲۱) معتِق کو، خواہ وہ عورت ہو (۲۲) اس کے بیٹے اخیر تک (۲۳) اس کے نسبی عصبہ عصبات نسبی کی ترتیب پر۔

والترتيب فی ولاية النكاح كالترتيب فی الإرث والأبعد محجوب بالأقرب، فتقدم عصبة النسب،وأولاهم الابن وابنه وإن سفل ..... ثم الأب ثم الجد فأبوه ثم الأخ الشقيق ثم لأب، ثم ابن الأخ الشقيق ثم ابن الأخ لأب ثم العم الشقيق ثم لأب ثم ابن العم الشقيق ثم ابن العم لأب ثم أعمام الأب، كذلك الشقيق ثم أبناؤه ثم لأب ثم أبناؤه ثم عم الجد الشقيق ثم أبناؤه ثم عم الجد لأب ثم أبناؤه وإن سفلوا ؛كل هؤلاء يثبت لهم ولاية الإجبار على البنت و الذكر فی حال صغرهما وحال كبرهما إذا جنا...ثم المعتِق وإن كان امرأة ثم بنوه و إن سفلوا ثم عصبته بالنسب على ترتيب عصبات النسب . (فتح القدير : ٣ /٢٦٨)

ذوی الارحام میں ولایتِ نکاح کی ترتیب:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عصبات نسبی اور سببی کے نہ ہونے کی صورت میں دیگر رشتہ داروں کو بھی ولایت نکاح کا حق حاصل ہے، ان میں ترتیب اس طرح ہے: (۱) ماں (۲) لڑکی (۳) پوتی (۴) نواسی (۵) پرپوتی (۶) حقیقی بہن (۷) علاتی بہن (۸) ماں کی اولاد مذکر ومؤنث (۹) ان کی اولاد (۱۰) اخیافی بھائی بہن (۱۱) ان کی اولاد (۱۲) پھوپھی (۱۳) ماموں (۱۴) خالہ (۱۵) چچا کی لڑکیاں (۱۶) پھوپھی کی لڑکیاں (۱۷) مولی الموالات (۱۸) بادشاہ (۱۹) وہ قاضی جس کو چھوٹے بچے، بچیوں کا نکاح کرانے کا اختیار بھی دیا گیا ہو۔ (۲۰) اور وہ شخص جس کو قاضی مقرر کرے۔

(قوله: ولغير العصبات من الأقارب ولاية التزويج عند أبي حنيفة معناه عند عدم العصبات) النسبية والسببية .

والحاصل أن الولاية تثبت أولا لعصبة النسب على الترتيب الذي قدمناه ثم لمولى العتاقة ثم لعصبته على ذلك الترتيب بالإتفاق ثم بعد ذلك عند أبي حنيفة تثبت للأم ثم للبنت إذا كانت أمها مجنونة ثم بنت الابن ثم البنت ثم بنت الابن ثم بنت بنت البنت ثم الاخت لأب وأم ثم الأخت لأب ثم لولد الأم؛ يستوى ذكورهم وإناثهم فى ذلك ثم أولادهم .... وبعد أولاد الأخوات: العمات ثم الأخوال ثم الخالات ثم بنات الأعمام ثم بنات العمات..... ثم مولى الموالات وهوالذى أسلم على يد أبى الصغيرة

ووالاه لأنه يرث فتثبت له ولاية التزويج، ثم السلطان ثم القاضى إذا شرط فى عهده تزويج الصغائر والصغار ثم من نصبه القاضى وإن لم يشترط فلا ولاية له فى ذلك وهذا استحسان.

(ولاية التزويج عند عدم العصبات) عصبة كانت سواء كانت عصبة يحل النكاح بينه وبين المرأة كابن العم أولم يحل كالعم ومولى العتاقة وعصبته من العصبات، ثم عند أبى حنيفة بعد العصبات الأم ثم ذوى الأرحام ،الأقرب فالأقرب، البنت ثم بنت الابن ثم بنت البنت ثم بنت ابن الابن ثم بنت بنت البنت ثم الأخت لأب وأم ثم الأخت لأب ثم الأخ والأخت لأم ثم أولاد هم ثم العمات والأخوال والخالات وأولادهم على هذا الترتيب، ثم مولى الموالات ثم السلطان ثم القاضى ومن نصبه القاضى إذا شرط تزويج الصغار و الصغائر فى عهده ومنشوره أماإذا لم يشترط فلا ولاية له. (فتح القدير : ۲۷۵/۳)

باپ کی طرف سے رشتہ رکھنے والی عورتوں کوبھی نکاح کرانے کی ولایت حاصل ہے، وہ یہ ہیں (۱) بہن (۲) پھوپھی (۳) بھائی کی لڑکی (۴) چچا کی لڑکی وغیرہ۔

والنساء اللواتى من قبل الأب لهن ولاية التزويج عند عدم العصبات بإجماع بين أصحابنا، وهى الأخت والعمة وبنت الأخ وبنت العم ونحو ذلك. (فتح القدير : ۲۷۵/۳)

عصبات کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کو صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک نکاح کرانے کی ولایت نہ ہوگی۔ان کی دلیل آپ ﷺ کا فرمان ''النکاح إلى العصبات '' ہے،یعنی نکاح عصبات ہی کرا سکتے ہیں۔یہاں النکاح معرف باللام ہے،اور غیر معہود میں معرف باللام جنس کا فائدہ دے گا۔لہٰذا اس جنس کے تمام افراد شامل ہوں گے،دوسری جنس اس میں داخل نہ ہوگی۔

دوسری دلیل قیاس ہے۔یعنی ولایت اس لیے دی جاتی ہے کہ رشتہ داروں اور عصبات کو غیر کفو کی طرف نسبت سے بچایا جا سکے،اور ذوی الارحام کا تعلق دوسرے قبیلہ سے ہوتا ہے،لہٰذا ان کے ساتھ عار (شرم) لاحق نہ ہوگی ، دوسری طرف ذوی الارحام کے غیر کفو میں نکاح کرانے سے شرم عصبات کو لاحق ہوگی، معلوم ہوا کہ ولایت صرف عصبات کو حاصل ہوگی۔

اور امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ولایت کا مدار شفقت پر ہے اور شفقت اس شخص کو سپرد کرنے سے متحقق ہوگی جو شفقت پر ابھارنے والی رشتہ داری کے ساتھ مختص ہو، اور یہ بات ذوی الارحام میں پائی جاتی ہے، لہٰذا ذوی الارحام ولایت کے حقدار ہوں گے۔

رہی بات صاحبینؒ نے جو حدیث پیش کی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب عصبات موجود ہوں تو اس وقت کسی اور کو ولایت نہ ہوگی۔فقط عصبات کو ہی ولایت حاصل ہوگی یہ ثابت کرنا مراد نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ذوی الارحام کے لئے ولایت کا ثبوت شفقت اور کمال رائے کی وجہ سے دلالۃً ثابت ہے۔

مزید برآں ذوی الارحام کو وارث بنانے کا قائل ہونا نکاح کی عدم ولایت کے ساتھ غیر مستحسن ہے۔ اللہ کا فرمان و أولوا الأرحام بعضهم أولى ببعض کی وجہ سے۔ نیز وارث بننا ولایت پر مبنی ہے، اور ولایت کا حقدار وہی ہوتا ہے جو وارث ہو۔

ان تمام باتوں سے عیاں ہوتا ہے کہ ذوی الارحام کو عصبات کی عدم موجود گی میں ولایت نکاح حاصل ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عصبات کے علاوہ ذوی الارحام کو بھی عصبات کے نہ ہونے کے وقت ولایت نکاح حاصل ہوگی، اور صاحبینؒ کے نزدیک ذوی الارحام کو بالکلیہ حاصل نہ ہوگی۔

(ولغير العصبات من الأقارب ولاية التزويج عند أبي حنيفة) معناه عند عدم العصبات وهذا استحسان، وقال محمد : لا تثبت و هو القياس، وهو رواية عن أبي حنيفة، وقول أبي يوسف في ذلك مضطرب والأشهر أنه مع محمد، لهما مارويناا (يعني من قوله ﷺ "النكاح إلى العصبات". أثبت لهم الجنس، وليس من وراء الجنس شئ فيثبت لغيرهم فلا إنكاح لغيرهم) ولأن الولاية إنما تثبت صونا للقرابة عن نسبة غير الكفء إليها وإلى العصبات الصيانة.

وقوله (لهما مارويناا) يريد به قوله عليه الصلوة والسلام ' النكاح إلى العصبات ' عرف النكاح باللام في غير معهود فكان معناه هذا الجنس مفوض إلى هذا الجنس فلا يكون لغيره فيه مدخل.

(قوله ولأن الولاية إنما تثبت صونا للقرابة عن نسبة غير الكفء اليها) أى إلى القرابة على تاويل الأقارب أوعلى المعنى المصدرى (وإلى العصبات الصيانة) عن ذلك لا إلى غيرهم من ذوى الأرحام لأنهم ينسبون إلى قبيلة أخرى فلا يلحقهم العاربذلك.

ولأبى حنيفة أن الولاية نظرية والنظر يتحقق بالتفويض إلى من هو المختص بالقرابة الباعثة على الشفقة.

فان قلت : هذا تعليل فى مقابلة النص وهولا يجوز، أجيب بوجهين : أحدهما أن معنى قوله النكاح إلى العصبات إذا وجدت العصبات والثانى أن الولاية تثبت لغيرهم بطريق الدلالة باعتبار الشفقة وكمال الرأى والقول بتوريث ذوى الأرحام مع القول بعدم ولاية الإنكاح غير مستحسن لإطلاق قوله تعالى 'وأولوا الأرحام بعضهم أولى ببعض" ولكون التوريث منبياعلى الولاية.

(فتح القدير : ۳/۲۷۵، ۲۷۶)

نوٹ : علامہ شامیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام ابو یوسف امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ہے۔

(فالولاية لأم الخ) أى عند الإمام ومعه أبو يوسف فى الأصح و قال محمد : ليس لغير العصبات ولاية. (شامى:٤/ ١٩٥)

اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد کے نکاح کرانے کا حکم :

پہلی حالت یہ ہے کہ اقرب موجود ہو یا غائب ہو بہ غیبتِ غیر منقطعہ ہو؛

یعنی رشتہ داروں کے ساتھ تعلق قائم اوراس کی رائے پرعمل ممکن ہوتو اقرب نکاح کرانے کا حقدار ہوگا اوریعنی وہی مقدم ہوگا۔

دوسری حالت: یہ ہے کہ اقرب غائب ہو اور رشتہ داروں کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہواوراس کا کوئی اتا پتہ نہ ہوتو ائمہ ثلاثہ حنفیہؒ کےنزدیک ابعدنکاح کرانے کا حقدار ہوگا، اورامام زفرؒ کےنزدیک اقرب کے ہوتے ہوئے ابعدنکاح نہیں کرا سکتاہےدونوں صورتوں میں۔

امام زفرؒ کی دلیل: اقرب کی ولایت باقی ہےقریبی رشتہ داری کے پائے جانے کی وجہ سے، اسی وجہ سے وہ جہاں رہ کرنکاح کرائےتو یہ نکاح کرانا درست ہوتاہے،معلوم ہوا کہ اقرب کی ولایت کے ہوتے ہوئے دوسرا (ابعد) نکاح نہیں کراسکتا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ ولایت شفقت پرمبنی ہے،اورجس کی رائے سے فائدہ نہ اٹھایا جائے اس شخص کوولایت سپرد کرنے سے شفقت نہیں پائی جائیگی، چنانچہ اقرب کی عدم موجودگی میں ابعدکوولایت حاصل ہوگی۔

فائدہ: بدائع الصنائع میں اس بحث کےضمن میں ایک فائدہ کی بات بھی ذکر کی ہے کہ ولی اقرب کا اپنی حالت غیبوبت میں نکاح کرانے سےفساد کے رونما ہونے کا خطرہ ہے، بایں طور کہ اقرب اپنےطور پراس کا کسی سے نکاح کرادے اور وطن میں موجود ابعدکواس نکاح کا علم نہ ہو، اور وہ اپنے طور پرصغیرہ کا کسی اور سے نکاح کرادے، اس طرح دوسرا شوہراس سے وطی کرے اوراس سے اولاد وجود میں آئے، پھرظاہر ہوکہ یہ پہلے شوہر کی بیوی ہےتو یہ یقیناً بڑی فساد کی بات

ہے۔ اس لئے مناسب تو یہی ہے کہ ولی اقرب کی حالت غیبوبت میں ولی ابعد کو ہی ولایت ہونی چاہیئے۔

ثـم إنـمـا يتـقـدم الأقرب على الأبعد إذا كـان الأقـرب حاضراً أوغـائبا غيبة غير منقطعة، فأما إذا كـان غائبا غيبة منقطعة فللأبعد أن يـزوج فـى قـول أصـحـابنا الثلاثة، وعند زفرؒ: لا ولاية للأبعد مع قيام الأقرب بحال.

وجـه قول زفر: أن ولاية الأقرب قائمة لقيام سبب ثبوت الولاية وهـوالـقرابة القريبة، ولهذا لوزوجها حيث هو يجوز فقيام ولايته تمنع الانتقال إلى غيره. (بدائع الصنائع: ٥١٩/٢)

(وإذا غـاب الـولى الأقرب غيبة منقطعة جاز لمن هوأبعد منه أن يزوج) وقال زفر: لا يجوز لأن ولاية الأقرب قائمة لأنها ثبتت حقا له صيـانة لـلـقـرابة فلا تبطل بغيبته، ولهذا لو زوجها حيث هو جاز، ولا ولاية لـلأبـعـد مـع ولايتـه، ولـنـا أن هذه ولاية نظرية وليس من النظر التـوفيـض إلـى مـن لايـنتفع برأيه ففوضناه إلى الأبعد وهو مقدم على السـلـطـان كـما إذا مات الأقرب، ولو زوجها حيث هو فيه منع وبعد التسـليـم نقول للأبعد بعد القرابة وقرب التدبير وللأقرب عكسه فنزلا منزلة وليين مستاويين فأيهما عقد نفذ ولايرد. (الهداية: ٣٤١/٢، ٣٤٠)

فـائـدة: ولأن الـقـول بثبـوت الـولاية للأبعد مع ولاية الأقرب يـؤدى إلى الفساد، لأن الأقرب ربما يزوجها من انسان حيث هو ولا

یعلم الأبعد بذلك فیزوجها من غیره فیطؤها الزوج الثانی، ویجیئ بالأولاد ثم یظهر أنها زوجة الأول وفیه من الفساد مالا یخفی.

(بدائع: ۲/ ۵۲۰)

متعدد درجے کے عصبہ بنفسہ جمع ہوں تو ولایت کی ترتیب:

جب عصبہ بنفسہ کی پہلی قسم کے متعدد افراد جمع ہو جائیں، یا عصبہ بنفسہ کی دوسری قسم اور تیسری قسم جمع ہوں یا تیسری قسم کے ساتھ چوتھی قسم کے افراد جمع ہوں تو کون مقدم ہوگا؟

صغیر اور صغیرہ، مجنون کبیر اور مجنونہ کبیرہ کے نکاح کرانے میں ولی میں باپ اور دادا دونوں جمع ہوں، تو باپ دادا سے مقدم ہوگا، قرب قرابت اور عصبیت کی وجہ سے، دادا، پردادا وغیرہ حقیقی بھائی سے اور بھائی چچا سے مقدم ہوگا۔

صاحبینؒ کے نزدیک دادا اور بھائی دونوں برابر رہیں گے۔ جیسے میراث میں بھی صاحبینؒ کے نزیک ان کا حصہ میراث میں برابر ہوتا ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھائی دادا کے ساتھ وارث نہیں ہوتا ہے، اس طرح ولایت میں بھی دادا مقدم ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ صاحبینؒ کے نزدیک داد اور بھائی میں کوئی ترجیح نہیں، دونوں ولی بن سکتے ہیں، اور امام صاحبؒ کے نزدیک دادا اور بھائی دونوں موجود ہوں تو دادا مقدم ہوگا، اور حق ولایت انکاح دادا کو حاصل ہوگا۔

إذا اجتمع الأب والجد فی الصغیر والصغیرة والمجنون الکبیر والمجنونة الکبیرة فالأب أولی من الجد أب الأب لوجود العصوبة والقرب والجد أب الأب وإن علا أولی من الأخ لأب وأم والأخ

أولی من العم هكذا و عند أبی یوسف ؒ و محمد ؒ الجد و الأخ سواء كما فی المیراث فإن الأخ لا یرث مع الجد عنده فكان بمنزلة الأجنبی، و عندهما یشتركان فی المیراث فكانا كالأخوین.(بدائع: ۲/ ۵۱۸)

ایک اور اختلافی صورت:

اگر باپ اور بیٹا مجنونہ کے ولی ہوں تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیٹا حقدار ہوگا۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک باپ زیادہ حقدار ہے۔

امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ ولایت مولی علیہ کے لئے شفقت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے، اور باپ کا تصرف مجنونہ کے لئے زیادہ مشفقانہ ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ بیٹے کے مقابلہ میں اس پر زیادہ مہربانی کرتا ہے، بایں وجہ باپ مجنونہ کے مال میں بھی تصرف کا حقدار ہوتا ہے، نیز باپ کو عورت کی قوم میں شمار کیا جاسکتا ہے، جب کہ بیٹے کو نہیں، کیوں کہ وہ باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے، پس باپ کے لیے مجنونہ پر ولایت کو ثابت کرنا قرابت کی وجہ سے زیادہ مناسب ہے۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل: نکاح کرانے کی ولایت عصبیت پر مبنی ہے اور باپ بیٹے کے ساتھ جب حق میراث میں جمع ہو تو بیٹا عصبہ بنتا ہے اور باپ ذوی الفرض کی حیثیت سے حصہ پاتا ہے تو باپ اخیافی بھائی کے درجہ میں ہوگیا، جب کہ اخیافی بھائی حقیقی بھائی کے ساتھ آجائے۔

امام یوسفؒ کی ایک روایت معلیؒ نے ذکر کی ہے کہ ان دونوں میں سے جو بھی نکاح کرائے گا اس کا کرایا ہوا نکاح درست ہوجائے گا۔ اس روایت کی وجہ یہ

ہے کہ ان دونوں (باپ اور بیٹے) میں مقدم ہونے کا سبب پایا جاتا ہے، بایں طور کہ باپ اس کی قوم کا ایک فرد ہونے کی وجہ سے اس پر زیادہ مہربان ہوگا، اور بیٹا عصبیت کی وجہ سے اس کا وارث ہوتا ہے اور ولایت کا حقدار عصبات میں جو اقرب ہوتا ہے اس کو حق حاصل ہوتا ہے، ان دونوں سبب کی وجہ سے دونوں کو سبب تقدم حاصل ہے، لہٰذا جو بھی نکاح کرائے گا، نکاح درست ہوگا، لیکن اگر دونوں ایک ہی مجلس میں ہو تو باپ کی تعظیم اور احترام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے باپ مقدم ہوگا۔ یعنی افضل یہ ہے کہ باپ کے احترام میں بیٹا باپ کو ولایت انکاح سپرد کر دے، اس طرح اختلاف سے حفاظت رہے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک درجہ کے دو ولی جمع ہو جائیں تو قرب قرابت اور عصبیت کی وجہ سے جو زیادہ حقدار ہوگا وہ مقدم ہوگا۔

وإن اجتمع الأب والابن فی المجنونة فالإبن أولى عند أبی یوسفؒ......وروى المعلى عن أبی یوسف أنه قال: أيهما زوج جاز، وإن اجتمعا قلت للأب زوج.

وقال محمد: الأب أولى به.

وجه قوله: أن هذه الولاية تثبت نظرا للمولى عليه وتصرف الأب أنظر لها لأنه أشفق عليها من الإبن، ولهذا كان هو أولى بالتصرف في مالها، ولأن الأب من قومها والإبن ليس منهم، ألا ترى أنه ينسب إلى أبيه فكان إثبات الولاية عليها لقرابتهاأولى.

وجه قول أبی یوسف: أن ولاية التزويج مبنية على العصوبة

والأب مع الابن إذا اجتمعا فلإبن هو العصبة والأب صاحب فرض فكان كالأخ لأم مع الأخ لأب وأم.

وجه رواية المعلى: أنه وجد فى كل واحد منهما ما هو سبب التقدم، أما الأب فلأنه من قومها وهو أشفق عليها، وأما الابن فلأنه يرثها بالتعصيب وكل واحد من هذين سبب التقدم فأيهما زوج جاز، وعند الاجتماع يقدم الأب تعظيما واحتراما له، وكذلك إذا اجتمع الأب وابن الإبن، وإن سفل فهو على هذا الخلاف، والأفضل فى المسالتين أن يفوض الإبن الإنكاح إلى الأب احتراما للأب واحترازا عن موضع الخلاف. (بدائع: ۵۱۹/۲، ۵۱۸)

جب دوولی ایک درجہ کے ہوں تو کون مقدم ہوگا؟

صغیراور صغیرہ کے نکاح کرانے میں دوولی برابر درجہ کے ہوں، جیسے دو بھائی ،دو چچاوغیرہ تو ان میں سے جو بھی پہلے نکاح کرائے گا اس کا کرایا ہوا نکاح درست ہوگا۔ چاہے تو دوسرا راضی ہو یا ناراض ہو، ہاں کفو کا ہونا اور مہر کا وافر (پورا مہر) ہونا ضروری ہے، یہی عام علماء کا قول ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب ایک درجہ کے دوولی جمع ہو جائیں تو جس نے نکاح کرادیا اس کا نکاح نافذ ہوگا۔

فأما إذا كان فى الدرجة سواء كالأخوين والعمين ونحوذلك فلكل واحد منهما على حياله أن يزوج رضى الآخر أو سخط بعد أن كان التزويج من كفء بمهر وافر وهذا قول عامة العلماء. (بدائع: ۵۲۱/۲).

ناشزہ کی تأدیب میں ترتیب:

شوہر کو اپنی نافرمان عورت کو ادب سکھانے کی ولایت حاصل ہے، لیکن شریعت نے حقوقِ انسانی اور حق زوجیت، ہر دو کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے لیے ایک بہترین ترتیب کی رہنمائی فرمائی ہے۔

(۱) نصیحت کرے، (۲) نصیحت کارگر نہ ہو تو خواب گاہ سے علاحدہ کرے (جماع ترک کردے) (۳) اس سے اصلاح نہ ہو تو عورت سے رہن سہن میں علاحدہ رہے (۴) اس سے فائدہ نہ ہو تو قاعدے کے مطابق مارے (۵) یہ بھی مفید نہ ہو تو قاضی کے پاس لے جائے۔

بعض مشائخ کا قول ہے کہ نصیحت کے بعد ترک جماع اور ہجران سے قبل ترک وہجر کی دھمکی دے، اس سے اصلاح نہ ہو تو دھمکی پر عمل کرے۔

اس کی دلیل آیت کریمہ: والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن ہے۔

آیت کے ظاہر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حرف واؤ کی وضع تمام چیزوں کو بیک وقت جمع کرنے کے لئے ہوئی ہے، لیکن اس سے مراد بالترتیب جمع کرنا ہے اور واؤ اس کا احتمال رکھتا ہے، پس اس آیت کریمہ سے نافرمان عورت کی تأدیب کرنے میں ترتیب ثابت ہوتی ہے چنانچہ بالترتیب اسی طرح معاملہ کیا جائے گا۔ (الموسوعه: ۳۰۱/۴۰، ۳۰۲)

عقلی دلیل یہ ہے کہ تأدیب کا یہ طریقہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے

مشابہ ہے، جیسا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تمام لوگوں کے حق میں یہ ہے کہ آمر سب سے پہلے نرمی سے نصیحت کرتا ہے، اگر نصیحت قبول کرلے فبہا، دوسرے درجے میں وہ بھی بات میں سختی کرتا ہے، اگر باتوں سے کام چل جائے تو ٹھیک، ورنہ پھر وہ ہاتھوں کو آزماتا ہے۔ (الموسوعہ : ۳۰۲،۳۰۱/٤٠)

قال الحنفية للزوج ولاية تأديب امرأته لنشوزها لكن على الترتيب، فيعظها أولا على الرفق واللين فإن نجعت الموعظة وإلا هجرها وقيل يخوفها بالهجر أولا والاعتزال عنها وترك الجماع والمضاجعة فإن تركت وإلا هجرها لعل نفسها لا تحتمل الهجرفإن تركت النشوز وإلا ضربها فإن نفع الضرب وإلا رفع إلى القاضي.

والاصل فيه قول الله عز وجل :والتى تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فى المضاجع واضربوهن فظاهر الآية وان كان بحرف الواو الموضوعة للجمع لكن المراد منه الجمع على سبيل الترتيب والواو تحتمل ذلك .(الموسوعة :٣٠٢،٣٠١/٤٠)

جمع بین الأختین کے مسائل:

نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے، اگر ایک بہن کے ساتھ نکاح پہلے کیا اور دوسری کے ساتھ بعد میں تو دوسرا نکاح فاسد ہوگا۔

والجمع بين الأختين لايجوز..... فإن تزوج إحداهما بعد الأخرى فنكاح الثانية فاسد.

اصل: ہر وہ جگہ جہاں جمع کرنا جائز نہیں ہے، وہاں اگر ایک کو پہلے نکاح میں

قبول کیا اور دوسری کو بعد میں علی الترتیب تو دوسرا نکاح فاسد ہوگا۔

وفی کل موضع لایجوز الجمع..... ولو وجد علی الترتیب فالثانی یفسد۔(الفتاوی التاتارخانیة: ٤ / ٦١)

آزاد و غلام عورتوں سے کیے ہوئے نکاحوں میں صحت کی ترتیب:

ایک آدمی نے باندی سے اس کے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کیا پھر آزاد سے کیا پھر باندی کے آقا نے اس کے نکاح کو جائز قرار دیا تو باندی کا نکاح جائز نہ ہوگا، یعنی اجازت ملنے پر باندی کا نکاح ترتیب میں آزاد عورت کے بعد سمجھا جائے گا اور درست نہ ہوگا۔

وفی نکاح الأصل: رجل تزوج أمة بغیر إذن مولاها ثم تزوج حرة ثم أجاز مولی الأمة نکاحها لم یجز .

ایک غلام نے (اپنے مولی کی اجازت کے بغیر) کسی باندی سے نکاح کیا پھر آزاد سے، پھر باندی سے نکاح کیا، اس کے بعد آقا نے غلام کے تمام نکاح جائز قرار دیئے تو اخیری باندی کا نکاح درست ہوگا، یعنی اجازت فقط ترتیب میں آخری عورت کے نکاح کے ساتھ لاحق ہوگی۔اور اگر ان میں سے ہر ایک کے ساتھ دخول کر چکا تو ان میں سے کسی کے ساتھ نکاح درست نہ ہوگا۔

ایک غلام نے اپنے مولی کی اجازت کے بغیر ایک باندی سے نکاح کیا پھر آزاد سے نکاح کیا پھر مولی کو خبر پہنچی اور اس نے غلام کے دونوں نکاح جائز رکھے تو آزاد کا نکاح درست ہوگا اور باندی کا نکاح باطل ہوگا۔یعنی یہ اجازت نکاح مؤخر

کے ساتھ لاحق ہوگی، نکاح مقدم کے ساتھ نہیں۔

اور اگر غلام نے مولی کی اجازت کے بغیر اولاً آزاد سے نکاح کیا تھا پھر باندی سے، اس کے بعد آقا نے دونوں نکاح جائز رکھے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک آزاد کا نکاح درست ہوگا اور باندی کا نکاح باطل ہوگا یعنی اس صورت میں اجازت کا تعلق قوت کے سبب آزاد عورت کے ساتھ ہی ہوگا۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک باندی کا نکاح درست اور آزاد کا نکاح باطل ہوگا یعنی امام محمدؒ نکاحوں کی ترتیب کا اعتبار کرتے ہوئے باندی کا نکاح درست قرار دیں گے۔

وفي نوادر ابن سماعة عن محمدؒ عبد تزوج أمة (ثم تزوج حرة) ثم تزوج أمة ثم أجاز المولى نكاحهن جاز نكاح الأمة الأخيرة ولو كان دخل بكل واحدة منهن لم يجز نكاح شيئ منهن۔

وفي نوادر ابن رستم عن محمد عبد تزوج أمة ثم حرة بغير إذن المولى فبلغ المولى وأجاز النكاحين فنكاح الحرة جائز ونكاح الأمة باطل ولو كان تزوج حرة ثم أمة بغير إذن المولى وأجاز المولى فنكاح الحرة جائز ونكاح الأمة باطل عند أبي حنيفةؒ وقال محمدؒ نكاح الأمة جائز ونكاح الحرة باطل۔(الفتاوى التاتارخانية: ٤/ ٨٤)

كتاب الحضانة

پرورش کا سب سے زیادہ حقدار کون؟

جب تک زوجین کا نکاح قائم ہو دونوں کے ذمہ بچہ کی پرورش کرنا ہے، اور

اگر تفریق ہو جائے تو بچہ کی ماں زیادہ حقدار ہے۔

وإذا وقعت الفرقة بين الزوجين فالأم أحق بالولد لماروى أن امرأة قالت يا رسول الله ﷺ أن ابني هذا كان بطني له وعاء وحجري له حوى وثديي له سقاء وزعم أبوه أنه ينزعه مني فقال عليه السلام أنت أحق به مالم تتزوجي ولأن الأم أشفق وأقدر على الحضانة فكان الدفع إليها أنظر.

(هدايه: ٢/ ٤٣٨، الموسوعة: ١٧/ ٣٠١)

اس بات پر تمام فقہاء نے اتفاق کیا ہے کہ ماں کی موجودگی میں حق پرورش ماں کو حاصل رہے گا؛ لیکن ماں کی عدم موجودگی میں کون مقدم ہوگا تو اس میں ترتیب اس طرح ہے:

ماں نہ ہو تو نانی دادی سے زیادہ حقدار ہے، اگرچہ دور کا رشتہ ہو۔

اگر نانی نہ ہو تو دادی بہنوں کے مقابلہ میں۔

دادی نہ ہو تو بہن، بہنوں میں حقیقی بہن پھر اخیافی بہن، پھر علاتی بہن۔

بہن کے بعد خالہ، خالہ میں حقیقی خالہ پھر اخیافی پھر علاتی خالہ کا درجہ ہے۔

خالہ نہ ہو تو پھوپھی، پھوپھی میں حقیقی پھوپھی مقدم پھر اخیافی پھوپھی پھر علاتی پھوپھی۔

فان لم تكن له أم فأم الأم أولى من أم الأب وإن بعدت فإن لم تكن أم الأم فأم الأب أولى من الأخوات فإن لم تكن له جدة فالأخوات أولى من العمات والخالات وتقدم الأخت لأب وأم ثم

الأخت من الأم ثم الأخت من الأب ثم الخالات أولى من العمات ترجيحا لقرابة الأم وينزلن كما نزلنا الأخوات معناه ترجيح ذات قرابتين ثم قرابة الأم ثم العمات ينزلن كذلك.

اوراگر بچہ کے خاندان میں کوئی عورت نہ ہواور مردوں میں جھگڑا ہو جائے تو ان میں وہ شخص مقدم ہوگا جو عصبہ کے اعتبار سے سب سے قریب ہو، اور ان حضرات کی تفصیل ولایت نکاح کے تحت گذر چکی۔

فان لم تكن للصبى امرأة من أهله فاختصم فيه الرجال فأولاهم أقربهم تعصيبا. (هدايه : ٤٣٩/٢)

اوراگر عصبہ رشتہ دار نہ ہوتو ذوی الارحام مقدم ہوں گے، لہٰذا سب سے پہلے اخیافی بھائی، یہ نہ ہوتو اس کی اولاد، پھر اخیافی چچا، یہ نہ ہوتو حقیقی ماموں، پھر اخیافی ماموں۔

ثم إذا لم يكن عصبة فلذوى الأرحام فتدفع لأخ لأم، ثم لابنه، ثم للعم للأم، ثم للخال لأبوين ثم للأم، برهان وعينى بحر.

(در المختار مع رد المحتار: ٥/ ٢٦٤،٢٦٥)

نومولود کے اعتبار سے ترتیب:

نومولود کا چچازاد بھائی ہے یا ماموں تو مذکر کے لئے چچازاد بھائی حقدار ہوگا اور مؤنث کے لیے ماموں اوران دونوں کے ساتھ اخیافی بھائی ہوتو پھر ان دونوں (چچازاد بھائی اور ماموں) سے اخیافی بھائی حقدار ہوگا۔

وفی تجنیس خواهرزاده : فإن کان ابن عم و خال : فابن عم العم أولی للذکر و الخال للأنثی ، والأخ من الأم أولی منهما .

جب بچی کا چچازاد بھائی اور ماموں دونوں ہوں تو ماموں حقدار ہوگا اور اگر ماموں، نانا اور اخیافی بھائی ہے تو نانا حقدار ہوگا۔

قال إذا کان لها ابن عم و خال فالخال أولی و أب الأم أولی من الخال و الأخ من الأم.

ایک درجہ کے حقدار لوگوں میں ترتیب:

جب ایک درجہ کے عصبی رشتہ دار جمع ہو جائیں تو اورع مقدم ہوگا پھر عمر رسیدہ۔

ثم العصبات بترتیب الإرث فیقدم الأب ثم الجد ثم الأخ الشقیق ثم لأب ثم بنوه کذلك ثم العم ثم بنوه وإذا اجتمعوا فالأورع ثم الأسن (در مع رد المحتار :٥ / ٢٦٤)

جب ایک ہی درجہ کے بھائی بچہ کی پرورش کے سلسلہ میں جمع ہو جائیں تو اگر سب کے سب حقیقی ہوں یا علاتی ہوں تو ان میں جو صلاحیت مند ہوگا وہ حقدار ہوگا، اور اگر صلاح میں بھی برابر ہو تو ان میں جو عمر رسیدہ ہوگا وہ حقدار ہوگا۔

وإذا اجتمع إخوة فی درجة واحدة فإذا کان الکل لأب وأم أو لأب فأیهم أکثر صلاحا أولی، فإن استووا فی الصلاح ، فأکبرهم سنا أولی.(الفتاوی التاتارخانیة : ٥/ ٢٧٨)

اور ذوی الارحام سب کے سب برابر درجہ کے ہوں تو ان میں جو زیادہ

صلاحیت مند ہو وہ مقدم ہوگا پھر پرہیز گار، پھر سب سے بڑا ہو وہ مقدم ہوگا۔

فان تساووا فأصلحهم ثم أورعهم ثم أكبرهم. (أيضا : ٢٦٥)

تنبیہ:

عصبہ کی تقدیم کی صورتوں میں بعض استثناء بھی ہیں، اس کا لحاظ بھی ضروری ہے: شامی میں ہے:

ثم العصبات بترتيب الإرث............. وإذا اجتمعوا فالأورع ثم الأسن، سوى فاسق و معتوه و ابن عم لمشتهاة وهو غير مامون (در مع رد المحتار :٥ / ٢٦٤)

یعنی فاسق عصبہ پرورش کا حقدار نہ ہوگا، نیز نیم پاگل (اور مکمل پاگل بدرجہ اولی) پرورش کا حق دار نہ ہوگا۔ اور چچازاد بھائی بھی مشتہاۃ چچازاد بہن کی پرورش کا حقدار نہ ہوگا۔

بلوغ کے بعد حق حضانت میں ترتیب:

جب بچہ ماں یا نانی اور دادی کے پاس یا ان میں سے کسی ایک کے پاس بالغ ہو گیا تو اب باپ سب سے زیادہ حقدار ہوگا، پھر دادا، اس میں بھی عصبات کی ترتیب پر اقرب فالاقرب کا قاعدہ جاری ہوگا۔

وإذا بلغ الولد عند واحدة منهن هذا المبلغ أو بلغ عند الأم والجدتين على ما قلنا، فالأب أحق بالولد ثم بعده الجد أب الأب يعتبر الأقرب فالأقرب من العصبات.

پھر حقیقی بھائی پھر علاتی بھائی پھر دونوں کی اولاد اس ترتیب پر۔

وفی الخلاصة الخانية ثم الأخ لأب و أم، ثم الأخ لأب ثم أولادهما على هذا الترتيب. (الفتاوى التاتارخانية. ٢٧٧/٥)

اگر بچہ کا کوئی عصبی رشتہ دار نہ ہوتو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اخیافی بھائی کے حوالہ کیا جائے گا۔

فإن لم يكن واحد من العصبة تدفع إلى الأخ لأم عند أبي حنيفة رحمه الله .(أيضا)

پھر کسی قسم کا کوئی رشتہ دار نہ ہوتو ذوی الارحام کے حوالہ کیا جائے گا اس میں بھی الاقرب فالاقرب کے قاعدہ کے مطابق عمل ہوگا۔

ثم إلى ذوى الأرحام الأقرب فالأقرب.(أيضاً)

کتاب الطلاق

غیر مدخولہ پر طلاق قبلیہ اور بعدیہ کے وقوع میں ترتیب:

یہ حکم دراصل دو قاعدوں پر مبنی ہے اس لیے اولاً ان قواعد کو ذکر کیا جاتا ہے:

ضابطہ یہ ہے کہ جب دو چیزوں کے درمیان حرف ظرف (قبل اور بعد) لایا جائے ،تو دیکھا جائے گا، اگر ان کے ساتھ ہائے کنایہ ہوتو یہ قبلیت اور بعدیت مابعد کی صفت ہوگی، جیسے کوئی کہے کہ جاء نی زید قبله عمرو ،تو قبلیت عمرو کی صفت ہوگی۔اور اگر ہائے کنایہ نہ ہوتو قبلیت اور بعدیت ماقبل کی صفت ہوگی، جیسے کوئی کہے کہ جاء نی زید قبل عمرٍو،تو قبلیت زید کی صفت ہوگی۔

اس کے ساتھ ایک اور اصل یہ بھی یاد رکھی جائے کہ ماضی کی طرف منسوب کرتے ہوئے طلاق واقع کرنا، درحقیقت حال میں طلاق واقع کرنا یعنی انشاءِ طلاق ہے۔

(۱) شوہر غیر مدخولہ بیوی سے کہے کہ: أنتِ طالق واحدة قبل واحدة، أو بعدها واحدة، تو ایک طلاق واقع ہوگی۔ مثال میں مذکور پہلے مسئلہ میں ہائے کنایہ نہ ہونے کے سبب قبلیت طلاق اول کی صفت ہے، لہٰذا طلاق اول سے غیر مدخولہ بائن ہو جائے گی، پس دوسری واقع نہ ہوگی، دوسری مثال میں بعد کے ساتھ ہائے کنایہ ہونے کے سبب بعدیت مابعد کی صفت ہے، یعنی 'واحدة' والی طلاق پہلے ہے، اس صورت میں بھی پہلی طلاق واقع ہونے سے غیر مدخولہ بائن ہو گئی لہٰذا دوسری طلاق واقع نہ ہوگی۔

(۲) اور اگر یوں کہے کہ أنت طالق واحدة قبلها واحدة؛ تو دو طلاق واقع ہوگی۔ اس لیے کہ قبلہا میں ہائے کنایہ ہونے کے سبب قبلیت مابعد والی طلاق کی صفت ہے، یعنی ایک واحدة سے پہلے ایک اور طلاق ہے۔ یعنی ایک طلاق ابھی اور ایک طلاق اس سے پہلے بھی۔ اس سے پہلے تو کوئی طلاق تھی نہیں اس لیے قبلیت والی طلاق بھی دوسرے قاعدے کے مطابق ابھی واقع ہوگی، پس اس وقت دو طلاقیں وقوع میں جمع ہو جائیں گی، لہٰذا دونوں واقع ہوں گی۔

(۳) اور اگر یوں کہے کہ أنت طلاق واحدة بعد واحدة؛ تو دو طلاق واقع ہوگی، کیوں کہ ہائے کنایہ نہ ہونے کی وجہ سے بعدیت ماقبل والی طلاق کی صفت ہوگئی، یعنی ایک طلاق بعد ایک طلاق کے، گویا کلام میں مذکور طلاق مؤخر کو

وقوع میں مقدم کرر ہا ہے، اور دوسرے قاعدے کے مطابق ماضی کی طلاق بھی اسی وقت واقع ہوگی، اس اعتبار سے اس مثال میں بھی اس وقت (حال میں) دو طلاقیں وقوع میں جمع ہو جائیں گی، لہٰذا دونوں واقع ہوں گی۔

اور اگر مدخول بہا کو ان الفاظ سے طلاق دے تو تمام صورتوں میں دو طلاقیں واقع ہوں گی۔(ہدایہ:۲/ ۳۸۸)

بیک وقت دو شرطوں پر معلق طلاق میں شرط کی ترتیب:

آدمی اگر طلاق یا عتاق کو دو شرطوں پر معلق کرے تو دونوں شرطیں حالف کے الفاظ کے مطابق مرتب پائی جائیں اس صورت میں ہی طلاق یا عتاق واقع ہوں گے، خلاف کی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔ جیسے اگر یوں کہے کہ إن دعوتنی إن أجبك فعبدی حر، یا یوں کہے إن أكلت إن شربت فعبدی حر ترجمہ: اگر تو میری دعوت کرے، اگر میں تیری دعوت قبول کروں تو میرا غلام آزاد۔ اگر میں کھاؤں اگر میں پیؤں تو میرا غلام آزاد۔ پس اگر فعل شرب اول اور أكل بعد میں ہو تو غلام آزاد نہ ہوگا۔

وروى ابن سماعة عن أبي يوسف أن الحالف إذا ذكر شرطين مرتبين فعلاً من حيث العرف نحو قوله إن دعوتني إن أجبك فعبد ی حر، إن أكلت إن شربت فعبدی حر، فإنه يعتبر هذا الترتيب الظاهر ويقرر كل شرط فی موضعه حتى إذا شرب أولاً ثم أكل لا يعتق عبده ولو أكل أولا ثم شرب يعتق عبده لأن الأكل يتقدم على الشرب فعلا من حيث العرف. (الفتاوی التاتارخانية : ٥/ ٩٦)

یمینِ طلاق میں ترتیب کے مسائل:

دو شرطوں میں سے ایک کا عطف دوسرے پر حرف فاء کے ذریعہ کرے یا ثم کے ذریعہ کرے، تو ان میں ترتیب کا اعتبار ہوگا، جیسے: إن دخلت هذه الدار فهذه الدار (اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی پھر اس گھر میں) ایسی صورت میں دونوں گھر میں دخول پر ہی طلاق واقع ہوگی۔

اسی طرح ثم کو ذکر کیا، جیسے إن دخلت هذه الدار ثم هذه الدار (اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی پھر اس گھر میں داخل ہوئی) اس صورت میں بھی دونوں گھر میں دخول پر ہی طلاق واقع ہوگی۔ نیز یہ بھی ضروری ہوگا کہ دوسرے گھر میں دخول پہلے میں دخول کے بعد ہو۔ یہی حکم فاء کا بھی ہے، ہاں واؤ میں ترتیب ضروری نہیں۔

ولو عطف أحد الشرطين على الآخر بحرف الفاء بأن قال إن دخلت هذه الدار فهذه الداريشترط لوقوع الطلاق دخول الدارين كما لوعطف بحرف الواو إلا أن في هذه المسئلة يجب أن يكون دخول الدار الثانية بعد دخول الدار الأولى و كذلك إذا عطف بكلمة ثم ، بأن قال : إن دخلت هذه الدار ثم هذه الدار.

و لوقال إن دخلت هذه الدار ودخلت هذه الدار أو قال فدخلت هذه الدار يشترط دخول الدارين في الحرفين جميعا إلا أن في حرف الواو لا يعتبر الترتيب وفي حرف الفاء يعتبر الترتيب. (الفتاوى التاتارخانية :۹۷/۵)

اگر کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ إن دخلتِ الدار فأنت طالق وطالق و طالق إن کلمتِ فلاناً، تو پہلی اور دوسری طلاق دخولِ دار پر معلق ہوگی اور تیسری طلاق دوسری شرط پر معلق ہوگی، اگر وہ گھر میں داخل ہوئی تو دو طلاق واقع ہوں گی، اور فلاں سے بات کرنے پر ایک طلاق واقع ہوگی۔ یعنی جانبین میں دو شرطیں ہوں تو اول دو طلاق کا تعلق شرط اول سے اور ثالث کا تعلق شرط ثانی سے ہوگا۔

اگر کہے کہ إن دخلتِ الدار فأنت طلاق إن کلمتِ فلانا تو طلاق کلام پر معلق ہوگی اور وہ دخول دار کی شرط کی جزا ہوگی۔ یعنی بالترتیب دونوں شرطیں پائی جائیں، پہلے دخول دار کی شرط پائی جائے، پھر کلام ہو تو طلاق واقع ہوگی، پس اگر وہ پہلے کلام کر کے پھر گھر میں داخل ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

وفی الخانية ولو قال لامرأته إن دخلت الدار فأنت طالق و طالق و طالق إن كلمتِ فلاناً، فالطلاق الأول والثاني يتعلق بالدخول و الطلاق الثالث يتعلق بالشرط الثاني و لو دخلتِ الدار تطلق ثنتين و لو كلمت فلانا طلقت واحدة ... ولو قال إن دخلت الدار فأنت طالق إن كلمت فلانا كان الطلاق المتعلق بالكلام جزاء الدخول حتى لو كلمت قبل دخول الدار ثم دخلت الدار لا يقع شيئ. (الفتاوى التاتارخانيه : ٥/٩٧)

کفارۂ ظہار میں ترتیب

وطی اور کفارہ کے درمیان ترتیب:

کسی آدمی نے اپنی عورت سے ظہار کیا تو وہ عورت اس کے لئے اس وقت تک حلال نہ ہوگی، جب تک کہ وہ کفارہ ادا نہ کرے، یعنی پہلے کفارہ دے پھر وطی کرنا حلال ہوگا۔

قال و کفارة ظهار عتق رقبة فإن لم يجد فصيام شهرين متتابعين فإن لم يستطع فإطعام ستين مسكينا للنص الوارد فيه فإنه يفيد الكفارة على هذا الترتيب قال و كل ذلك قبل المسيس وهذا فى الإعتاق و الصوم ظاهر للتنصيص عليه و كذا فى الإطعام لأن الكفارة فيه منهية للحرمة فلا بد من تقديمها على الوطى ليكون الوطى حلالاً.

(هدايه : ٢/ ٤١٩)

کفارۂ ظہار کی شکلوں میں ترتیب:

کفارۂ ظہار کی شکلیں تین ہیں اور تمام فقہاء کے نزدیک اس میں ترتیب کا اعتبار واجب ہے۔یعنی اگر اول شکل پر قدرت ہو تو دوسری شکل سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔(۱) رقبہ آزاد کرنا (۲) روزے رکھنا (۳) کھانا کھلانا۔

خصال كفارة الظهار ثلاثة، وهى واجبة باتفاق الفقهاء على الترتيب الآتى (ا)الإعتاق(ب) الصيام(ج) الإطعام.

الأصل فى ذلك قول الله تعالى والذين يظاهرون من نسائهم ثم

يعودون لما قالوا فتحرير رقبة من قبل أن يتماسا، ذلكم توعظون به والله بما تعملون خبير،فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل أن يتماسا فمن لم يستطع فإطعام ستين مسكينا ذلك لتؤمن بالله ورسوله.ولقول النبی ﷺ لأوس بن الصامتؓ حين ظاهر من امرأته يعتق رقبة قيل له لا يجد قال يصوم.

(الموسوعة الفقهية:۲۰۸/۲۹،۲۰۹۔ رد المحتار :۳۹۰/۳)

لعان میں ترتیب

الفاظ کے اعتبار سے لعان میں ترتیب:

لعان کرتے وقت شوہر قسم کھانے میں صدق کے الفاظ پہلے کہے گا پھر لعنت کے الفاظ۔

اورعورت قسم کھانے میں پہلے کذب کے الفاظ پھرغضب کے الفاظ۔

بدائع میں ہے کہ قاضی شوہر کو پہلے حکم دے گا کہ وہ چار مرتبہ قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ عورت پر زنا کی تہمت لگانے میں سچا ہے اور پانچویں مرتبہ میں کہے گا کہ مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں عورت پر زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہوں ۔پھر قاضی عورت کو حکم دے گا کہ وہ چار مرتبہ قسم کھا کر گواہی دے کہ یہ مجھ پر زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ میں کہے گی کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ مجھ پر زنا کی تہمت لگانے میں سچا ہو۔

أما صورة اللعان وكيفيته فالقذف لا يخلو إما أن يكون بالزنا أو

بـنـفـى الـولـد فـإن كـان بـالـزنا فينبغى للقاضى أن يقيمهما بين يديه متـمـاثـليـن فيأمر الزوج أولا أن يقول أربع مرات أشهد بالله أنى لمن الـصادقين فيما رميتها به من الزنا ويقول فى الخامسة لعنة الله عليه إن كـان مـن الكاذبين فيما رميتها به من الزنا ثم يأمر المرأة أن تقول أربع مـرات أشهـد بالله أنه لمن الكاذبين فيما رمانى به من الزنا وتقول فى الـخـامسة غـضـب الله عليها إن كان من الصادقين فيما رمانى به من الزنا كذا ذكر فى ظاهر الرواية. (بدائع : ٣٧٦/٣)

الفقہ الاسلامی واُدلتہ میں ہے کہ اگر مرد نے الفاظ اربعہ سے قبل کلمہ لعنت ادا کیا تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ یعنی الفاظ لعان میں بھی ترتیب واجب ہے۔

(الفقه الاسلامى وأدلته : ٥٦٦/٧)

ملاعن کے اعتبار سے ترتیب:

لعان میں کون سے ملاعن سے ابتداء کی جائے حنفیہ کے نزدیک مرد سے ابتداء کرنا واجب پھر عورت سے۔ اس لئے کہ مرد مدعی ہے اور دعاوی میں مدعی سے ابتداء کی جاتی ہے لہٰذا مرد سے لعان کی ابتداء کی جائے گی۔

وانـمـا بـدئ بـالـرجـل لـقـولـه سبـحانه وتعالى والذين يرمون أزواجهـم ولـم يـكـن لهـم شهداء إلا أنفسهم فشهادة أحدهم والفاء لـلتـعـقيـب فيـقتـضـى أن يكون لعان الزوج عقيب القذف فيقع لعان الـمـرأة بعد لعانه وكذا روى أنه لما نزلت آية اللعان وأراد رسول الله ﷺ أن يـجرى اللعان على ذينك الزوجين بدأ بلعان الرجل وهو قدوة

لأن الـزوج ألحق بها العار بالقذف فهی بعد طالبتها إياه باللعان تدفع الـعارعن نفسها ودفع العارعن نفسها حقها وصاحب الحق إذا طالب مـن عليه الحق بإيفاء حقه لايجوز له التأخير كمن عليه الدين .... ولهـذا فـی بـاب الـدعـاوی يبدأ بشهادة المدعی ثم بشهادة المدعی عليه بطريق الدفع له كذا ههنا. (بدائع : ۳ / ۳۷٦)

لعان میں ترتیب قائم نہ رہے تو :

اگر حاکم یا قاضی نے غلطی سے عورت سے لعان شروع کیا پھر مرد سے تو حاکم یا قاضی کے لیے مناسب ہے کہ لعان کا اعادہ کرے، مرد سے ابتداء کر کے اور اگر اعادہ نہ کرے اسی پر تفریق کرا دے تو اس کا حکم نافذ ہوگا اس لئے کہ اس کا حکم مختلف فیہ مسئلہ میں صادر ہوا ہے، اور اس میں کیا ہوا حکم نافذ ہوتا ہے۔

فـإن أخـطـأ الـحـاكـم فيبدأ بالمرأة ثم بالرجل ينبغی له أن يعيد الـلعان علی المرأة......... فإن لـم يعد لعانها حتی فرق بينهما نفذت الفرقة لأن تفريقه صادف محل الاجتهاد. (بدائع : ۳۷۷/۳)

كتاب النفقة

اولاد کے نفقہ میں ترتیب:

بچے اور بچی کے بلوغ تک؛ ان کے اخراجات باپ کی موجودگی میں باپ کے ذمہ لازم ہوں گے؛ لیکن اگر دونوں کے پاس کوئی جائداد یا نقدی روپیہ ہو تو اسی سے ان کے اخراجات کا خرچ لیا جائے گا، باپ کے ذمہ ضروری نہیں۔

نیز بچہ اور بچی بالغ ہوجائیں اور کمانے سے معذور ہوں تو اس صورت میں بھی ان کے اخراجات باپ کے ذمہ ضروری ہے۔

لیکن اگر معذور نہ ہوں تو بچے کو کمانے پر مجبور کیا جائے گا، بچی کو نہیں؛ البتہ مجبوری کی حالت میں ماں اور باپ دونوں پر نفقہ واجب ہوگا۔

ونفقة الأولاد الصغار على الأب لايشاركه فيها أحد كما لايشاركه فى نفقة الزوجة لقوله تعالى وعلى المولود له رزقهن .
(هداية :٢/٤٤٧)

ونفقة الصغير واجبة على أبيه وإن خالفه فى دينه كماتجب نفقة الزوجة على الزوج وإن خالفته فى دينه .... إنما تجب النفقة على الأب إذا لم يكن للصغير مال أما إذا كان فالأصل أن النفقة الإنسان فى مال نفسه صغيرا كان أو كبيرا .(ايضا ٤٤٨)

وتجب نفقة الابنة البالغة والابن الزمن على أبويه أثلاثا على الأب الثلثان وعلى الأم الثلث لأن الميراث لهما على هذا المقدار .(ايضا٤٤٩)

باپ کی عدم موجودگی میں اولاد کا نفقہ:

اگر باپ کا انتقال ہوجائے اور بچہ اور بچی کے پاس کوئی جائداد ونقدی روپیہ نہ ہوتو پھر ان کے اخراجات کا خرچ ان لوگوں پر ہوگا جو ان کے وارث ہوتے ہوں اور ہر ایک پر میراث کے بقدر خرچ لازم ہوگا، مثلاً اس کا دادا ہے اور ماں بھی ہے تو دو حصے کا خرچ دادا کو دینا پڑے گا اور ایک حصہ ماں کو اسی طرح یکے بعد

دیگرے دوسرے ورثہ پر خرچ آئے گا۔

وفـي غير الوالد يعتبر قدر الميراث حتى تكون نفقة الصغير على الأم والجد أثلاثا .(أيضا ٤٥٠)

والدین اوردادا وغیرہ کا نفقہ:

اگرکسی کے والدین اوردادا، دادی وغیرہ مفلس ہوں تو ان کے خرچ کی ذمہ داری بھی بیٹے اور پوتے پر واجب ہے خواہ وہ مسلمان نہ ہوں۔(مستفاد از اسلامی فقہ:۱۴۹/۲،۱۵۰)

وعـلـى الـرجـل أن يـنفق على أبويه وأجداده وجداته إذا كانوا فقراء وإن خالفوا في دينه .(ايضا٤٤٨)

ولايشارك الولد في نفقة أبويه أحد .(أيضا ٤٤٩)

ذوی الارحام پر نفقہ کا وجوب

جب والدین، اولاد اور ذورحم محرم رشتہ دار ایک ساتھ جمع ہوجائیں تو نفقہ اقرب پر آئے گا۔

وإن اجتـمـع فـي الـوالـدين والمولدين وغيرهم من ذوى الرحم الـمـحـرم الأقرب والأبعد فالنفقة على الأقرب دون الأبعد .(الفتاوى التاتار خانيه :٤٣٥/٥)

کتاب الحدود

حدود مجتمعہ لحق اللہ میں ترتیب:

کسی آدمی نے زنا کیا اور وہ مرتد ہوگیا تو رجم (سنگساری) کو مقدم کرنا مناسب ہے۔

وما إذا اجتمع قتل الزنا والردة وينبغي تقديم الرجم لأنه يحصل مقصودهما بخلاف ما إذا قدم قتل الردة فإنه يفوت الرجم اه...(شامی:٦/٩١)

حدود مشترکہ (حق اللہ وحق العبد) میں ترتیب:

کسی نے کسی کو عمداً قتل کیا، پھر مرتد ہوگیا اور زنا کیا تو قصاص کو مقدم کرنا مناسب ہے، بندہ کے حق کو ثابت کرتے ہوئے۔

وفي أحكام الدين من الأشباه ما نصه ولم أر إلى الآن ما إذا اجتمع قتل القصاص والردة والزنا وينبغي تقديم القصاص قطعا لحق العبد.(أيضا)

کسی شخص نے تہمت لگائی، شراب پی، چوری کی اور عدم احصان کے ساتھ زنا کیا تو اس پر تمام حدود قائم کی جائیں گی، اور ان کو پے در پے قائم نہیں کیا جائے گا بلکہ ایک حد قائم کرے پھر قید میں رکھے تاکہ صحیح سالم ہونے پر دوسری حد جاری کی جا سکے۔ سب سے پہلے حد قذف لگائی جائے گی پھر امام کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو زنا کی حد قائم کرے اور چاہے تو ہاتھ کاٹے اور حد شرب مؤخر کرے۔

اجتمعت عليه أجناس مختلفة بأن قذف وشرب وسرق وزنى

غیر محصن یقام علیه الکل بخلاف المتحد ولا یوالی بینها خیفة الهلاك بل یحبس حتی یبرأ فیبدأ بحد القذف لحق العبد ثم هو أی الإمام مخیر إن شاء بدأ بحد الزنا و إن شاء بالقطع لثبوتهما بالکتاب و یؤخر حد الشرب لثبوته باجتهاد الصحابة. (در المختار: ۶/ ۹۱)

نہر میں ہے جب چند حدود حق اللہ کے قبیل سے جمع ہو جائیں اور ساتھ ساتھ قتل نفس بھی ہوں تو قصاصاً قتل کیا جائے گا، باقی حدود کو چھوڑ دیا جائے گا۔

قال فی النهر ومتی اجتمعت الحدود لحق الله تعالی وفیها قتل نفس قتل وترك ماسوی ذلك لان المقصود الزجر له ولغیره وأتم ما یکون باستیفاء النفس والاشتغال بما دونه لایفید اه (شامی: ۶/ ۹۱)

اور اگر کسی نے سابقہ جرائم کے علاوہ کسی کی آنکھ بھی پھوڑ دی ہو تو سب سے پہلے اس کی آنکھ پھوڑی جائے گی، پھر حد قذف لگائی جائے گی، پھر اگر وہ محصن ہے تو رجم کر دیا جائے گا اور دیگر حدود ہوں تو وہ لغو ہو جائے گی۔

ولو فقأ أیضا بدأ بالفقأ ثم بالقذف ثم یرجم لو محصنا ولغا غیره. بحر. (در المختار مع رد المحتار: ۶/ ۹۱)

حد قذف کا مطالبہ کرنے میں نواسوں میں ترتیب (اقرب وابعد):

اس سلسلے میں دو مسئلے ہیں:

نواسے مطالبہ کے حقدار ہیں یا نہیں؟

(۲) ان میں ترتیب کا لحاظ کیا جائے گا یا نہیں؟

پہلے مسئلہ کا جواب یہ ہے نواسے مطالبہ کے حقدار ہوں گے، یہ شیخین کا

مذہب ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک حقدار نہیں ہیں۔

واختلف اصحابناؒ فی أولاد البنات أنهم هل يملكون الخصومة؟ عندهما يملكون وعند محمد لا يملكون۔

وجه قوله أن ولد البنت ينسب إلى أبيه لا إلى جده فلم يكن مقذوفاً معنى بقذف جده ولهما إنما معنى الولاد موجود والنسبة الحقيقة ثابتة بواسطة أمه فصار مقذوفا معنى فيملك الخصومة.

دوسرے مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ جب ان کو مطالبہ کا حق ہے تو ان میں ترتیب کا لحاظ ہوگا یا نہیں؟ تو ائمۂ ثلاثہ حنفیہؒ کے نزدیک ترتیب کا لحاظ نہیں کیا جائے گا، اور امام زفرؒ کے نزدیک ترتیب کا اعتبار کیا جائے گا۔

ائمۂ ثلاثہ حنفیہؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ حق بطور میراث کے ثابت نہیں ہوتا، اس طور پر کہ میت کے لئے حق ثابت ہو اور پھر ورثاء کی طرف منتقل ہو بلکہ ان کا حق ابتداءً ثابت ہوتا ہے، کیوں کہ میت تو موت کی وجہ سے لحوق عار سے نکل جاتا ہے، لہٰذا نواسوں کا یہ حق بطریق ارث نہیں ہے، پس اس میں اقرب وابعد کا اعتبار بھی نہیں کیا جائے گا۔

امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ ان کو مطالبہ کا حق اس لئے ہے کہ یہ حضرات بھی معنیً مقذوف ہیں کیوں کہ یہ لوگ بھی میت کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں، اور اگر ابتداءً قذف ان کی طرف منسوب کیا جائے گا تو حد واجب نہ ہوگی لہٰذا یہاں تو بدجۂ اُولی نہ ہوگی۔

ائمہ ثلاثہؒ کی ترجیحی دلیل: حد واجب ہوتی ہے مقذوف کو کامل عار لاحق

ہونے کی وجہ سے۔

وهل يراعى فيه الترتيب بتقديم الأقرب على الأبعد؟ قال اصحابنا الثلاثة: لا يراعى والأقرب والأبعد سواء فيه حتى كان لابن الإبن أن يخاصم فيه مع قيام الإبن الصلبى وعند زفرؒ يراعى فيه الترتيب وتثبت للأقرب فالأقرب وليس للأبعد حق الخصومة والمطالبة بالقذف لإلحاق العار بالمخاصم ولا شك أن عار الأقرب يزيد على الأبعد فكان أولى بالخصومة.

ولنا أن هذا الحق ليس يثبت بطريق الإرث على معنى أنه يثبت الحق للميت ثم ينتقل إلى الورثة بل بثبت لهم ابتداء لا بطريق الانتقال من الميت إليهم لما ذكرنا أن الميت بالموت خرج عن احتمال لحوق العاربه فلم يكن ثبوت الحق لهم بطريق الإرث فلا يراعى فيه الأقرب والأبعد. (بدائع: ۵۲۱/۵)

نشہ آور چیز کے بار بار پینے پر سزا دینے میں ترتیب:

کسی آدمی نے شراب پی اور اس پر حد نہ لگی یا حد مکمل نہ ہوئی تھی اتنے میں دو بارہ شراب پی تو ایک ہی حد لگائی جائے گی۔

ولو شرب أوزنى ثانيا يستأنف الحد لتداخل المتحد.

قوله (ولو شرب أوزنى ثانيا) أى قبل إكمال الحد كما هو فى صورة المتن أو قبل إقامة شئ منه ففى الصورتين حدا كاملا بعد الفعل الأخير ويدخل ما بقى من الأول فى الثانى.

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک مرتبہ شراب پی اور اس پر حد لگ گئی پھر دوبارہ پی تو اس پر دوبارہ حد قائم کی جائیگی۔

بخلاف ما إذا أقيم عليه حد الشرب فشرب ثانيا أو حد الزنا فزنى ثانيا فانه يحد للثانى حدا آخر.(درمع الشامى :٧٩/٦)

كتاب السرقه

چوری کے بار بار کرنے کی حالت میں سزا کی ترتیب:

حنفیہؒ کے نزدیک پہلی مرتبہ چوری کرنے پر داہنا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

دوسری مرتبہ چوری کرنے پر بایاں پیر کاٹا جائے گا۔

پھر اگر چوری کرتا ہے تو اب کچھ کاٹا نہیں جائے گا، بلکہ چوری کا ضمان لاگو کیا جائے گا اور تعزیر کی جائے گی اور قید میں رکھا جائے گا، جب تک کہ توبہ نہ کر لے۔

أما الأول فأصل المحل عند أصحابنا طرفان فقط وهما اليد اليمنى والرجل اليسرى فنقطع اليد اليمنى فى السرقة الأولى وتقطع الرجل اليسرى فى السرقة الثانية ولا يقطع بعد ذلك أصلاً ولكنه يضمن السرقة ويعزر ويحبس حتى يحدث توبة عندنا.(بدائع الصنائع : ٦ / ٣٩، هدايه : ٥٣٣،٥٣٢/٢)

قطع طریق کی سزا میں ترتیب :

راہ زنی کی چار قسمیں ہیں:

(۱) فقط مال لے (۲) فقط قتل کرے (۳) مال بھی لے اور قتل بھی کرے (۴) ڈرائے دھمکائے۔

◆ جس نے مال ہی لیا ہو تو اس کے ہاتھ پیر خلاف جانب سے کاٹ دیئے جائیں گے۔

◆◆ اور جس نے قتل ہی کیا ہو تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

◆◆◆ اور جس نے مال بھی لیا ہو قتل بھی کیا ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک امام وقت کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو ہاتھ پیر کاٹے پھر اس کو قتل کرے یا سولی دے اور اگر چاہے تو ہاتھ پیر نہ کاٹے؛ اولاً ہی قتل کرے یا سولی دے دے۔

اور ایک قول یہ بیان کیا گیا ہے کہ قتل و قطع کو جمع اس طور پر کیا جائے گا کہ امام اس کے ہاتھ پیر کاٹے اور داغ نہ لگائے ایسے ہی چھوڑے رکھے کہ وہ خود مر جائے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک قتل ہی کیا جائے گا۔

◆◆◆◆ اور جس نے صرف دھمکایا ہو تو اس کو جلا وطن کیا جائے گا۔

قطع الطريق أربعة أنواع إما أن يكون بأخذ المال لا غير وإما أن يكون بالقتل لا غير وإما أن يكون بهما جميعا وإما أن يكون بالتخويف من غير أخذ ولا قتل؛ فمن أخذ المال ولم يقتل قطعت يده ورجله من خلاف ومن قتل ولم يأخذ المال قتل، ومن أخذ المال وقتل ، قال أبو حنيفةؒ الإمام بالخيار إن شاء قطع يده ورجله ثم قتله أو صلبه وإن شاء لم يقطعه وقتله وصلبه.

وقيل أن تفسير الجمع بين القطع والقتل عند أبي حنيفةؒ هو أن

يقطعه الإمام ولا يحسم موضع القطع بل يتركه حتى يموت وعندهما يقتل ولا يقطع۔

ومن أخاف ولم يأخذ مالا ولا قتل نفساً ينفى.(بدائع :٦/ ٥١)

رہ زنی میں اگر قطع ید ممکن نہ ہوتو اقامتِ حد میں ترتیب:

جب راہ زن نے مال لیا اس حال میں کہ اس کا داہنا ہاتھ کٹا ہوا تھا یا لنجا تھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا بایاں پیر کاٹا جائے گا پھر یا توقتل کیا جائے گا یا سولی دی جائے گی۔

أخذ قاطع الطريق..... وإن كان يده اليمنى مقطوعةً أو شلاءً قطعت رجله اليسرى عنده ثم قتل أو صلب. (الفتاوى التاتارخانية:٦/ ٤٩٨)

كتاب السير

لڑائی سے پہلے کافروں کو اسلام کی دعوت دینا:

تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب مسلمان دارالحرب میں جائے اور شہر یا قلعہ کا محاصرہ کرلے تو:

اولاً کافروں کو اسلام کی دعوت دے۔

اور اگر اسلام نہ لائے تو ان کو جزیہ ادا کرنے کی دعوت دے۔

اور اگر اس سے بھی انکار کر دے تو پھر اللہ کی مدد طلب کرتے ہوئے ان سے قتال کرے۔

اتـفق الفقهاء على أنه إذا دخل المسلمون دار الحرب فحاصروا مـديـنة أو حـصـنـاً دعـوا الكفار إلى الإسلام لقول ابن عباسؓ ما قاتل الـنبـى ﷺ قـوما حتى دعاهم لحصول المقصود وقد قال ﷺ أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الـله وأن محمدا رسول الله ويـقيـمـوا الـصلوة ويؤتوا الزكوة فإذا فعلوا ذلك عصموا منى دمائهم وأموالهم إلا بحق الإسلام وحسابهم على الله.

وإن امتـنـعـوا دعوهم إلى أداء الجزية وهذا فى حق من تقبل منه الـجـزية وأما من لا تقبل منه كالمرتدين وعبدة الأوثان من العرب فلا فـائـدة فى دعوتهم إلى قبول الجزية وهذا فى حق من لم تبلغه الرسالة لـقطع حجتهم لأنه لا يلزمهم الإسلام قبل العلم والدليل عليه قوله عز وجـل: وما كنا معذبين حتى نبعث رسولاً؛ ولا يجوز قتالهم على مالا يـلزمهم ، ولحديث بريدة كان النبى ﷺ إذا بعث أميرا على جيش أو سـرية أمره بتقوى الله تعالى فى خاصة نفسه وبمن معه من المسلمين وقـال إذا لـقيـت عـدوك مـن الـمشـركين فادعهم إلى ثلاث خصال فـأيتهـن ما أجابوك فاقبل منهم وكف عنهم: ادعهم إلى الاسلام فإن أجابوك فاقبل منهم وكف عنهم ثم ادعهم إلى التحول من دارهم إلى دار الـمهـاجرين وأخبرهم أنهم إن فـعـلـوا ذلك فـلهم ما للمهاجرين وعـليهـم مـا عـلى المهاجرين فإن أبوا أن يتحولوا منها فاخبرهم أنهم يـكـونـون كـأعـراب المسلمين يجرى عليهم حكم الله الذى يجرى

علی المؤمنین ولا یکون لهم فی الغنیمة والفئ شیئ إلا أن یجاهدوا مع المسلمین فإن هم أبوا فسلهم الجزیة فإن هم أجابوك فاقبل منهم وکف عنهم فإن هم أبوا فاستعن باللہ وقاتلهم.(الموسوعة الفقهیة:١٤٣/١٦،مثل هذا فی در المختار مع رد المحتار: ٢٠٧/٦،٢٠٨،٢٠٩)

باغیوں کودعوتِ رجوع اورتوبہ میں ترتیب:

اس مسئلہ میں دو پہلو ہیں: (۱) اگر امام کومعلوم ہے کہ باغیوں نے ہتھیار سونت لئے ہیں، جنگ کے لئے تیار ہیں،تو امام کے لئے مناسب ہے کہ ان کو پکڑے اور قید خانہ میں ڈال دے، یہاں تک کہ وہ اس کوختم کر کےتوبہ کر لے،اور امام قتال کی ابتداء نہ کرے، ہاں! اگر وہ لوگ ابتداء کریں،تو ان سے جنگ کرے، اس لئے کہ ان سے جنگ ان کے شرکو دور کرنے کے لئے ہے،شرک کےشر کی وجہ سےنہیں لہٰذا جب تک ان کی طرف سے شر متوجہ نہ ہوقتال میں ابتداء نہ کی جائیگی۔

(۲) اور اگر امام کومعلوم ہوحتی کہ انہوں نے لشکر جمع کر لیا اور لشکر کشی کے لئے تیار ہیں،تو امام کو چاہئے کہسب سے پہلے دعوت کے قبول کرنے کی امید کرتے ہوئے ان کو جماعت کی رائے کی طرف لوٹ آنے اور رجوع کی دعوت دے جیسا کہ کافروں کا حق ہوتا ہے۔

اور اگر امام دعوت دینے سے پہلے ان کے ساتھ جنگ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے،اس لئے کہ دارالاسلام میں رہنے کے سبب ان کو دعوت پہنچ چکی

ہے، اور وہ مسلمان ہیں۔

إن علم الإمام أن الخوارج يشهرون السلاح ويتاهبون للقتال ، فينبغي له أن يأخذهم و يحسبهم حتى يقلعوا عن ذلك ويحدثوا توبة ، لأنه لو تركهم لسعوا في الأرض بالفساد فيأخذ هم على أيديهم ولا يبدؤهم الإمام بالقتال حتى يبدؤوه لأن قتالهم لدفع شرهم لا لشر شركهم لأنهم مسلمون، فما لم يتوجه الشرمنهم لايقاتلهم وإن لم يعلم الإمام بذلك حتى تعسكروا وتأهبوا للقتال فينبغي له أن يدعوهم إلى العدل والرجوع إلى رأى الجماعة أولا لرجاء الإجابة وقبول الدعوة كما في حق أهل الحرب.

وكذا روى أن سيدنا علياً رضی اللہ عنہ لما خرج عليه أهل حروراء ندب إليهم عبدالله بن عباس رضی اللہ عنہ ليدعوهم إلى العدل فدعاهم وناظرهم فإن أجابوا كف عنهم وإن أبوا قاتلهم لقوله تعالى : فإن بغت إحداهما على الأخرى فقاتلوا التي تبغي حتى تفيئ إلى أمر الله؛ و إن قاتلهم قبل الدعوة لا بأس بذلك لأن الدعوة قد بلغتهم لكونهم في دار الإسلام ومن المسلمين أيضا. (بدائع : ٦/ ١٢٧)

مرتد کے احکام میں ترتیب:

مستحب یہ ہے کہ مرتد سے توبہ طلب کی جائے اور اس پر اسلام پیش کیا جائے، ممکن ہے وہ مسلمان ہو جائے، لیکن یہ ضروری نہیں کیوں کہ اس کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہے۔

پھر وہ دوبارہ اسلام لے آئے تو بہت اچھی بات اور اگر انکار کردے تو امام وقت دیکھے گا اگر اس کو امید ہو کہ توبہ کر لے گا یا وہ مہلت مانگے تو اس کو تین دن کی مہلت دے دے، اور اگر اسلام لانے کی امید نہ ہو یا وہ مہلت بھی طلب نہ کرے تو اسی وقت اس کو قتل کردے۔

ومنها أنه يستحب أن يستتاب ويعرض عليه الإسلام لاحتمال أن يسلم لكن لايجب لأن الدعوة قد بلغته فإن أسلم فمرحباً و أهلا بالإسلام وإن أبى نظر الإمام فى ذلك فإن طمع فى توبته أو سأل هو التأجيل أجّله ثلاثة أيام و إن لم يطمع فى توبته ولم يسئل هو التاجيل قتله من ساعته.

والأصل فيه ما روى عن سيدنا عمرؓ أنه قدم عليه رجل من جيش المسلمين فقال هل عندكم من مغرية خبر؟ قال نعم: رجل كفر بالله بعد إسلامه فقال سيدنا عمرؓ ماذا فعلتم به؟ قال قربناه فضربناه عنقه فقال سيدنا عمرؓ هلا طينتم عليه بيتا ثلاثا وأطعمتموه كل يوم رغيفا واستبتموه لعله يتوب ويرجع إلى الله سبحانه وتعالى، أللهم إنى لم أحضر ولم آمر ولم أرض إذ بلغنى. (بدائع: ٦/ ١١٨)

کسی نے اس سے توبہ طلب کرنے سے پہلے اس کو قتل کردیا تو مکروہ ہوگا اور اس پر کوئی چیز واجب نہ ہوگی، کیوں کہ ارتداد اختیار کرنے کے سبب اس کی جان محفوظ نہ تھی۔

فإن قتله إنسان قبل الاستتابة يكره له ذلك ولا شئ عليه لزوال

عصمته بالردة .   (أيضا ١٩، ١١٨)

اور وہ اس طرح توبہ کرے گا کہ شہادتین پڑھے گا اور جس دین کی طرف منتقل ہوگیا تھا اس سے برأت ظاہر کرے گا۔

وتوبته أن يأتي بالشهادتين ويبرأ عن الدين الذى انتقل إليه. (أيضا:١١٩)

توبہ کرنے کے بعد پھر مرتد ہوگیا تو اس کا حکم جس طریقہ سے اوپر بیان کیا گیا ایسا ہی ہوگا اگر توبہ کر لیتا ہے تو اس کی توبہ قبول ہوگی، اسی طرح تیسری اور چوتھی مرتبہ مرتد ہونے پر حکم ہوگا، البتہ چوتھی مرتبہ توبہ کرنے پر امام اس کو مارے گا اور رہا کردے گا۔

اور امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت ہے کہ جب تیسری مرتبہ توبہ کرے گا تو امام اس کو قید کرلے گا اور جب تک اس پر توبہ کا خشوع واخلاص کا اثر نہ دیکھ لے قید خانہ سے نہیں نکالے گا۔

فإن تاب ثم ارتد ثانيا فحكمه فى المرة الثانية كحكمه فى المرة الأولى أنه إن تاب فى المرة الثانية قبلت توبته وكذا فى المرة الثالثة والرابعة لوجود الإيمان ظاهر فى كل كرة لوجود ركنه وهو إقرار العاقل وقال الله تبارك وتعالى : إن الذين آمنوا ثم كفروا ثم آمنوا ثم كفروا، فقد أثبت سبحانه وتعالى الإيمان بعد وجود الردة منه والإيمان بعدوجود الردة لا يحتمل الرد إلا إذا تاب فى المرة الرابعة يضربه الإمام ويخلى سبيله.

وروى عن أبى حنيفةؓ أنه إذا تاب فى المرة الثالثة حبسه الإمام ولم يخرجه من السجن حتى يرى عليه اثر خشوع التوبة و الإخلاص. (ايضا)

مرتدہ عورت کے احکام:

عورت کا خون مباح نہیں ہے، لہٰذا جب وہ مرتد ہو جائے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا؛ لیکن اس کو اسلام پر مجبور کیا جائے گا بایں طور کہ اس کو قید کر دیا جائے اور ہر دن نکالا جائے پھر اس سے توبہ طلب کی جائے اور اس پر اسلام پیش کیا جائے، اگر اسلام لے آئے تو ٹھیک ہے ورنہ دوبارہ قید کر لی جائے گی اسی طرح اس کے ساتھ معاملہ ہوگا یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کر لے یا مر جائے۔

امام کرخیؒ نے اس پر اضافہ کیا ہے کہ اس کو ہر مرتبہ کوڑے مارے جائیں گے اس کے کئے ہوئے پر تعزیر کرتے ہوئے۔

وأما المرأة فلا يباح دمها إذا ارتد ولا تقتل عندنا ولكنها تجبر على الإسلام واجبارها على الإسلام أن تحبس وتخرج فى كل يوم فتستاب ويعرض عليها الإسلام فإن أسلمت وإلا حبست ثانيا هكذا إلى أن تسلم أو تموت وذكر الكرخیؒ وزاد عليه تضرب أسواطا فى كل مرةتعزيرا لها على ما فعلت. (بدائع : ١١٩/٦)

کتاب الوقف

موقوف علیہم کے درمیان ترتیب:

واقف ایک چیز کئی لوگوں پر وقف کرتا ہے تو موقوفہ زمین کے مستحقین کی ترتیب کی تفصیل حسبِ ذیل ہوگی۔
زمین کی آمدنی کس طرح ان کے درمیان تقسیم ہوگی؟ کس کو کتنی ملے گی؟ کس کو پہلے دیا جائے گا؟
حنفیہؒ کے نزدیک اگر واقف وقف کرتے وقت یہ شرط لگائے کہ آمدنی کو خرچ کرنے میں میرے غریب رشتہ داروں میں سے مجھ سے سب سے قریب تر شخص سے ابتداء کی جائے تو اس کو اتنی مقدار دی جائے گی، جس سے اس کو کفایت ہو جائے (الاقرب فالاقرب کے قاعدے کے تحت) یعنی سب سے قریب تر کو ۲۰۰ درہم (مقدار نصاب) دیا جائے گا پھر جو اس سے قریب ہو اسی ترتیب پر۔
معلوم ہوا کہ سب سے پہلے اقرب کو پھر اس کو جو اس سے اقرب ہو اور مقدار نصاب دیا جائے گا۔

قال الحنفية لو شرط الواقف أن يبدأ بالصرف من الغلة بالأقرب فالأقرب من فقراء قرابة فيعطى من الغلة ما يغنيه يعطى الأقرب منهم مأتى درهم (وهو مقدار النصاب) ثم الذى يليه كذلك إلى آخر البطون. (الموسوعة الفقهية:٤٤/١٣٥)

اور اگر واقف نے یوں کہا ہو:

أرضی هذه صدقة موقوفة لله عز و جل علی زید و عمرو ما عاشا و من بعدهما علی المساکین علی أن یبدأ بزید فیعطی من غلة هذه الصدقة فی کل سنة ألف درهم و یعطی عمرو قوته لسنة.

ترجمہ: میری یہ زمین صدقہ ہے اللہ کے لئے (ہمیشہ وقف ہے) زید اور عمرو پر جب تک یہ دونوں زندہ رہے اور ان دونوں کے بعد مساکین پر اس طور پر کہ زید کو پہلے دیا جائے اور اس صدقہ میں سے ہر سال اس کو ایک ہزار دیئے جائیں اور عمرو کو ایک سال کے لئے اس کی غذا دی جائے گی۔

اس مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ زید کو پہلے ہزار درہم دیئے جائیں گے پھر عمرو کو اس کی غذا ایک سال کے لئے دینے کے بعد کچھ بچ جاتا ہے تو یہ دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا، اور اگر کچھ زائد نہیں ہے تو پورا دونوں کے درمیان نصفا نصف ہونا چاہئے، مگر چوں کہ ایک کے حق میں تفصیل کر چکا ہے لہٰذا زید کو مقدم کیا جائے گا، پھر اگر کچھ بچ جاتا ہے تو عمرو کو دیا جائے گا ورنہ تو اس کے لئے کچھ نہ ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ واقف نے چندلوگوں پر کسی چیز کو وقف کیا تو جس کا نام پہلے لیا اس کو پہلے دیا جائے گا اور اگر اس نے تفصیل کی ہو تو اس کے مطابق دیا جائے گا۔

ولو قال الواقف أرضی هذه صدقة موقوفة لله عز و جل أبدا علی زید و عمرو ما عاشا و من بعدهما علی المساکین علی أن یبدأ بزید فیعطی من غلة هذه الصدقة فی کل سنة ألف درهم و یعطی عمرو قوته لسنة جاز الوقف و یبدأ بزید فیدفع إلیه ألف ثم یعطی عمرو قوته لسنة

و مهما فضل كان بينهما نصفين لجمعه إياهما أولا بقوله على زيد وعمرو ولو لم يزد على ذلك لكان الكل بينهما أنصافا فلما فصّل فى البعض عمل به فيه فإن لم تف الغلة بما قال يقدم زيد ثم إن فضل عنه شئ يدفع إلى عمرو وإلا فلا شئ له. (الموسوعة : ٤٤/١٣٥،الاسعاف)

وقف علی الاولاد کی صورت میں ترتیب:

جب واقف کسی چیز کو اپنی اولاد پھر اپنی اولاد کی اولاد پر وقف کرے، پس اگر مطلقاً بیان کیا ہو مثلا واؤ کے ساتھ وقفت على ولد ى وولدولدى فقط، تو اس صورت میں اول دو بطن کے لیے وقف خاص ہوگا، تیسری نسل اس کی حقدار نہ ہوگی نیز ان میں ترتیب قائم نہیں کی جائے گی بلکہ سب برابر ہوں گے؛ حتی کہ صلبی بیٹا اور پوتا دونوں برابر ہوں گے۔ اور اگر الفاظ وقف میں تین بطن کو ذکر کیا تو یہ وقف اس کی تمام نسلوں کو شامل ہوگا اور بیک وقت تین یا چار نسلیں حیات ہوں تو ان کو بھی دیا جائے گا، اس صورت میں بھی سب برابر ہوں گے اور ترتیب کا اعتبار نہ ہوگا۔ اور جب تک واقف کی نسل موجود ہوں فقراء کو کچھ نہ ملے گا۔

لوقال الواقف وقفت على ولدى وولد ولدى فقط أى لم يذكر أكثر من ذلك فعند الحنفية يقتصر عليهما أى البطنين ويشتركون فى الغلة ولا يقدم الصلبى على ولد الإبن لأنه سوى بينهما حيث لم يذكر ما يدل على الترتيب فإذا انقرض الأولاد و أولادهم صرفت الغلة إلى الفقراء لانقطاع الموقوف عليه ولا يدخل

البطن الثالث حيث لم يذكر الولد بلفظ الجمع ولو زاد فذكر البطن الثالث بأن قال على ولدى و ولد ولدى و ولد ولد ولدى عم نسله فتصرف الغلة إلى أولاده ما تناسلوا لا للفقراء مابقى واحد من أولاده وإن سفل (الموسوعة الفقهية: ١٥٣/٤٤)

واو کی صورت میں تو تمام بطن مساوی ہوں گے، البتہ اگر الأقرب فالأقرب یا ترتیب کے الفاظ کو ذکر کرتا ہے تو اس میں ترتیب قائم کی جائے گی، لہٰذا جس کو پہلے ذکر کیا اس کو پہلے اور بعد والے کو بعد میں دیا جائے گا۔ اولاد کی طرح اگر قرابت یا رشتہ کا کوئی اور معیار ذکر کیا ہو اور الاقرب فالاقرب کی تصریح کی ہو تو اس میں بھی ترتیب کا اعتبار کیا جائے گا۔

ويشترك جميع البطون فى الغلة لعدم ما يدل على الترتيب إلا أن يذكر ما يدل على الترتيب كأن يقول الأقرب فالأقرب أو يقول على ولدى ثم على ولدولدى وهكذا أو يقول بطنا بعد بطن فحينئذ يبدأ بما بدأ به الواقف. (الموسوعة الفقهية: ١٥٣/٤٤)

ولو كان وقفا على ذوى قراباته أو أقربائه أو أنسابه أو أرحامه الأقرب فالأقرب، فإنهم يدخلون تحت الوقف الأقرب فالأقرب ولا يعتبر الجمع بلا خلاف. (الفتاوى التاتارخانية: ١٠٤/٨)

وقف علی الاولاد میں ہائے کنایہ کے مرجع سے ترتیب کا ثبوت:

اگر واقف نے تاحیات اپنے لیے غلہ خاص کیا پھر اولاد پر وقف کے لیے اس طرح کے الفاظ استعمال کیے: ثم لولده فلان ما عاش ثم بعده للأعف

الأرشــــد مـــن أولاده ؛تو مطلب یہ ہوگا کہ اول واقف، اس کے بعد اس کی اولاد مساوی طور پر بلا امتیاز نیک وبد، یعنی صلبی اولاد کے استحقاق میں کوئی قید نہیں، البتہ اس کے بعد والے بطن میں رشد وصلاح کی قید کا اعتبار ہوگا یعنی لـــلأعف الأرشــد مــن أولاده میں ’ہ‘ ضمیر سے مراد بیٹوں کی نیک صالح اولاد مراد ہوگی، چنانچہ نیک صالح پوتے ہی غلہ وقف کے مستحق ہوں گے۔

وفـي جـواهـر الفتاوى شرطه لنفسه مادام حيا ثم لولده فلان ما عـاش ثـم بـعـده لـلأعف الأرشـد من أولاده فالهاء تنصرف للإبن لا لـلـواقف لأن الكناية تنصرف لأقرب المكنيات بمقتضى الوضع.(در مع الشامی :٦/٦٨٥)

ناظرینِ وقف میں ترتیب:

اگر واقف اپنی اولاد میں سے وقف کی نگرانی سپرد کرنے ’ارشد‘ کی شرط لگائے اور ایک سے زائد لوگ صفت رشد میں برابر ہو تو نگرانی میں دونوں شریک رہیں گے۔

اگر واقف نے اپنی اولاد میں سے ’افضل‘ کو سپرد کرنے کی شرط لگائی ہو، اور دو آدمی صفت فضل میں برابر ہو جائے تو ان میں جو عمر میں بڑا ہوگا وہ نگرانی کا حقدار ہے۔

اور اگر ان میں ایک اورع ہو اور دوسرا وقف کے امور کو اچھی طرح جاننے والا ہو تو یہی زیادہ حقدار ہوگا، بشرطیکہ خیانت سے اطمینان ہو۔

ولـو شـرط الـنظر للأرشد فالأرشد من أولاده فاستويا اشتركا به

أفتى به المنلا أبو السعود معللا بأن أفعل التفضيل ينتظم الواحد والمتعدد وهو ظاهر. وفي النهر عن الإسعاف شرطه لأفضل أولادها فاستويا فلأسنهم، ولو أحدهما أورع والآخر أعلم بأمور الوقف فهو أولى إذا أمن خيانته انتهى جوهرة.وكذا لو شرط لأرشدهم كما في نفع الوسائل .(در المختار مع رد المحتار :٦٨١/٦،٦٨٢)

ترتیب کے مطابق حقدار شخص تولیت سے انکار کردے تو؟

علامہ شامیؒ نے اسعاف کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اگر واقف یہ کہے الافضل فالافضل، پھر افضل اس کو قبول کرنے سے انکار کردے یا وہ مر گیا تو جو اس سے قریب ہو حسب ترتیب، اس کو یہ حق ملے گا۔

علامہ ہلال نے کہا کہ قیاس یہ ہے کہ اگر منکر زندہ ہے تو اس کی حیات تک قاضی اس کے بدلے کسی اور کو ذمہ دار بنادے۔ پھر اگر وہ مرجائے تو ولایت اس کو ملے گی جو فضل میں اس سے قریب ہو۔

اور اگر افضل کسی وجہ سے تولیت کے قابل نہ ہو تو قاضی اس کی جگہ دوسرا آدمی متعین کرے گا اور جب وہ (افضل) مرجائے تو ولایت اس کو ملے گی جو اس سے قریب ہو۔ اس درمیان اگر وہ افضل اہل ہو جائے تو ولایت اس کو سپرد کردی جائے گی۔

اور اسی طرح اگر اولاد میں کوئی اہل نہ ہو تو قاضی کسی اجنبی شخص کو قائم مقام کرے گا جب تک کہ ان میں کوئی اہل پیدا ہو جائے۔

قال فی الشامیة وفیه (البحر) عن الإسعاف ولو قال الأفضل فالأفضل فأبی الأفضل القبول أومات یکون لمن یلیه علی الترتیب ذکره الخصاف.

وقال هلال القیاس أن یدخل القاضی بدله رجلا ما دام حیا فإن مات صارت الولایة لمن یلیه فی الفضل ولو کان الأفضل غیر موضع أقام رجلا مقامه وإذا مات تنتقل لمن یلیه فیه وإذا صار أهلا بعده ترد الولایة إلیه وکذا لو لم یکن فیهم أهل أقام القاضی أجنبیا إلی أن یصیر فیهم أهل .

استحقاق وقف کی ترتیب کے درجات میں تبدیلی ہوجائے تو:

اگر باعتبار افضلیت استحقاق رکھنے والے کے مقابلہ میں اگرکوئی مفضول شخص افضل بن جائے تو ولایت اس کی طرف منتقل ہوجائے گی۔ جیسے کہ وقف علی الافقر فالافقر۔لہٰذا قاضی کے لیے ضروری ہے کہ واقف کی شرط کے مطابق افضلیت کے اعتبار سے مستحقین پر نظر ثانی کرتا رہے۔

ولو صار المفضول منهم أفضل ممن کان أفضلهم تنتقل الولایةُ إلیه فینظر فی کل وقت إلی أفضلهم کالوقف علی الأفقر فالأفقر ،اه ملخصا. (درالمختار مع رد المحتار : ٦٨٢/٦)

وقف علی المساکین کے حقداروں کی ترتیب:

واقف نے وقف علی المساکین کے الفاظ سے وقف کیا ہوتو مساکین کی ترتیب حسبِ ذیل ہوگی۔

پہلے واقف کے لڑکے کو دیا جائے گا۔ پھر واقف کے رشتہ دار کو پھر اس کے موالی (آقا، غلام) کو پھر اس کے پڑوسی کو پھر اس کے شہر والے کو جو واقف کے گھر سے زیادہ قریب ہو۔

وذكر في واقعات الناطفي أن الوقف إذا كان في حالة الصحة ولم يكن مضافا إلى ما بعد الموت فانصرف إلى ولد الواقف أولى ثم إلى قرابة الواقف ثم إلى موالي الواقف ثم إلى جيرانه ثم إلى أهل مصره أيهم أقرب إلى الواقف منزلا. (الفتاوى التاتارخانية: ۸ / ۱۱۲، ۱۱۳)

نوٹ: مذکورہ عبارت میں ناطفی کی شرط 'ولم يكن مضافا إلى ما بعد الموت' سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مضاف إلی ما بعد الموت وقف کیا ہو تو یہ وقف کی وصیت ہوگی اور اس اعتبار سے اس وقف کے مستحقین میں اس کی اولاد شامل نہ ہوگی، ہاں پوتے وغیرہ اگر وارث نہ ہو اور مسکین ہوں تو مستحقین میں شمار ہوں گے، ایسا ہی قول ہلال کا بھی منقول ہے، البتہ امام خصاف فرماتے ہیں کہ حالتِ صحت میں وقف مضاف إلی ما بعد الموت ہو تو بھی وصیت نہیں سمجھا جاتا، لہٰذا یہ وقف کل مال متروکہ میں نافذ ہوگا اور وصیت نہ ہونے کے سبب ورثاء بھی مسکین ہوں تو حقدار ہوں گے۔

ذكر الخصاف في وقفه إذا أوصى الواقف أن تجعل أرضه صدقة موقوفة لله تعالى أبدا بعد وفاتي على المساكين فاحتاج ولده أعطاه غلة الصدقة وليس هذا بوصية. (الفتاوى التاتارخانية: ۸ / ۱۱۲، ۱۱۳)

عام وقف کی آمدنی کو خرچ کرنے میں ترتیب:

وقف کی آمدنی کو سب سے پہلے وقف کی عمارت پر خرچ کیا جائے گا، پھر اس پر جو اس عمارت سے قریب تر ہو جیسے امام مسجد اور مدرسہ کا مدرس، ان کو بقدر کفایت دیا جائے گا، پھر چراغ (چراغ کے تیل کے ساتھ) اور چٹائی پر اسی طرح دوسرے مصالح پر خرچ کی جائے گی۔

ویبدأ من غلته بعمارته ثم ما هو أقرب لعمارته كإمام مسجد و مدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم ثم السراج و البساط كذلك إلى آخر المصالح.

اگر چراغ جلانے کے لئے یا چٹائی بچھانے کے لئے خادم ہو تو پھر ان دونوں چراغ اور چٹائی کے لئے آمدنی خرچ کرنے سے پہلے ان پر آمدنی خرچ کی جائے گی۔

ويلحق بهما معلوم خادمهما وهو الوقاد و الفراش فيقدمان.

دوسری مصالح سے مراد مسجد کی مصالح ہیں، اس میں مؤذن اور ناظر بھی داخل ہوں گے، اور صلوات خمسہ کا امام اور خطیبِ جمعہ علیحدہ ہوں تو خطیب امام کے تحت داخل ہوگا، اس لئے کہ وہ بھی صلوۃ جمعہ کا امام ہے۔

وقوله إلى آخر المصالح: أي مصالح المسجد يدخل فيه المؤذن والناظر، ويدخل تحت الإمام الخطيب لأنه إمام الجامع، اه، ملخصا.

علامہ شامیؒ اس موقع پر ضروری تعمیرات اور دیگر جہات میں ترتیب کے

متعلق حاوی اور فتح کی عبارت کے ایک ظاہری تعارض کو ذکر کرکے خلاصہ ذکر فرمایا ہے کہ ضروری تعمیر ہر حال میں مقدم ہوگی، اس کے بعد الاہم فالاہم کی ترتیب کا اعتبار ہوگا، ہاں اگر آمدنی سب کے لیے کافی ہو تو سب کو ایک ساتھ شریک کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

فالحاصل : أن الترتيب المستفاد من عبارة الحاوى بالنظر إلى تقديم العمارة الضرورية على جميع الجهات والمشاركة المستفادة من عبارة الفتح بالنظر إلى غير الضرورية، او إذا كان فى الريع زيادة على الضرورية، ثم رأيت فى حاشية الاشباه التصريح بحمل ما فى الحاوى على ما قلنا.

اور یہ مذکورہ بالا مسئلہ (وقف کی آمدنی کے خرچ کے سلسلہ میں) اس وقت ہے جبکہ آمدنی کے بارے میں کوئی صراحت نہ کی ہو کہ اس کو یہاں یا فلاں جگہ خرچ کیا جائے تو ترتیب ہوگی، ورنہ اگر وقف متعین ہو تو عمارت پر خرچ کرنے کے بعد متعینہ شئی پر خرچ کی جائے گی۔

هذا إذا لم يكن معينا ؛ فإن كان الوقف معينا على شئ يصرف إليه بعد عمارة البناء اه. (درالمختار مع ردالمحتار : ٦/ ٥٥٩، تا ٥٩٢)

کتاب الوکالت

اگر کسی نے متعین غلام خریدنے کا کسی کو وکیل بنایا اور ثمن کا ذکر نہیں کیا پھر اس نے کہا: میں نے اتنے میں خریدا تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔ اور اگر غیر

متعین غلام خریدنے کا وکیل بنایا ہوتو اس صورت میں صاحبینؒ کے نزدیک وکیل قیمتِ مثل کا دعوی کرتا ہوتو تصدیق کی جائے گی۔اوراگر غلام کی قیمتِ مثل وکیل کی بیان کردہ قیمت سے کم ہو؛ یعنی وکیل زیادہ قیمت میں خریدنے کا دعوی کرتا ہواور مؤکل غلام کی قیمتِ مثل کے پیش نظر کم قیمت کا دعوی کرتا ہوتو دونوں قسم کھائیں گے اور آمر کی قسم سے ابتداء کی جائے گی۔دونوں میں سے اگر کوئی قسم سے انکار کرے تو اس کے خصم کی تصدیق کی جائے گی اور اگر دونوں قسم کھالیں تو یہ بیع فقط وکیل کو لازم ہوگی یعنی امر وکالت سے نہ ہوگی۔نیز اس صورت میں بائع کی طرف سے وکیل کی تصدیق کا بھی اعتبار نہ ہوگا۔

وفی الفتاوی الغیاثیة ولو وكله بشراء عبد بعينه ولم يذكر الثمن فقال اشتريته بكذا صدق وفی العبد بغير عينه صدق عندهما إذا كان مايدعی مثل قيمته ولو كان قيمته أقل فحالفا ويبدأ بيمين الآمر وإذا حلفا لزم المأمور فلا يعتبر تصديق البائع الوكيل فی حق الآمر.

(الفتاوی التاتارخانية : ۳۲۸/۱۲)

کتاب البیوع

ایجاب اور قبول کے درمیان ترتیب:

بیع کا انعقاد دو چیزوں سے ہوتا ہے(۱) ایجاب (۲) قبول۔

عاقدین میں سے جس کا کلام پہلے پایا جائے اس کو ایجاب اور بعد والے کے کلام کو قبول کہتے ہیں۔

البيع ينعقد بالإيجاب والقبول . (الهداية : ۱۹/۳)

وقال الحنفية : إن الإيجاب يطلق على مايصدر أولا من كلام أحد العاقدين سواء كان هو البائع أم المشترى ، والقبول ما يصدر بعده. (الموسوعة : ۹/ ۱۱)

پھر ایجاب وقبول کبھی ماضی کے صیغہ سے ہوگا یا حال کے، اگر ماضی کے صیغہ سے ہوتو بائع کہے گا بعتُ اور مشتری کہے گا اشتریتُ تو بیع منعقد ہوجائیگی۔

اور اگر حال کے صیغہ سے ہو یعنی بائع مشتری سے یوں کہے: أبيع منك هذا الشيء بكذا اور ساتھ ساتھ ایجاب کی بھی نیت کرے، تو اس کے جواب میں مشتری یوں کہے: اشتريت وغیرہ، تو بیع منعقد ہوگی، حال کے صیغہ میں نیت کا اعتبار ہوگا، اس لئے کہ افعل کا صیغہ حال کے لئے ہے، لیکن اس کا عموماً استعمال مستقبل کے لئے ہوتا ہے، چاہے تو حقیقی طور پر یا مجازا، اس لئے نیت کے ذریعہ تعیین ہوگی۔

الإيجاب والقبول قد يكون بصيغة الماضى وقديكون بصيغة الحال.

أما بصيغة الماضى فيه أن يقول البائع بعت ويقول المشترى اشتريت فيتم الركن وأمابصيغة الحال فهى أن يقول البائع للمشترى أبيع منك هذا الشئ بكذا ونوى الإيجاب فقال المشترى اشتريت....... يتم الركن وينعقد.

وإنما اعتبرنا النية ههنا وإن كانت صيغه أفعل للحال هو

الصحيح لأنه غلب استعمالها للا ستقبال إماحقيقة أو مجازا فوقعت الحاجة إلى التعيين بالنية. (بدائع : ٤ / ٣١٨)

خلاصہ یہ ہے کہ ایجاب وقبول میں بائع ومشتری کی کوئی تعیین نہیں کہ بائع کا کلام ایجاب کہا جائے اور مشتری کا کلام قبول یا برعکس؛ البتہ یہ ضروری ہے کہ ایجاب کے بعد ہی قبول ہونا چاہئے ۔ اور اس معنی کے اعتبار سے ایجاب وقبول میں ترتیب ضروری ہے ، پس اگر کلام اول ایجاب بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا تو کلام ثانی قبول نہ بنے گا بل کہ وہ ایجاب کہلائے گا اور اس کے بعد قبول ہونا ضروری ہے۔

ولا ينعقد بصيغة الاستفهام بالإتفاق بأن يقول المشترى للبائع أتبيع منى هذا الشئ بكذا ؟ أو أبعتَه منى بكذا ؟ فقال البائع بعتُ، لا ينعقد مالم يقل المشترى اشتريت.

وكذا إذا قال البائع للمشترى اشتر منى هذا الشئ بكذا ، فقال اشتريت لاينعقد مالم يقل البائع بعت. (بدائع : ٤/ ٣١٨)

أن الإيجاب هو نفس الصيغة الصالحة لتلك الإفادة بقيد كونها أولا والقبول هى بقيد وقوعهاثانيا من أى جانب كان كل منهما.

(فتح القدير: ٣/ ١٨٢)

ثمن اور مبیع کی سپردگی میں ترتیب:

بدلین (ثمن اور مبیع) کی دو قسموں کے اعتبار سے دو حالتیں ہیں:

(۱) بدلین دونوں عین (چیز) ہو اسے بیع مقایضہ کہتے ہیں یا دونوں ثمن

(دین) ہو جیسے بیع صرف۔

(۲) بدلین میں سے کوئی ایک عین (چیز) ہو اور دوسرا دین ہو جو ذمہ میں واجب ہو۔

اختلف الفقهاء فيمن يسلم أولا: البائع أم المشترى حسب نوعى البدلين وينقسم ذلك إلى أحوال:

الحالة الأولى: أن يكونا معينين (المقايضة) أو ثمنين (الصرف).

الحالة الثانية: أن يكون أحدهما معينا والآخر دينا فى الذمة.

(الموسوعة: ۳۸/۹)

عاقدین کے درمیان نزاع ہو جائے کہ بدل کو کون پہلے سپرد کرے گا تو فقہاء نے اس نزاع کو ختم کرنے کے لئے کچھ اس طرح ترتیب قائم کی ہے:

(۱) اگر بیع سامان کی سامان کے عوض ہے یا ثمن کی ثمن کے عوض تو دونوں ایک دوسرے کا بدل ایک ساتھ سپرد کریں گے، چونکہ اس صورت میں دونوں کا حق متعین ہو گیا ہے، لہٰذا کسی ایک کو اس کا بدل پہلے سپرد کرنے کا حکم نہ ہوگا۔

(۲) دوسری حالت کا حکم یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک پہلے مشتری سے ثمن کی سپردگی کا مطالبہ ہوگا، اس لئے کہ مبیع خارج میں متعین ہے۔ علامہ صاویؒ کے بقول مبیع بائع کے پاس ثمن کے مقابلے میں رہن کی طرح رہتی ہے، اور مشتری کا حق تو پہلے سے مبیع میں متعین ہوتا ہے تو جب پہلے ثمن ادا کرے گا تو بائع کا حق اس پر قبضہ کرتے ہی متعین ہو جائے گا اور اس طرح مساوات ہو جائے گی۔

یہ ترتیب تو نزاع کی صورت میں ہے، لیکن اگر نزاع نہ ہو تو عاقدین میں سے جو بھی اپنا بدل مقدم یا مؤخر طور پر سپرد کرسکتا ہے، چاہے تو سامان کی بیع سامان کے عوض یا سامان کی ثمن کے عوض، بائع پہلے مبیع دیدے یا مشتری ثمن دے۔

ومن باع سلعة بثمن قيل للمشترى ادفع الثمن أولا لأن حق المشترى تعين فى المبيع فيقدم دفع الثمن ليعين حق البائع بالقبض لما أنه لايتعين بالتعيين تحقيقا للمساواة .

وأما بيان وقت الوجوب فالوجوب على التوسع ثبت عقيب العقد بلا فصل وأما على التضييق فإن تباعيا عينا بعين وجب تسليمهما معا إذا طالب كل واحد منهما صاحبه بالتسليم لماذكرنا أن المساواة فى عقد المعاوضة مطلوبة المتعاقدين عادة، وتحقيق التساوى ههنا فى التسليم معا لما ذكر نا أنه ليس أحدهما بالتقديم أولى من الآخر، وكذلك إن تباعيا دينا بدين لما قلنا، وإن تباعيا عينا بدين يراعى فيه الترتيب عندنا فيجب على المشترى تسليم الثمن أولا إذا طالبه البايع ثم يجب على البايع تسليم المبيع إذا طالبه المشترى لان تحقيق التساوى فيه على ما بينافيما تقدم. (البدائع:٤/٤٩٨/(الهداية :٣/٣٠)

ذهب الحنفية والمالكية والشافعية فى قول : إلى أنه يطالب المشترى بالتسليم أولا ، قال الصاوى : لأن المبيع فى يد بائعه كالرهن على الثمن وتوجيه ذلك أن حق المشترى تعين فى المبيع ، فيدفع الثمن تعين حق البائع بالقبض تحقيقا للمساواة.

(الموسوعة : ٩/ ٣٨/ كذا فى الهداية : ٣/ ٣٠)

عقود مالیہ میں بچہ اور پاگل پر ولایت کے سلسلہ میں ترتیب:

ولایت کی ترتیب اس طرح ہے :(۱) باپ (۲) باپ کا وصی (۳) باپ کے وصی کا وصی (۴) دادا (۵) دادا کا وصی (۶) دادا کے وصی کا وصی (۷) قاضی (۸) قاضی کا مقرر کردہ یعنی قاضی کا وصی۔

تثبت الولاية المتعدية شرعا (فى غير الوكالة) على المحجورعليهم وهم الصغير والمجنون والمعتوه والسفيه وذوالغفلة وتستمر مادام الوصف الموجب لها قائما فإن زال انقطعت .
(الموسوعة الفقهية:۱۶۰/۴۵)

فصل : وأما ترتيب الولاية فأولى الأولياء الأب ثم وصيه ثم وصى وصيه ثم الجد ثم وصيه ثم وصى وصيه ثم القاضى ثم من نصبه القاضى وهو وصى القاضى وإنما تثبت الولاية على هذا الترتيب . (بدائع :۳۵۳/۴)

بائع سے رجوع ثمن میں ترتیب:

ایک آدمی نے کسی سے غلام خریدا اور قبضہ بھی کرلیا۔اس بیع میں کوئی تیسرا شخص مشتری کے لیے ضمان درک کا کفیل بھی ہوا۔

اس کے بعد مشتریٔ اول نے وہ غلام آگے بیچ دیا۔اس مشتریٔ ثانی نے قبضہ کرکے آگے بیچ کر قبضہ کرادیا،اب مشتریٔ ثالث کی ملکیت میں اس کا کوئی مستحق نکل آیا،اور بینہ کی وجہ سے قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ بھی کردیا تو قاضی کا یہ فیصلہ مشتری آخر پر بھی ہوگا اور تمام بائعین پر نافذ ہوگا۔چنانچہ ہر مشتری اپنے

بائع سے بیع فسخ مانتے ہوئے، بینہ کا اعادہ کیے بغیر ثمن کا رجوع کرے گا۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ آخری مشتری اپنے بائع سے ثمن رجوع کرے اس کے بعد ہی یہ بائع اپنے بائع سے ثمن رجوع کرے۔ چنانچہ مشتری اوسط (بائع آخر) کے لئے درست نہیں ہے کہ وہ اپنے بائع سے رجوع کرے قبل اس کے کہ مشتری آخر اس سے رجوع کرے۔ اور مشتری اول کے لئے درست نہیں ہے کہ وہ اپنے بائع سے رجوع کرے قبل اس کے کہ مشتری وسط رجوع کر لے۔ اسی طرح مشتری اول کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ کفیل بالدرک سے بھی ضمان کا مطالبہ کرے جب اس کا مشتری اس سے ثمن رجوع کرے۔ خلاصہ یہ ہے رجوع ثمن میں ترتیب ضروری ہے۔

قال محمدؒ فی الزیادات: رجل اشتری من رجل عبدا و قبضه وضمن رجل للمشتری ما أدركه من درك فی العبد ثم باعه المشتری من غیره و سلمه إلیه ثم باعه المشتری الثانی من رجل آخر و سلمه إلیه

ثم استحقه مستحق من ید المشتری الآخر بالبینة و قضی القاضی بذلك یكون ذلك قضاء علی المشتری الآخر وعلی الباعة أجمع حتی لو أقام المشتری الآخر أو واحد من الباعة بینة علی المستحق بالملك المطلق لا تقبل بینته و كان لكل واحد من المشتریین أن یرجع علی بائعه بالثمن من غیر أن یحتاج إلی إعادة البینة ولكن إنما یرجع كل مشتری علی بائعه إذا رجع علیه مشتریه حتی لا یكون للمشتری الأوسط أن یرجع علی بائعه قبل أن یرجع

علیہ المشتری الآخر ولایکون للمشتری الأول أن یرجع علی بائعه قبل أن یرجع علیه المشتری الوسط وکذلك لایکون للمشتری الأول أن یضمن الکفیل بالدرك مالم یرجع علیه .(الفتاوی التاتارخانیة:۸۵/۱۳)

کتاب الدعوی

دعوی میں ترتیب :

مدعی نے دعوی دائر کیا تو مدعی علیہ پر اس کا جواب دینا ضروری ہے، یا تو مدعی کے دعوی کا اقرار کر لے یا خاموش رہے، یا انکار کرے۔ اگر اقرار کرے تو جس چیز کا مدعی نے دعوی کیا ہے اس کو وہ چیز دینے کا حکم کیا جائے گا، اور اگر انکار کرے تو مدعی کے ذمہ بینہ پیش کرنا ہوگا۔

یعنی قطع خصومت کی ترتیب یہ ہوگی کہ دعوی کے بعد اولاً مدعی علیہ سے رجوع کیا جائے گا، اگر وہ اقرار کر لے تو خصومت ختم ہو جائے گی، وہ اقرار نہ کرے یا خاموش رہے تو دوسرے نمبر مدعی سے بینہ طلب کیا جائے گا، وہ بینہ پیش کردے تو قاضی اس کے مطابق فیصلہ کر کے قطع خصومت کرے گا۔ اگر مدعی بینہ پیش نہ کرے تو تیسرے نمبر مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی، بشرطیکہ مدعی اس سے قسم لینے کا مطالبہ کرے۔

وجوب الجواب علی المدعی علیه لأن قطع الخصومة والمنازعة واجب ولا یمکن القطع إلا بالجواب فکان واجبا.

وإذا وجب الجواب على المدعى عليه فإما إن أقر أو سكت أو أنكر فإن أقر يؤمر بالدفع إلى المدعى لظهور صدق دعواه وإن أنكر فإن كان للمدعى بينة أقامها. (بدائع : ٣٣٦/٥)

عاقدین کے اختلاف کے وقت تحالف میں ترتیب:

بائع اور مشتری کے درمیان ثمن اور مبیع کی مقدار میں اختلاف ہو جائے، تو زیادتی کے اثبات کی جہت کا اعتبار کرتے ہوئے بائع کا بینہ ثمن کے سلسلہ میں معتبر ہوگا اور مشتری کا مبیع میں معتبر ہوگا۔ اور اگر دونوں میں سے کسی کے پاس بینہ نہ ہو تو حاکم و قاضی مشتری اور بائع دونوں سے الگ الگ طور پر کہے گا کہ جو کچھ دوسرا فریق دعوی کر رہا ہے اس پر راضی ہو جاؤ ورنہ ہم بیع کو فسخ کرتے ہیں۔ یعنی مشتری کو بائع کے بیان کردہ ثمن پر راضی ہونے کو کہا جائے یا بائع کو مشتری کی بیان کردہ مقدارِ مبیع سپرد کرنے پر رضامند کیا جائے؛ دونوں میں سے کوئی راضی ہو جائے تو نزاع ختم ہو جائے گا اور بیع درست ہو جائے گی۔ یہ صورت اس لیے اختیار کی جائے گی تاکہ بیع قائم رہے اور قسم وغیرہ لینے کی ضرورت نہ پڑے۔

اور اگر دونوں کے پاس بینہ نہ ہو، اور مذکورہ تفصیل کے مطابق دونوں میں سے کوئی بھی فریق آخر کی بات پر راضی نہیں اور اپنی بات پر مصر ہو تو دونوں سے قسم لی جائے گی، یعنی 'تحالف' جاری ہوگا۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

ولو كان الاختلاف فى الثمن والمبيع جميعا فبينة البائع أولى فى الثمن وبينة المشترى أولى فى المبيع نظرا إلى زيادة الإثبات وإن لم يكن لكل واحد منهما بينة قيل للمشترى إما أن ترضى بالثمن

الـذی ادعـاہ البـائع وإلا فسخنا البیع وقیل للبائع إما أن تسلم ما ادعاہ المشتری من المبیع وإلا فسخنا البیع. (ھدایہ: ۲۱۷/۳)

اگر عاقدین میں سے کوئی بھی اپنے فریق مخالف کے دعوی پر راضی نہ ہوتو قاضی یا حاکم ان دونوں میں سے ہر ایک سے فریق آخر کے دعوی کے خلاف قسم طلب کرے گا۔

یہ آپس میں قسم کھانا مبیع پر قبضہ سے پہلے ہوتو، مذکورہ مسئلہ میں دونوں سے قسم اس لئے لی جائے گی کہ دونوں منکر ہیں، بایں طور کہ مشتری بائع کے زیادتی ثمن کے دعوی کا منکر ہے اور بائع کا مشتری کے ادا کردہ ثمن کے عوض مبیع سپرد کرنے کا منکر ہے۔

فـإن لـم یتراضیا استحلف الحاکم کل واحد منھما علی دعوی الآخـر وھذا التحالف قبل القبض علی وفاق القیاس،لأن البائع یدعی زیادۃ الثمن والمشتری ینکرہ، والمشتری یدعی وجوب تسلیم المبیع بما نقد والبائع ینکرہ، فکل واحدمنھما فیحلف.(الھدایہ: ۲۱۷/۳)

اگر مبیع پر قبضہ کرنے کے بعد اختلاف ہوتو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ فقط مشتری سے ہی قسم لی جائے،اس لئے کہ مشتری کسی چیز کا دعوی نہیں کرتا،اس کا حق یعنی مبیع تو صحیح سلامت اس کو مل گئی ہے،اب بائع کا زیادتی ثمن کا دعوی باقی رہا اور مشتری اس کا انکار کررہا ہے،البتہ اس مسئلہ میں خلاف قیاس دونوں سے قسم لی جائے گی،اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے۔

فـأمـا بعد القبض فمخالف للقیاس لأن المشتری لایدعی شیئا

لأن المبيع سالم له فبقى دعوى البائع فى زيادة الثمن والمشترى ينكرها فيكتفى بحلفه، لكنا عرفناه بالنص وهو قوله عليه السلام إذا اختلف المتبايعان والسلعة قائمة بعينها تحالفا وترادا. (أيضا)

قسم کی ابتداء کس سے کی جائے؟

(۱) اگر بیع مطلق یعنی سامان کی بیع ثمن کے عوض (بیع العین بالدین) ہو تو:

قاضی یا حاکم مشتری سے پہلے قسم لے گا، اس لئے کہ مشتری کا انکار زیادہ بڑھا ہوا ہے کیوں کہ جیسا کہ پہلے گذرا اب مشتری پر ثمن کی ادائے گی ضروری ہے وہ اس کا انکار کر رہا ہے، نیز اس لیے کہ مشتری سے قسم لینے کی صورت میں رفع نزاع کا فائدہ جلدی حاصل ہوتا ہے، یعنی اس کے قسم سے انکار پر فوری طور اس پر لزومِ ثمن کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اگر مشتری قسم سے انکار کرے تو وہ اپنی بات میں جھوٹا ہوگا اور بائع کے دعوی کے مطابق فوراً اس پر ثمن لازم کر دیا جائے گا۔ اس کے برعکس اگر بائع سے پہلے قسم لی جائے اور وہ قسم سے انکار کرے تو اس کا جھوٹا ہونا ثابت ہونے کے باوجود اس پر مشتری کا دعوی یعنی ''مبیع کی حوالگی'' لازم نہ ہوگا، کیوں کہ ثمن کی ادائیگی کے بغیر بائع پر مبیع سپرد کرنا لازم نہیں، اور مشتری نے ثمن ادا نہیں کیا ہے، پس اگر بائع سے پہلے قسم لی جائے گی تو مبیع کی سپردگی کا مطالبہ ثمن کی وصولی کے زمانہ تک مؤخر ہو جائے گا؛ لہٰذا پہلے مشتری سے ہی قسم لی جائے گی۔

ويبتدئ بيمين المشترى وهذا قول محمد وأبى يوسف آخرا وهو رواية عن أبى حنيفة رحمه الله وهو الصحيح لأن المشترى

أشـدهـمـا إنكارا لأنه يطالب أولا بالثمن ولأنه يتعجل فائدة النكول وهـو إلـزام الثمن، ولو بدئ بيمين البائع تتأخر المطالبة بتسليم المبيع إلى زمان استيفاء الثمن. (أيضا/. الفتاوى التاتارخانية :۹/ ۱۰)

خلاصہ یہ کہ بائع اور مشتری میں اختلاف رونما ہو اور دونوں میں سے کوئی بھی بینہ پیش نہ کر سکے تو دونوں سے قسم لی جائے گی ، اور قسم لینے میں ترتیب اس طرح ہوگی کہ قاضی یا حاکم پہلے مشتری سے قسم لے گا بعد میں بائع سے۔

(۲) اور اگر عین کی بیع عین سے ہو یا ثمن کی بیع ثمن سے ہو تو قاضی کو اختیار ہو گا، بائع اور مشتری میں سے جس سے چاہے قسم لے اس لئے کہ اس صورت میں دونوں برابر ہے، یعنی ترتیب لازم نہیں ہے۔

وإن كـان بيـع عيـن بـعيـن أو ثمن بثمن بدأ القاضي بيمين أيهما شاء لاستوائهما. (أيضا)

دونوں قسم کھا لیتے ہیں تو قاضی بیع کو فسخ کر دے گا۔

یہاں جو بیع فسخ ہوئی وہ نفس تحالف سے نہیں؛ بلکہ تحالف نے کسی کے دعوی کو ثابت نہیں کیا اس لیے بیع مجھول ہوگئی ،لہٰذا قاضی جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے فسخ کر دے گا۔ یا یوں کہا جائے گا کہ بیع بلا بدل کے رہ گئی یعنی اختلاف کی وجہ سے بدل کیا ہے؟ وہ متعین نہ ہو سکا اس لئے بیع فاسد ہوئی اور بیع فاسد میں فسخ ضروری ہوتا ہے۔

فإن حلفا فسخ القاضي البيع بينهما وهذا يدل على أنه لا ينفسخ بـنـفـس التـحـالف لأنه لم يثبت ما ادعاه كل واحد منهما فيبقى بيع

مـجهـول فيـفسـخه القاضى قطعا للمنازعة أو يقال إذا لـم يثبت البدل يبقى بيعا بلا بدل وهو فاسد ولا بد من الفسخ فى البيع الفاسد.(أيضا ٢١٨:)

تحالف کے صیغہ میں ترتیب :

یمین کا طریقہ یہ ہے کہ بائع اس طرح قسم کھائے: بـاللـه مـا باعه بألف **اور مشتری اس طرح قسم کھائے** بـالله ما اشتراه بألفين ،**یعنی قسم میں ہر فریق اپنے مخالف فریق کے دعوی کی تکذیب کرے گا۔**

وصـفة اليـميـن أن يـحـلـف البـائـع بـالله ماباعه بألف ويحلف المشترى بالله ما اشتراه بألفين. (أيضا:٢١٧،٢١٨)

مذکورہ بالا مسئلہ احناف ؒ کے نزدیک ہے۔

شوافع ؒ کے نزدیک قسم میں نفی و اثبات دونوں کو جمع کرنا ضروری ہے یعنی قسم میں خصم کی تکذیب کے ساتھ اپنا دعوی بھی مؤکد کرے گا اور نفی مقدم کرے گا، جیسے بائع قسم کھائے أنـه لـم يبع بألف ولقدباع بألفين **اور مشتری قسم کھائے تو یوں کہے گا:** أنه مااشترى بألفين ولقد اشترى بألف.

ويـجـب أن يـجـمـع كـل واحـد مـنهـمـا فـى اليمين بين النفى والإثبـات لأنـه يـدعـى عـقـدا وينكر عقدا فيجب أن يحلف عليهما ويجب أن يقدم النفى على الاثبات .

(أحـدهـما)يجمع بينهما بيمين واحدة وهو المنصوص فى الأم لأنـه أقـرب إلـى فصل القضاء فعلى هذا يحلف البائع أنه لم يبع بألف

ولقد باع بألفين ويحلف المشترى أنه ما اشترى بألفين ولقد اشترى بألف.

والصيغة التى اتفقوا عليها أن يقول والله ما بعت بكذا ولقد بعت بكذا ويقول المشترى والله ما اشتريت بكذا ولقد اشتريت بكذا .(كتاب المجموع : ۱۳۳/۱۲ تا ۱۳۵)

خلاصہ یہ ہے کہ احناف ؒ کے نزدیک صیغہ قسم ایک امر یعنی نفی پر ہی مشتمل ہوتا ہے لہٰذا ترتیب کی ضرورت نہیں، جب کہ شوافع ؒ کے نزدیک قسم کا صیغہ نفی اور اثبات دو امور پر مشتمل ہوتا ہے، لہٰذا اس میں ترتیب کا بھی اعتبار ہوگا، پہلے نفی کے صیغہ کو ادا کرے گا پھر اثبات کا صیغہ۔ یہ ترتیب ان کے نزدیک واجب ہے۔

مقدار مہر میں اختلاف زوجین کی صورت میں تحالف:

مہر کی مقدار میں زوجین کا اختلاف ہو اور دونوں کے پاس بینہ نہ ہو تو دونوں قسم کھائیں گے، اور قسم پہلے شوہر سے لی جائے گی اور نکاح فسخ نہیں ہوگا۔

وإن اختلفا أى الزوجان فى قدر المهر ......وإن عجزا عن البرهان تحالفا ولم يفسخ النكاح لتبعية المهر بخلاف البيع ويبدأ بيمينه لأن أول التسليمتين عليه فيكون أول اليمينين عليه. ظهيرية.

(در المختارمع رد المحتار:۳۱٤/۸)

کتاب الھبہ

بچے کی طرف سے ہدیہ قبول کرنے میں ترتیب:

بچے کو ہدیہ کی گئی چیز پر قبضہ وہ شخص کرے گا جس کو بچے کی پرورش وکفالت کی وجہ سے ولایت حاصل ہو، جیسے بچے کا ولی یا وہ شخص جس کی پرورش وکفالت میں ہے۔

ترتیب یہ ہوگی کہ ولی بچے کا باپ، پھر باپ کا وصی، پھر داد پھر دادا کا وصی، چاہے تو بچہ ان لوگوں کی کفالت میں ہو یا نہ ہو،

اس لئے کہ ان حضرات کو بچہ پر ولایت حاصل ہے لہٰذا بچے کی طرف سے ان کا قبضہ جائز ہوگا۔

اگر مذکور اولیاء میں کوئی ایسا غائب بہ غیبت منقطعہ ہو اور کوئی اتا پتہ نہ ہو تو اس شخص کا قبضہ درست ہوگا جو درجہ میں اس کے بعد ہو، اس لئے کہ غائب کے آنے تک تأخیر کرنا بچے کی منفعت کو فوت کرنا ہے لہٰذا ولایت اس شخص کو حاصل ہوگی جو ولی غائب کے بعد ولایت کا درجہ رکھتا ہو جیسے کہ ولایت انکاح میں گذرا۔

وشرط جوازه الولاية بالحجر والعيلة عند عدم الولاية فيقبض للصبي وليه أو من كان الصبي في حجره وعياله عند عدم الولي فيقبض له أبوه ثم وصي أبيه بعده ثم جده أبو أبيه بعد أبيه ووصيه ثم وصي جده بعده سواء كان الصبي في عيال هؤلاء أو لم يكن فيجوز قبضهم على هذا الترتيب حال حضرتهم لأن لهؤلاء ولاية عليهم

فیجوز قبضه له وإذا غاب أحدهم غيبة منقطعةً جاز قبض الذى يتلوه فى الولاية لأن التاخير إلى قدوم الغائب تفويت المنفعة على الصغير فتنتقل الولاية إلى من يتلوه وإن كان دونه كما فى ولاية الإنكاح.(بدائع :١٨٠/٥)

ماں کوصغیر کے ہبہ پر قبضہ کا حق:

اصولاً بچے کے مال میں ماں کوتصرف کا حق نہیں ہے، گرچہ ماں اکمل الشفقۃ ہے، لیکن ناقصات العقل ہونے کی وجہ سے عورت کامل رائے نہیں رکھتی ہے، لہٰذا عام تصرفات کی ولایت نہیں ہوگی، البتہ قبض ہبہ کی ولایت ماں کوبھی حاصل ہے۔

وليس لمن سوى هؤلاء من الأم والأخ والعم وغيرهم ولاية التصرف على الصغير فى ماله لأن الأخ والعم قاصرا الشفقة وفى التصرفات تجرى جنايات لا يتهم لها إلا ذو الشفقة الوافرة والأم وإن كانت لها وفور الشفقة لكن ليس لها كمال الرائ لقصور عقل النساء عادةفلا تثبت لهن ولاية التصرف فى المال ولا لوصيهن.(بدائع :٣٥٣/٤)

البتہ ماں کوصغیر کے لئے ہدایہ قبول کرنے اور قبضہ کرنے کا اختیار ہے چونکہ یہ نفع محض ہے، نیز یہ حفظ مال کے حکم میں ہے، ہدایہ میں ہے:

وإن كان فى حجر أمه فقبضها له جائز لأن لها الولاية فيما يرجع إلى حفظه وحفظ ماله وهذا من بابه لأنه لايبقى إلا بالمال فلابد من ولاية تحصيل النافع. (الهداية:٢٨٩/٣)

گھر اور گھر میں رکھا ہوا سامان دونوں ہبہ کرنا چاہے

گھر اور گھر میں رکھا ہوا سامان دونوں ہبہ کرنا چاہے تو اس کی مختلف صورتیں ہیں:

(۱) اگر دونوں کو ایک ہی وقت میں ہبہ کیا اور سپرد بھی کر دیا تو دونوں کا ہبہ درست ہے۔

(۲) اور اگر الگ الگ ہبہ کیا اس طور پر کہ ان میں سے ایک کو پہلے پھر دوسرے کو ہبہ کیا تو اس میں دو صورتیں ہیں:

(۱) یا تو دونوں کو ایک ساتھ سپرد کیا ہوگا یا الگ الگ، اگر ایک ساتھ سپرد کر دے تو بھی دونوں کا ہبہ کرنا درست ہے۔(۲) اگر دونوں الگ الگ سپرد کیا تو اس میں ترتیب کا اعتبار ہوگا۔ چنانچہ اگر سامان موجود ہوتے ہوئے گھر کا ہبہ کیا ہو اور اسی حال میں قبضہ دے دیا تو گھر کا ہبہ درست نہیں ہوا، اور سامان کا ہبہ درست ہو گیا، لہٰذا اس کا قبضہ دینا بھی درست ہے۔

اور اگر پہلے سامان کا ہبہ کیا ہو اور قبضہ دے دیا پھر گھر کا ہبہ کر کے قبضہ دیتا ہے تو دونوں میں ہبہ درست ہوگا۔

ولو جمع فی الهبة بین المتاع و بین الدار الذی فیها فوهبهما جمیعا صفقة واحدة و خلی بینه و بینهما جازت الهبة فیهما جمیعا لأن التسلیم قد صح فیهما جمیعا فإن فرق بینهما فی الهبة بأن وهب أحدهما ثم وهب الآخر فهذا لایخلو إما إن جمع بینهما فی التسلیم وإما إن فرق؛ فإن جمع جازت الهبة فیهما جمیعا، وإن فرق بأن

وهـب أحدهما وسلم ثم وهب الآخروسلم؛ نظر فی ذلك وروعی فيه الترتيب، إن قدم هبة الدار فالهبة فی الدارلم تجز لأنها مشغولة بالمتاع فلم يصح تسليم الدار وجازت فی المتاع لأنه غير مشغول بالدار فيصح تسليمه ولو قدم هبة المتاع جازت الهبة فيهما جميعا.

(بدائع: ۱۷۸/۵)

کتاب المکاتب

مکاتب کے ترکہ میں دین، بدل کتابت اور اقرار کی ترتیب

مسئلہ:۱۔ کسی غلام نے ایک ہزار درہم پر عقد کتابت کیا اس کے بعد بیمار ہوا، حالتِ مرض میں اس نے اپنے آقا کے لئے ایک ہزار درہم کے قرض کا اقرار کیا اور اس کے بعد اجنبی مرد کے لئے ایک ہزار درہم کا اقرار کیا، یا اولاً اجنبی کے لئے اقرار کیا پھر آقا کے لئے، اس کے بعد مر گیا۔ ترکہ دو ہزار درہم چھوڑے تو اجنبی کے دین سے ابتداء کی جائے گی، لہٰذا اجنبی اپنا دین وصول کر لے گا اور دوسرے ایک ہزار درہم مولی (آقا) کو بدلِ کتابت کے طور پر دیئے جائیں گے، نہ کہ اقرارِ دین کے طور پر۔

اور اگر مکاتب نے دو ہزار درہم سے کچھ زائد چھوڑا ہے تو یہ زیادتی آقا بطور ایفاءِ دین لے سکتا ہے، بشرطیکہ مولی اس کا وارث نہ بنتا ہو، یعنی مکاتب کا کوئی بیٹا یا عصبی رشتہ دار ہو تو مولی دین وصول کر سکتا ہے۔ اور اگر کوئی رشتہ دار نہیں تو مولی وارث ہوگا۔ اگر ورثاء میں اور بھی لوگ ہیں تو تمام ورثاء کے ساتھ شریک

میراث ہوگا، اور دوسرا کوئی وارث نہیں تو پورا مال بطورعصبہ مولی خود لے لے گا، جیسے کہ اگر مولی کے لیے دین کا اقرار نہ کیا ہو اس صورت میں بھی مال متروکہ کا بطور عصبہ وہی وارث بنتا ہے۔

رجل كاتب عبده على ألف درهم ثم مرض المكاتب فأقر لمولاه بقرض ألف درهم وأقر لرجل أجنبى بقرض ألف درهم بعد ذلك أو بدأ بإقرار للأجنبى ثم للمولى ثم مات وترك ألفى درهم يبدأ بدين الأجنبى فيأخذ الأجنبى دينه والألف الآخر يعطى للمولى عن الكتابة دون الإقرار فإن ترك المكاتب فضلا على ألفى درهم أخذ المولى الفضل على ألفين من الألف التى أقر المكاتب له بها إذا لم يكن المولى وارثا له بأن كان للمكاتب إبن أو عصبة، أما إذا كان المولى وارثا من ورثة فلا شيئ له مما أقر به المكاتب له ولكن الفضل يكون ميراثا بين المولى وبين ورثة المكاتب إن كان ورثة فإن لم يكن فالفضل كله للمولى بالعصوبة كما لو لم يقر للمولى. (الفتاوى التاتارخانيه : ١٦/١٦٨)

مسئلہ:۲۔ اسی طرح اگر مکاتب کی ملکیت میں ۱۰۰ دینار ہو اور حالت مرض میں وہ اقرار کرے کہ یہ دینار اس کے پاس آقا کی ودیعت ہے، اسکے بعد غلام نے اجنبی کے لئے ہزار درہم دین کا اقرار کیا پھر مر گیا اور ترکہ میں ہزار درہم اور وہ ۱۰۰ دینار چھوڑے جن کے متعلق اس نے اپنے آقا کی ودیعت ہونے کا قرار کیا تھا۔ اس صورت میں اجنبی کے دین سے ابتداء کی جائے گی، اور ہزار درہم اداءِ دین

میں استعمال کیے جائیں گے۔اور دینار بیچ کر سب سے پہلے اس سے بدل کتابت ادا کیا جائے گا، اس میں سے اگر کچھ بچ جاتا ہے تو اقرار ودیعت کے تقاضے کے مطابق یہ آقا کے لئے ہوگا، بشرطیکہ مکاتب کا کوئی وارث نہ ہو۔ اگر کوئی وارث ہے تو پھر اس میں میراث کے احکام جاری ہوں گے۔

و کذلك لو كان فی يد المكاتب حين مرض مأة دينار فأقر بأنها وديعة عنده للمولى ثم أقر للأجنبی بدين ألف درهم ثم مات و ترك ألف درهم و مأة دينار التی أقربها لمولاه فإنه يبدأ بدين الأجنبی و تصرف الألف إليه و الدنانير تباع فيقضی من ذلك أولا بدل الكتابة فإن فضل شيئ كان الفاضل للمولى بحكم الإقرار إلا أن يكون المولى من ورثة المكاتب فحينئذ يكون الفضل ميراثا. (الفتاوى التاتارخانية: ١٦٨/١٦)

مسئلہ:۳۰۔ غلام نے آقا کے ساتھ ہزار درہم کے عوض عقدِ کتابت کیا، پھر آقا نے مکاتب کو ہزار درہم کا قرض دیا۔قرض کا یہ معاملہ حالتِ صحت میں تھا، پھر مکاتب مر گیا اور ہزار درہم کا ترکہ چھوڑ گیا۔مکاتب کے پیچھے اس کی آزاد اولاد بھی ہے، تو قاضی کو مولیٰ ہزار درہم بدلِ کتابت کی طرف سے ادا کر دے گا۔اور آقا کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کو قرض شمار کرے۔

رجل كاتب عبده على ألف درهم فأقرضه المولى ألف درهم و ذلك فی صحة المكاتب ثم مات المكاتب و ترك ألف درهم وله أولاد أحرار من امرأة حرة، فإن القاضی يقضی بالألف للمولىٰ من

المکاتبة ولیس للمولیٰ أن یجعلها من الدین (الفتاوی التاتارخانیة : ۱۶/۱۶۸،۱۶۹)

اور اگر ہزار درہم سے زائد مال چھوڑ کر مرگیا ہوتو ہزار درہم بدلِ کتابت سے زائد جو مال ہوگا وہ بھی مولی وصول کرے گا یہاں تک کہ اس کا قرض وصول ہو جائے، پھر اگر کچھ بچے تو ورثاء حقدار ہوں گے۔ یعنی مکاتب کا ترکہ اولاً بدلِ کتابت، پھر دین اور پھر میراث؛ میں پھیرا جائے گا۔

ولو ترك أكثر من ألف درهم أخذ المولى ألف حتى يستوفى الألف التى أقرضه فإن بقى شيئ بعد دين المولى يصرف إلى الورثة (الفتاوى التاتارخانية : ۱۶/۱۶۹)

کتاب الحجر

مفلس کا مال فروخت کرنے میں ترتیب:

مفلس کے دین کی ادائیگی میں سب سے پہلے نقدی چیز استعمال میں لائی جائے گی۔ پھر سامان کو، پھر غیر منقولہ چیزوں کو بیچا جائے گا، یعنی سب سے آسان چیز سے ابتداء کی جائے گی، پھر اس سے آسان الخ۔

اور اگر مفلس کے پاس ایک سے زیادہ کپڑے ہیں تو ایک کپڑا اس کے جسم پر باقی رہنے دیا جائے گا، اور مابقیہ کو بیچ دیا جائے گا۔

ويباع فى الدين النقود ثم العروض ثم العقار يبدأ بالأيسر فالايسر ويترك عليه دست من ثياب بدنه ويباع الباقى. (الهداية:۳/۳٦۰)

مفلس کا مال غرماء میں تقسیم کرنے میں ترتیب:

تمام لوگوں کے دیون نقدی ہوں یا تمام دیون سامان کے قبیل سے ہوں اور جنس وصفت میں مفلس کے مال کے موافق ہوں؛ ایسی صورت میں ان کی قیمت لگانے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ تمام لوگ اپنا اپنا قرض اپنے اپنے دین کے مطابق مال وصول کرلیں گے۔

ثم تقسم اموال المفلس المتحصلة بين غرمائه.

وهذا إذا كانت الديون كلها من النقد وكذلك إن كانت كلها عروضا موافقة لمال المفلس فى الجنس والصفة فلاحاجة للتقويم بل يتحاصون بنسبة عرض كل منهم إلى مجموع الديون.(الموسوعة الفقهية:٣٢١/٥)

اور اگر کوئی مانع نہ ہوتو آپسی رضامندی سے ثمن کا لینا بھی درست ہے، جیسے پورے دیون یا بعض دیون سامان کے قبیل سے ہوں اور مفلس کا مال نقدی ہو تو تقسیم کے دن کی سامان کی قیمت لگائی جائے گی پھر ہر دائن اپنے سامان کی قیمت کو وصول کرلے گا۔

اور اگر کوئی مانع ہو، تو دین کی قیمت وصول کرنا درست نہیں، جیسے ایک کا دین سونا ہو اور تقسیم کرتے وقت چاندی اس کے حصہ میں آئے تو دائن کے لئے چاندی کا لینا درست نہیں ہے کیوں کہ یہ بیع صرف ہے، اور اس میں دونوں عوض کا نقد ہونا ضروری ہے۔

فان كانت الديون كلها أو بعضها عروضاو كان مال المفلس

نقدا قومت العروض بقیمتها یوم القسمة وحاص کل غریم بقیمة عروضه یشتری له بها من جنس عروضه وصفتها ویجوز مع التراضی أخذ الثمن إن خلا من مانع کما لو کان دینه ذهبا ونابه فی القسم فضة فلایجوز له أخذ ما نابه لأنه یؤدی إلی الصرف المؤخر وهذا التفصیل منصوص المالکیة.(أیضا)

مفلس کے مال میں دین، نفقہ اور کسوہ کی ترتیب:

مفلس(مدیون) کا جو مال حاصل ہوگا وہ پہلے مفلس کی ذات پر خرچ کیا جائے گا، پھر اس کی بیوی اور چھوٹی اولاد پر اور ان رشتہ داروں پر جن کا نفقہ اس پر واجب ہے۔

اس لئے کہ یہ ضرورتِ اصلیہ ہے اور قرض خواہوں کے حقوق پر مقدم ہوگی نیز یہ غیر کے لئے ثابت ہونے والا حق ہے اور حجر کی وجہ سے یہ حقوق باطل نہ ہوں گے۔ چنانچہ اگر وہ کسی عورت سے بعوض مہر مثل نکاح کرے تو مہر مثل کی مقدار قرض خواہوں کے مساوی ہوگی اور دین مہر مقدم نہ ہوگا۔

وینفق علی المفلس من ماله وعلی زوجته وولده الصغار وذوی أرحامه ممن یجب نفقته علیه لأن حاجته الأصلیة مقدمة علی حق الغرماء ولأنه حق ثابت لغیره فلا یبطله الحجر ولهذا لو تزوج امرأة کانت فی مقدار مهر مثلها أسوة للغرماء.(هدایة: ۳/۳٦۰)

قوله: (وینفق علی المفلس من ماله وعلی زوجته وولده الصغار) أقول لیس المفلس ههنا علی معناه الحقیقی کما مر نظیره بل عدم

إرادة الحقيقة ههنا أظهر لأن قوله من ماله يأبى إرادتها قطعا وعن هذا وقع في الكافي وغيره بدل المفلس المديون فالمراد بلفظ المفلس في عبارة الكتاب المعنى المجازى على أحد التوجهين اللذين ذكرتهما فيما مر من قبل فتذكر. (فتح القدير: ٢٨٤/٩)

لأن النفقة على المديون المحجور وعلى زوجته وأولاده الصغار وذوى أرحامه من حوائجه الأصلية وحاجته الأصلية مقدمة على حق الغرماء. (افاده الزيلعى)

وفي خانية : ولا يضيق عليه في مأكوله ومشروبه وملبوسه ويقدرله المعروف والكفاف اه .(شرح المجلة للاتاسى :٥٥٦/٣)

كتاب المأذون

مولیٰ کے دین اور عبد ماذون کے دین میں ترتیب:

مولیٰ کے ذمہ ایسا دین ہے، جس کا اس نے اپنے مرض الموت میں اقرار کیا ہے، مولی کی اسی حالتِ مرض الموت میں اس کے عبد مأذون نے اپنے اوپر دین ہونے کا اقرار کیا؛ تو یہ اقرار صحیح ہے اور مولیٰ کے پاس موجود مال، عبد ماذون اور عبد ماذون کے پاس موجود مال؛ سب ملا کر اس قدر ہے کہ مولیٰ کے دین سے زائد ہوجاتا ہے تو سب سے پہلے مولیٰ کا دین ادا کیا جائے گا، اور مولیٰ کے دین میں یہ غلام اور اس کا مال بھی بیچ دیا جائے گا، پھر جو کچھ بچے گا وہ غلام کے قرض خواہوں (مقرلہ) کے لیے ہوگا۔

اگر مولیٰ کی ملکیت میں مال تھا مگر غائب تھا اور غلام اور اس کا مال بیچ کر مولیٰ کا دین ادا کر دیا، پھر مولیٰ کا مال آیا تو دیکھا جائے گا کہ ابھی مولیٰ کا کچھ دین ادا کرنا باقی ہے، اگر باقی ہوتو قاضی اس مال سے وہ قرض بھی پورا کر دے گا، پھر جو کچھ بچے گا اس میں غلام اور اس کے پاس موجود مال کی قیمت کے بقدر مال لے کر غلام کے قرض خواہوں کو دیا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ مرض الموت میں اقرار کیا ہوا مولیٰ کا دین اور غلام کا اقرار کیا ہوا دین؛ دونوں جمع ہوں تو مولیٰ کا دین مقدم ہوگا۔

وإن كان على المولى دين قد أقر به فى مرضه فإقرار العبد على نفسه بالدين فى مرض المولى صحيح و إن كان فى مال المولى وفى العبد وفيما فى يده فضل على دين المولى صح إقرار العبد وبدئ بدين المولى فيقضى من العبد ومما فى يده دين الصحة المولى والفضل لغرماء العبد و إن كان مال المولى غائبا وبيع العبد وما فى يده ويقضى به دين المولى ثم حضر مال المولى وقد بقى من دين المولى شئ فإن القاضى يقضى المال الذى حضر مابقى من دين المولى فإن فضل شئ من ذلك نظر القاضى فيما بقى فيأخذ منه مقدار ثمن العبد وثمن كسبه وقضى من ذلك دين العبد .

یادرہے کہ اگر مولیٰ کے ذمہ حالتِ صحت کا اقرار کیا ہوا دین ہوتو غلام کی طرف سے اپنے اوپر دین کا اقرار صحیح ہی نہیں؛ ہاں اگر غلام کی ذات اور اس کے پاس موجود مال کی قیمت اس قدر ہو کہ مولیٰ کا دین ادا کرنے کے بعد کچھ بچ جائے

گا تو درست ہے۔

یجب أن یعلم بأن إقرار العبد فی مرض موت المولی بالدین علی نفسه و علی المولی دین الصحة لا یصح إذا لم تکن فی مال المولی وفی رقبة العبد وفیما فی یده فضل علی دین المولی.

ماذون میں قصاص اور دین کی ترتیب:

اگر عبد ماذون نے کسی آدمی کو خطاءً قتل کر دیا اس حال میں کہ اس پر دین تھا تو ایسی صورت میں مولی کو اختیار دیا جائے گا کہ یا تو مقتول کے ورثاء کو بطور دیت یہ غلام حوالے کر دیا جائے یا اپنے مال سے مقتول کی دیت ادا کر کے غلام کو چھڑا لے، اگر آقا نے فدیہ اختیار کیا اولیاء کے لئے تو غلام جنایت سے نکل جائے گا، اب اس کے بعد غلام کو قرض خواہوں کے لئے بیچا جائے گا تا کہ ہر ایک کو ان کا حق وصول ہو جائے۔ اور اگر مولی نے مقتول کے ورثاء کو بطور دیت یہ غلام ہی دے دیا تو اولیاءِ جنایت اس غلام کے مالک بن جائیں گے، البتہ غرماء کا حق ساقط نہ ہوگا اور اولیاء جنایت سے اس غلام کے دین کا مطالبہ کیا جائے گا، اگر وہ انکار کر دیں تو غرماء اس غلام کو اپنے دین میں بیچ دیں گے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز میں دو حقوق جمع ہو جائیں اور صورتِ حال یہ ہو کہ ایک جانب سے ابتداء کرنے میں دونوں حق کی رعایت ہو جاتی ہو اور دوسری جانب سے ابتداء کرنے میں فقط ایک حق کی رعایت ہوتی ہو اور دوسرا باطل ہو جاتا ہو تو اس جانب سے ابتداء کریں گے جدھر دونوں جانب کی رعایت ہو جاتی ہو۔ اور

غلام جب اولیاءِ جنایت کے حوالے کیا جائے تو گرچہ مولیٰ کی ملکیت اس پر سے ختم ہو جائے گی ،مگر غرماء اس انتقال ملک سے راضی نہ تھے لہٰذا ان کا حق باطل نہ ہوگا ؛نہ ہی مابعد العتق تک مؤخر ہوگا اور غلام کے اولیاءِ جنایت کی ملک میں رہتے ہوئے بھی وہ اپنا حق غلام سے وصول کریں گے۔اگر غلام کو اولاً غرماء کو دے دیا جائے تو اولیاءِ جنایت کا حق ضائع ہو جائے گا اس لیے ایسا نہیں کیا جائے گا۔

وإذا قتل العبد رجلا خطأ وعليه دين وخير مولاه بين الدفع والفداء فاختار الفداء لأولياء الجناية فقد ظهر العبد عن الجناية بعد هذا يباع العبد للغرماء بدينهم ليصل كل واحد إلى حقه فاما إذا اختار الدفع ذكر أنه يدفع العبد أولا إلى أولياء الجناية ثم الغرماء يبيعونه بالدين فى ملك أولياء الجناية إذا لم يقضوا دينه وقد بدأ القاضى أولا بدفعهما إلى أولياء الجناية ولم يبدأ بالبيع للغرماء وذلك لأن الأصل أنه متى اجتمع فى العين حقان وفى البداية بأحدهما توفير الحقين والبداية بالأخرى توفير أحدهما وإبطال الآخر فإنه يبدأ بالحق الذى فيه توفير الحقين لأن الأصل أن الحقوق توفى ما أمكن. (الفتاوى التاتارخانية:۹/ ۱٦۲)

مولی کے دین صحت اور ماذون کے دین میں ترتیب:

مولی پر حالتِ صحت کا اس قدر دین واجب ہے جو مولیٰ کے پورے مال، عبد ماذون کی ذات اور عبد ماذون کے پاس موجود تمام مال کو گھیر لیتا ہے،اس کے بعد مولی کے مرض الموت میں عبد ماذون کسی سے ہزار درہم کا قرض گواہوں کی

موجودگی میں وصول کر کے قبضہ کر لیتا ہے۔اس کے بعد مولی مر جا تا ہے،تو ایسی صورت میں مولیٰ کے غرماءاور عبد ماذون کے غرماء،دوفریق جمع ہو گئے،اداءِقرض کی ترتیب یہ ہوگی کہ قاضی غلام کو بیچ کر اس سے اولاً غلام پر موجود قرض ادا کرے گا اور کچھ بچے تو اس سے مولیٰ کا دین ادا کرے گا۔یعنی اداءِ دین میں دین العبد مقدم ہوگا۔

وإذاكان على المولى دين الصحة يحيط بماله وبرقبة العبد ومافي يده فاستقرض العبدفي مرض المولى من رجل الف درهم وقبضهمابمعائنة الشهود ثم مات المولى فان القاضي يبيع العبد ومافي يده ويبدأ بدين العبد فان فضل من ذلك شئ يقضى به دين المولى.(الفتاوى التاتارخانية:٦ ١/٤ ٤ ٣)

مولی کے مرض الموت میں مولی اور عبد ماذون کے اقرار قرض کی ترتیب:

عبد ماذون نے آقا کے مرض الموت میں ہزار درہم دین کا اقرار کیا پھر مولی نے اپنے اوپر ہزار درہم کا اقرار کیا اس کے بعد مولی مر گیا تو قاضی غلام کے دین سے ابتدا کرے گا اور پہلے اس کو ادا کرے گا،اس میں سے کچھ بچ جائے تو مولی کے قرض خواہ کے لئے ہوگا۔

اور اگر مرض الموت میں اولاً مولی نے ہزار درہم کا اقرار کیا،پھر دوسرے ہزار درہم کا اقرار کیا اس کے بعد تیسرے ہزار درہم کا اقرار کیا یہ تمام اقرار مولی کی طرف سے اس کے مرض الموت میں ہوئے ؛ پھر غلام نے ہزار درہم کا اقرار کیا

تو یہ چاروں اقرار کے مقرلہ یعنی غرماء مساوی ہوں گے اور غلام کو بیچ کر چار حصے کر کے مولی اور غلام کے غرماء کو تقسیم کر دے گا۔

ولو كان العبد أقر في مرض المولى بدين ألف درهم ثم أقر المولى على نفسه بدين ألف درهم ثم مات المولى فإن القاضي يبدأ بدين العبد فيقتضيه فإن فضل شئ يكون لغريم المولى فان كان المولى أقربألف درهم ثم أقر بألف درهم و كان الأقارير كلهامن المولى في مرضه ثم أقرالعبدبألف درهم فالقاضي يبيع العبد ويقسم الثمن بين غرماء المولى وغريم العبدعلى أربعة أسهم .(الفتاوى التاتار خانية :١٦/٣٤٤،٣٤٥)

كتاب الشفعه

حق شفعہ میں ترتیب :

دو آدمی ایک مشترک چیز کے مالک ہیں، ایک نے اپنا حصہ بیچ دیا ہے تو اب شفعہ کا حق اس کے شریک کو ہوگا اور اگر یہ اپنا حق ختم کر دیتا ہے (نہیں لیتا) تو پھر شریک فی حق المبیع حقدار ہوگا اور اگر یہ بھی نہ لینا چاہے تو جار ملاصق کو حق ہوگا۔

الشفعة واجبة للخليط في نفس المبيع ثم للخليط في حق المبيع كالشرب والطريق ثم للجار أفاد هذا اللفظ ثبوت حق الشفعة لكل واحد من هؤلاء وأفاد الترتيب؛ أما الثبوت فلقوله عليه السلام الشفعة لشريك لم يقاسم ولقوله عليه السلام جار الدار أحق بالدار والأرض

ينتظرله و إن كان غائبا إذا كان طريقهما واحدا ولقوله عليه السلام الجار أحق بسقبه قيل يا رسول الله ﷺ ماسقبه قال شفعته.

قوله وأفاد الترتيب صورته منزل بين اثنين فى سكة غير نافذة باع أحد الشريكين نصيبه فالشريك الملاصق فى المنزل أحق بالشفعة فإن سلم فأهل السكة أحق فإن سلموا فالجار وهو الذى على ظهر المنزل وباب داره فى سكة أخرى. (هداية مع حاشية اللكنوى : ٣٩١/٤)

كتاب المزارعة والمعاملات

مریض نے اقرار کیا کہ اس نے اپنے وارث کو کھجور کا باغ معاملۃً دیا ہوا ہے اور ابھی تک پھل پکے نہیں ہے۔ پھر مرض الموت میں دین کا اقرار کیا، اور پھر انتقال ہوا؛ تو عامل کے دین سے ابتداء کی جائے گی یعنی اس کو اس کے عمل کی اجرت مثل دی جائے گی پھر مقرلہ کو اس کا دین دیا جائے گا، یہ صاحبینؒ کا قول ہے۔

وإذا أقر المريض أنه دفع إلى وارثه نخلا معاملة والثمرة لم تدرك بعد ثم أقر المريض بدين فى المرض ثم مات بدئ بدين العامل فيعطى له مقدار أجر مثل عمله ثم يقضى الدين الذى أقر به المريض هكذا ذكر شيخ الإسلام فى شرحه ولعل هذا قولهما. (الفتاوى التاتارخانية :٣٣٣/١٧)

کتاب الاضحیۃ

ایک آدمی کا انتقال ہوا اور اس کے ذمہ زکاۃ ہو صدقۂ فطر ہو قربانی ہو حج فرض ہو اور کفارہ یمین ہو اور ان چیزوں کے ادا کرنے کی اپنی طرف سے وصیت کرے تو یہ ثلث میں جائز ہوگا اور اولاً زکاۃ اور حج سے ابتدا کریں گے، اس کے بعد صدقہ فطر اس کے بعد کفارہ اس کے بعد قربانی ادا کی جائے گی۔

وروى عن محمدؒ من مات وعليه زكاة وصدقة الفطر وأضحية وحجة الاسلام وكفارة يمين وأوصى بأن يؤدوا عنه فإنه يجوز ذلك كله من الثلث فإن يبلغ ذلك ثلث ماله فإنهم إنما يبدأون بالزكاة وبالحج وبعدهما يبدأون بصدقة الفطر وبعدهايبدأون بالكفارة وبعدها يبدأون بالاضحية. (الفتاوى التاتارخانية: ١٧/ ٤٠٤)

کتاب الکراھیت

ہاتھ پیر کے ناخن کاٹنے میں ترتیب:

ہاتھ کے ناخن کاٹنے میں ترتیب یہ ہے کہ پہلے داہنے ہاتھ کی مسبحہ سے خنصر تک، پھر بائیں ہاتھ کی خنصر سے کاٹتے ہوئے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے ہوتے ہوئے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن کاٹے۔

وفي شرح الغزاوية روى أنه ﷺ بدأ بمسبحة اليمنى إلى الخنصر ثم بخنصر اليسرى إلى الإبهام وختم بإبهام اليمنى وذكرله

الغزالی فی الإحیاء وجها وجیها.

پیر کے ناخن کاٹنے کے سلسلہ میں کوئی نقل ثابت نہیں ہے؛ البتہ بہتر یہ ہے کہ وضو میں انگلیوں کا خلال کیا جاتا ہے اسی طرح ناخن کاٹنا ہے۔

ولم یثبت فی أصابع الرجل نقل والأولی تقلیمها کتخلیلها.

(در المختار مع رد المحتار: ۹/ ۵۸۲)

کتاب الرهن

شیٔ مرہون اور دین میں ترتیب:

راہن نے مرتہن کے پاس کوئی چیز بطور رہن کے رکھی، پھر ایک مدت کے بعد راہن دین ادا کرتا ہے تو اب پہلے دین ادا کرے یا شیٔ مرہون وصول کرے تو اس میں ترتیب یہ ہے کہ راہن پہلے دین ادا کرے پھر مرتہن شیٔ مرہون سپرد کرے، جس طرح بیع میں مبیع اور ثمن کی سپردگی میں مشتری پہلے ثمن سپرد کرتا ہے پھر بائع مبیع سپرد کرتا ہے، یہ ترتیب اس لئے ہے کہ مرتہن کا حق دین میں اس کے سپرد کرنے سے ہی متعین ہوگا، جب کہ راہن کا حق شیٔ مرہون میں پہلے سے متعین ہوتا ہے لہٰذا مساوات کے تقاضے کے مطابق پہلے دین ادا کیا جائے گا۔

متی یتم تسلیم المرهون؟ یسلم الراهن الدین أولا ثم یسلم المرتهن المرهون کتسلیم المبیع والثمن فی البیع یسلم الثمن أولا ثم یسلم المبیع لأن حق المرتهن یتعین بتسلیم الدین وحق الراهن متعین فی التسلیم المرهون فیتم التسلیم علی هذا الترتیب تحقیقاً للتسویة

بين الراهن والمرتهن. (الفقه الاسلام وادلته:۱۷۰/۵)

اداءِ دین اور احضارِ رہن میں ترتیب:

مرتہن جب اپنے دین کا راہن سے مطالبہ کرے تو راہن اس کو اپنا رہن حاضر کرنے کا حکم کرے گا پھر اگر مرتہن رہن حاضر کردے تو راہن پورے دین کی ادائیگی کرے، پھر مرتہن اس کا رہن سپرد کرے گا۔

اور اگر مطالبہ عقد رہن جہاں ہوا تھا اس کے علاوہ جگہ میں ہو اور احضار رہن میں کوئی مصارف لاحق نہ ہو تو یہی حکم ہے۔ اور اگر خرچہ ہو تو راہن بلا احضار رہن راہن پر ضروری ہے کہ اداءِ دین کردے۔

وإذاطلب المرتهن دينه أمر بإحضار رهنه.... فإن أحضر سلم له كل دينه أولاً ثم سلم المرتهن رهنه تحقيقا للتسوية و إن طلب دينه فى غير بلد العقد للرهن فكذلك الحكم إن لم يكن للرهن مؤنة و إن كان لحمله مؤنة سلم دينه و إن لم يحضره.(در المختار مع رد المحتار:۸۸/۱۰)

كتاب الجنايات

اگر کسی نے آدمی کی ہتھیلی جوڑ سے کاٹ دی پھر دوسرے کا ہاتھ کہنی تک کاٹ دیا، اگر بوقت قصاص دونوں موجود ہوں تو صاحب کف کے حق سے ابتداء کی جائے گی، یعنی اس کے قصاص کے طور پر قاطع کی ہتھیلی کف سے کاٹ دی جائے گی۔ اس صورت میں صاحب مرفق کے حق سے ابتداء نہ کی جائے گی، پس

جب ہتھیلی کاٹ دی گئی تو اب صاحب مرفق کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہے تو قطع (کاٹنے) کو اختیار کرے یا دیت اختیار کرے۔ اگر قطع (قصاص) اختیار کرتا ہے تو اس کو کچھ مال نہ ملے گا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ دونوں موجود ہوں اور اگر ان میں سے ایک موجود ہو اور دوسرا غائب ہو تو حاضر کے حق سے ابتداء کی جائے گی، دونوں میں سے جو بھی ہو، اور دوسرے کو دیت دی جائے گی۔

وإن قطع كف رجل من مفصل ثم قطع الآخر من مرفقه و كانا حاضرين فإنه يبدأ بحق صاحب الكف يقطع كفه من صاحب الكف ولا يبدأ بحق صاحب المرفق فإذا قطع الكف تخير صاحب المرفق فإن اختار القطع فلا شئ له۔ هذا إذا كانا حاضرين فإن كان أحدهما حاضرا و الآخر غائبا فإنه يبدأ بحق الحاضر أيهما كان. (الفتاوى التاتارخانية: ۹ / ۱ ۷۸)

كتاب الديات

کفارۂ قتل میں ترتیب:

قتل شبہ عمد اور قتل خطاء کے کفارہ میں ترتیب اس طرح ہے۔

قاتل کے پاس مؤمن غلام ہو تو اس کو آزاد کرے، اگر یہ نہ ہو تو دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے۔

وما كان لمؤمن أن يقتل مؤمنا إلا خطأ ومن قتل مؤمنا خطأ فتحرير رقبة مؤمنة ودية مسلمة إلى أهله إلا أن يصدقوا فإن كان من

قوم عدو لكم وهو مؤمن فتحرير رقبة مؤمنة، و إن كان من قوم بينكم وبينهم ميثاق فدية مسلمة إلى أهله وتحرير رقبة مؤمنة، فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين.

(سورة النساء:پارہ: ۱۲۸/۵، ۱۲۹)(کتاب المجموع: ۲۱/ ۱۸)

وكفارتهما أى الخطأ وشبه العمد عتق قن مؤمن فإن عجز عنه صام شهرين ولاءً ولا إطعام فيهما. (در مع رد المحتار: ۲۳۱/۱۰، ۲۳۲)

دیت میں دوسرے قبائل کو شامل کرنے کی ترتیب:

کسی قبیلہ پر دیت لازم کی گئی اور وہ اس کو ادا نہیں کر پا رہا ہے تو دوسرا جو قبیلہ اس قبیلے کی طرف نسب کے اعتبار سے قریب ہوگا اس کو ساتھ کر دیا جائے گا اور اس میں عصبات کی ترتیب کا لحاظ کیا جائے گا جیسے حضرت حسینؓ کی اولاد میں سے کسی نے جنایت کی اور اس کا قبیلہ اس کی بھرپائی نہیں کر پا رہا ہے تو اس کے ساتھ حضرت حسنؓ کا قبیلہ ملایا جائے گا پھر اگر یہ دونوں قبیلے مل کر بھرپائی نہ کر پائے تو حضرت عقیل کو ملایا جائے گا پھر ان کے بیٹے۔

فان لم تسع القبيلة لذلك ضم إليه أقرب القبائل نسبا على ترتيب العصبات.

قوله :(على ترتيب العصبات) فيقدم الإخوة ثم بنوهم ثم الأعمام ثم بنوهم مثلا إذا كان الجانى من أولاد الحسينؓ ولم يتسع حيه لذلك ضم إليه قبيلة الحسنؓ ثم بنوهم فإن لم تتسع هاتان القبيلتان له ضم عقيل ثم بنوهم كما فى الكرمانى. (در مع الشامى : ۳۲۸/۱۰)

کتاب المعاقل

عاقلہ کے درمیان ترتیب:

قاتل پر جب دیت واجب ہوگی، اس میں ترتیب حسبِ ذیل ہے:

(۱) دیت اولاً عاقلہ یعنی ہم پیشہ (اہل دیوان) پر واجب ہوگی۔

(۲) وہ نہ ہوتو اہل قبیلہ۔

(۳) اور وہ نہ ہوتو بیت المال میں واجب ہوگی۔

سب سے پہلے ہم پیشہ کو قاتل کے ساتھ شریک کیا جائے گا، جیسے قاتل اگر فوجی ہے تو اس کے ساتھی فوجیوں سے بھی لی جائے گی۔

والعاقلة أهل الديوان وهم العسكر.

قوله : (والعاقلة أهل الديوان)قال فى المغرب الديوان الجريدة من دون الكتب إذا جمعها لأنها قطع من القراطيس مجموعة.

ويروى أن عمرؓ أول من دون الدواوين أى رتب الجرائد للولاة و القضاة ويقال فلان من أهل الديوان أى ممن أثبت اسمه فى الجريدة اهـ.

وفى غاية البيان عن كافى الحاكم بلغنا عن عمر بن الخطابؓ أنه فرض المعاقل على أهل الديوان وذلك لأنه أول من فرض الديوان وجعل العقل فيه وكان قبل ذلك على عشيرة الرجل فى أموالهم ولم يكن ذلك منه تغييرا لحكم الشرع بل تقريرا له.

لمن هو منهم فيجب عليهم كل دية وجبت بنفس القتل.

قوله :(لمن هو منهم) أى يعقلون لقاتل هو منهم قال فى غرر

الأفكار فإن كان غازيا فعاقلته من يرزق من ديوان الغزاة وإن كان كاتبا فعاقلته من يرزق من ديوان الكتاب اه۔وقيده فى الدر المنتقى كالقهستانى بكونه من أهل مصرهم لامن مصرآخر وقيل مطلقا .(درالمختار مع رد المحتار : ۳۲۵/۱۰،۳۲٦)

ہم پیشہ عاقلہ نہ ہوتو دوسروں یعنی اہل قبیلہ میں ترتیب:

جس شخص کے ہم پیشہ نہ ہوتو رشتہ دار عاقلہ ہوں گے،ان میں جونسب کے اعتبار سے قریب ہوگا اس پر دیت آئے گی ،عصبات کی ترتیب پر جیسے بھائی، پھر بھتیجا، پھر چچا، پھر چچیرے بھائی وغیرہ اور یہ بحث دوعنوان ولایت کے حقدار ہونے میں ترتیب اورعصبات کے درمیان ترتیب کے تحت گذر چکی ہے۔

فإن لم تسع القبيلة لذلك ضم إليهم اقرب القبائل نسبا على ترتيب العصبات والقاتل.

قوله : (على ترتيب العصبات) فيقدم الاخوة ثم بنوهم،ثم الاعمام، ثم بنوهم. (در مع رد المحتار : ۳۲۸/۱۰)

جب قاتل کا نہ تو ہم پیشہ ہواور نہ خاندان ہو، جیسے لقیط اور وہ حربی جو دار الاسلام میں اگراسلام قبول کرے تو اس کی دیت سرکاری خزانہ کے ذمہ ہوگی۔

وإذالم يكن للقاتل عاقلة كلقيط وحربى أسلم فالدية فى بيت المال فى ظاهر الرواية وعليه الفتوى. (أيضا: ۳۳۲)

عورت ، بچہ اور پاگل پر بحثیت عاقلہ دیت واجب نہ ہوگی ،البتہ خود ہی قاتل ہے تو یہ عاقلہ کے ساتھ دیت دینے میں شریک ہوں گے۔

امرأة أو صبيا أو مجنونا فيشاركهم على الصحيح. (أيضا: ۳۲۸)

كتاب الوصايا

دین اور وصیت میں ترتیب:

دینِ میت، وصیت اور میراث پر مقدم ہوگا۔

لأن الله تبارك وتعالى قدم الدين على الوصية والميراث لقوله تبارك وتعالى في آية المواريث: من بعد وصية يوصى بها أودين ويوصى بها أودين وتوصون بها أودين ويوصين بها أودين. (سورة النساء: الآية: ۱۱) ولما روى عن سيدنا عليؓ انه قال انكم تقرؤون الوصية قبل الدين وقد شهدت رسول الله ﷺ بدأ بالدين قبل الوصية أشار سيدنا عليؓ إلى ان الترتيب في الذكر لا يوجب الترتيب في الحكم. (بدائع: ٦/ ٤٣٠)

اعمال خیر کی مختلف وصیتوں میں ترتیب:

وصیت تمام کی تمام اللہ کے لئے کی گئی ہوں، اور نفل ہوں، کوئی بھی وصیت متعین نہ ہو، جیسے

نفلی حج کرنے اور تطوعاً ایک غلام آزاد کرنے اور اس کی طرف سے غیر متعین فقراء کو ۱۰۰ درہم صدقہ کرنے کی وصیت کی ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک میت نے جس کو پہلے بیان کیا ہو اس سے ابتداء کی جائے گی۔

وإن كانت الوصايا كلها لله تعالى إن كانت كلها نوافل وليس

بشـئ منها عين بأن أوصى أن يحج عنه تطوعا و أوصى بأن يعتق عنه نسـمة ولـم يـعيـنها تطوعا أو أوصى بأن يتصدق عنه بمأة درهم على الـفـقـراء لا بـأعيـانهم فانه يبدأ بما بدأ به الميت نص محمدؒ هذا فى ظاهر الرواية. (الفتاوى التاتارخانية:۱۹ /۳۹۸)

اس مسئلہ میں امام حسنؒ سے ایک روایت ہے کہ جو وصیت افضل ہو اس سے ابتداء کی جائے گی، چنانچہ اولاً صدقہ کی وصیت نافذ کی جائے گی پھر حج کی، پھر آزادی کی وصیت پر عمل کیا جائے گا، چاہے موصی نے کلام میں صدقہ سے ابتداء کی ہو یا اسے مؤخر ذکر کیا ہو۔ حج کی وصیت میں وطن سے حج کروایا جائے گا۔

صدقہ حج سے اس لیے افضل ہے کہ حج کا نفع خود کی ذات تک محدود ہوتا ہے اور صدقہ کا نفع اپنے علاوہ کو پہنچتا ہے۔ پھر حج غلام آزاد کرنے سے مقدم ہوگا اس لئے کہ یہ ارکان اسلام میں سے ہے نہ کہ آزادی۔

وروى الـحسـن عـن أصـحـابناؒ انه يبدأ بالأفضل فالأفضل يبدأ بـالـصـدقة ثم بالحج ثم بالعتق سواء بدأ بالصدقة أم أخرها ويحج من وطـنـه .والـصدقة أفضل من الحج من حيث أن منفعة الحج عائد إليه ومـنـفـعة الـصـدقة عـائد إلى غيره ثم الحج مقدم على العتق لأنه من أركان الإسلام دون العتق.

اور اگر بعض نوافل متعین ہوں بایں طور کہ اس کی طرف ۱۰۰ درہم میں نفل حج کروایا جائے یا ایک متعین غلام خرید کر آزاد کیا جائے تو یہ دونوں وصیتیں باہم مشترک سمجھی جائے گی اور میت نے جس کو پہلے بیان کیا ہے اس سے ابتداء نہیں کی

جائے گی۔

وإن كانت بعض النوافل عينا بأن أوصى بأن يحج عنه تطوعا بمأة درهم أو يشترى نسمة بعينها ويعتق عنه فإنهما يتحاصان ولا يبدأ بما بدأ به الميت. (الفتاوى التاتارخانية:۳۹۸/۱۹)

مختلف وصیتوں کے اجتماع کے وقت ترتیب:

وصیتیں تین قسم کی ہوں گی:

(۱) تمام وصیتیں اللہ کے لئے۔

(۲) تمام وصیتیں بندوں کے لئے۔

(۳) تمام وصیتیں مشترک ہوں گی۔

اعلم أن الوصايا إما أن تكون كلها لله تعالى أو للعباد أو يجمع بينهما.

(۱) تمام کی تمام اللہ کے لئے ہوں تو پھر اس میں چار صورتیں ہوں گی:

(الف): موصی بہ تمام امور از قبیل فرائض ہوں: جیسے زکوۃ اور حج۔

(ب): یا تمام امور از قبیل واجبات ہوں: جیسے کفارات، نذور اور صدقۂ فطر۔

(ج): تمام امور از قبیل نفل ہوں: جیسے نفلی حج، نفلی عبادت اور فقراء کو صدقہ کرنا۔

ان تمام صورتوں میں میت نے جو وصیت پہلے کی ہو اسی کو اولاً پورا کیا جائیگا

وما كان لله تعالى فإن كان كله فرائض كالزكوة والحج أو

واجبات كالكفارات والنذور وصدقة الفطر أو تطوعات كالحج و التطوع والصدقة للفقراء يبدأ بمابدأ به الميت.

البتہ تاتارخانیہ میں ہے کہ:

اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں، امام ابوحنیفہؒ سے مجرد میں مذکور ہے کہ حج سے ابتدا کی جائے گی اگر چہ وصیت کرتے وقت لفظاً زکاۃ سے حج کو مؤخر کیا ہو، نیز اسی طرح اصل کی احکام الوصایا میں ذکر کیا ہے اور مناسک بشر میں ہے کہ زکاۃ سے ابتدا کی جائے گی اور زکاۃ حج پر مقدم ہوگی اگر چہ زکاۃ کو وصیت کرتے وقت لفظاً اخیر میں بیان کیا ہو۔

وقد اختلف الروايات في الحج مع الزكاة فعن أبي حنيفةؒ في المجرد يبدأ بحجة الإسلام وإن أخر الحج عن الزكاة في الوصية لفظا وكذا ذكره في أحكام وصايا الأصل وفي مناسك بشر يبدأ بالزكاة ويقدمها على الحج وإن أخر الزكاة عندالوصية لفظا.
(الفتاوى التاتاخانيه: ١٩/١٠٤)

(د) اور موصی بہ امور فرض، واجب، تطوع: ملے جلے ہوں تو فرائض سے ابتداء کی جائے گی، خواہ موصی نے کسی کو بھی مقدم کیا ہو۔ پھر واجبات کی وصیت پوری کی جائے گی۔

وإن اختلطت يبدأ للفرائض قدمها الموصي أو أخرها ثم بالواجبات.

(۲) تمام کی تمام بندوں کے لئے ہوں تو اس میں تقدیم کا اعتبار نہ ہوگا،

جیسا کہ موصی نے کسی کے لئے ثلث کی وصیت کی، پھر دوسرے کے لئے ثلث کی وصیت کی تو دونوں موصی لہ یکساں ہوں گے، لیکن اگر موصی صراحت کر دیتا ہے تو اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا، یعنی اس نے جس کو پہلے دینے کے لئے کہا ہو اس کو پہلے بعد والے کو بعد میں دیا جائے گا۔

فما للعباد خاصة لا يعتبر فيها التقديم كما لو أوصى بثلثه لإنسان ثم به لآخر إلا أن ينص على التقديم .

(۳) مشترک ہو یعنی کچھ امور اللہ کے لئے ہوں اور کچھ امور بندوں سے متعلق ہوں، تو ثلث (تہائی) کو تمام پر تقسیم کیا جائے گا۔

وماجمع فيه بين حقه تعالى وحق العباد فإنه يقسم الثلث على جميعها .

پھر تمام کو جمع کیا جائے گا اور اس میں جو اہم ہے اس کو مقدم کیا جائے گا۔

ثم تجمع فيقدم فيها الأهم فالأهم .

اور اگر کہے میرا تہائی مال حج، زکوۃ، زید کو اور کفارات؛ میں دیا جائے، تو ثلث کو اولاً چار حصوں پر تقسیم کیا جائے گا اور فرض کو مقدم نہیں کیا جائے گا، آدمی کے حق پر ضرورت کی وجہ سے۔

فلوقال ثلث مالي في الحج والزكوة ولزيد والكفارات؛ قسم على أربعة أسهم ولا يقدم الفرض على حق الآدمي لحاجته.

صورت سابقہ میں اگر آدمی متعین نہ کیا ہو اور یوں کہا ہو کہ فقراء کو دیا جائے چار حصوں میں تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ جو اقوی ہوگا وہ مقدم ہوگا، اس لئے کہ عدم

تعیین کی صورت میں تمام امور کی وصیت اللہ تعالی لیے ہوگی۔

وإن كان الآدمي غير معين بأن أوصى بالصدقة على الفقراء فلا يقسم بل يقدم الأقوى فالأقوى لأن الكل يبقى حقا لله تعالى إذا لم يكن ثم مستحق معين.

مذکورہ تفصیل اس حال میں ہے جب کہ مرض موت میں اس کی طرف سے عتق منفَّذ، عتق معلق کالتدبیر، اور محاباۃ منجزۃ جیسے تصرفات نہ ہوں۔ اگر ایسے تصرفات ہوں تو ثلث میں اولاً ان کو نافذ کیا جائے گا اور اس کے بعد بچا ہوا مال دیگر وصایا میں صرف کیا جائے گا۔

هذا إذا لم يكن في الوصية عتق منفذ في المرض أو معلق بالموت كالتدبير و لامحاباة منجزة في المرض؛ فإن كان بدئ بهما على ما سيأتي تفصيله في باب العتق في المرض...... لأن العتق المنفذ في المرض مقدم على الوصية بالمال في الثلث.......قلت وكالعتق المنفذ المحاباة المنجزة كما مر عند قول المصنف وإذا اجتمع الوصايا. (درالمختار مع الشامی: ۱۰/ ۳۸۲)

ثم يصرف الباقي إلى سائرالوصايا اه ملخصا من العناية والنهاية والتبيين. (درالمختارمع الشامی : ۱۰/ ۳۵٤)

مختلف وصیتوں کے درجات:

(۱) علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں: کفارۂ قتل، کفارہ ظہار اور کفارہ یمین؛ صدقۂ فطر پر مقدم ہوں گے، اور صدقۂ فطر اضحیہ پر مقدم ہوگا۔

قال الزیلعیؒ: کفارة قتل وظهار ویمین مقدمة علی الفطرة لوجوبها بالکتاب دون الفطرة والفطرة علی الأضحیة لوجوبها إجماعا دون الأضحیة.

(۲) امام طواویسی سے منقول ہے کہ پہلے کفارۂ قتل پھر یمین پھر ظہار پھر افطار (کفارۂ صوم) پھر نذر پھر صدقۂ فطر پھر اضحیہ۔ اور عشر خراج پر مقدم ہوگا۔

وفی القھستانی عن الظھیریة عن الإمام الطواویسی یبدأ بکفارة قتل ثم یمین ثم ظھار ثم افطار ثم النذر ثم الفطرة ثم الاضحیة وقدم العشر علی الخراج.

امام ابوحنیفہؒ کا مذہب دوسرا یہ ہے کہ حج نفل بہتر ہے صدقہ سے۔

وفی البرجندی مذھب أبی حنیفةؒ آخر أن حج النفل أفضل من الصدقة. (درالمختار مع رد المحتار: ۳۵۶،۳۵۵/۱۰)

(۳) کفارۂ یمین میں غلام آزاد کرنے کی اور کفارہ ظہار میں غلام آزاد کرنے کی جزاء صید کے کفارہ کی اور حلق فی الاذی کے کفارہ کی وصیت کی ہو تو میت کے الفاظ کی ترتیب کے مطابق ہی وصیت نافذ کی جائے گی۔

بخلاف ما أوصی بالعتق فی کفارة یمین وبالعتق فی کفارة ظھار وبکفارة جزاء الصید وبکفارة الحلق فی الاذی فانه یبدأ بما بدأ به المیت.

کتاب الفرائض

ترکہ اور دیگر حقوق میں ترتیب:

میت کے ترکہ کے ساتھ چار حقوق بالترتیب متعلق ہوتے ہیں:

(۱) معروف خرچ سے میت کی تجہیز و تکفین کی جائے گی۔

(۲) پھر مابقیہ تمام مال سے دین کی ادائیگی کی جائے گی۔

(۳) دین کی ادائیگی کے بعد مابقیہ مال کے ایک تہائی میں وصیت نافذ کی جائے گی۔

(۴) پھر باقی شدہ مال ورثاء کے درمیان قرآن، حدیث اور اجماع کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔

قال علمائنا[ح] تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة :الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث مابقي بعد الدين ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة .(سراجی:۳ تا ۵)

ورثاء کے استحقاق میں ترتیب:

(۱) ترکہ سب سے پہلے اصحاب فرائض کو ملے گا، اصحاب فرائض وہ ہیں جن کے حصے قرآن سے متعین ہیں۔

(۲) ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ مال بچ جائے یا ذوی الفروض میں

سے کوئی نہ ہوتو عصبہ نسبی کو ملے گا۔

(۳) ذوی الفروض اور عصبہ نسبی کی عدم موجودگی میں عصبہ سببی کو ملے گا، اسی کو مولی العتاقہ کہتے ہیں۔

(۴) مولی العتاقہ نہ ہوتو اس کے عصبہ نسبی بیٹا، باپ، بھائی اور چچا وارث ہوں گے، اگر اس کے بھی عصبہ نسبی نہ ہوتو اس کو آزاد کرنے والے کے عصبہ نسبی کو ملے گا، وقس علی ہذا۔

(۵) مذکورین میں سے کوئی نہ ہوتو ذوی الفروض نسبیہ پر ان کے حقوق کے بقدر رد ہوگا؛ البتہ زوجین کو نہیں ملے گا، کیوں کہ یہ بسبب زوجیت وارث ہوتے ہیں۔

(۶) ذوی الفروں اور عصبات نسبی وسببی میں سے کوئی نہ ہوتو ذوی الارحام وارث ہوں گے۔

(۷) ذوی الارحام کے نہ ہوتے ہوئے مولی الموالات کو ملے گا۔

(۸) مذکورہ بالا ورثاء کی عدم موجودگی میں وہ شخص وارث ہوگا جس کے لئے میت نے غیر سے نسب کا اقرار کیا ہو (مقر لہ بالنسب علی الغیر)۔

(۹) اگر ان آٹھوں قسموں میں سے کوئی نہ ہوتو وہ شخص وارث ہوگا جس کے لئے میت نے تمام مال کی وصیت کی ہو۔

(۱۰) مذکورہ بالا ورثاء میں سے کوئی نہ ہوتو تمام مال کو بیت المال میں رکھ دیا جائے گا۔

نوٹ: جہاں بیت المال نہ ہو یا بے راہ روی ہو تو زوجین پر رد ہوگا۔

(تیسیر الفرائض:۲۱ تا ۲۳، معین الفرائض:۱۴)

فیبدأ بأصحاب الفرائض وهم الذین لهم سهام مقدرة فی کتاب الله تعالی ثم بالعصبات من جهة النسب والعصبة کل من یأخذ ما أبقته أصحاب الفرائض وعند الإنفراد یحرزجمیع المال ثم بالعصبة من جهة السبب وهو مولی العتاقة ثم عصبته علی الترتیب ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیة، بقدر حقوقهم ثم ذوی الأرحام ثم مولی الموالاة ثم المقرله بالنسب علی الغیر بحیث لم یثبت نسبه بإقراره من ذلك الغیر إذا مات المقر علی إقراره ثم الموصی له بجمیع المال ثم بیت المال.(سراجی:۵ تا ۷)

دیون اللہ اور دیون العبد کے درمیان ترتیب:

جب دین اللہ جس کی میت نے وصیت کی ہو اور دینِ عبد دونوں میت کے ذمہ میں ہو اور دونوں کو پورا کرنا ممکن نہ ہو تو دین عبد مقدم ہوگا۔

وإذااجتمع دین الله الموصی به مع دین العبد و لا وفاء قدم دین العبد لاحتیاجه مع استغناء الله تعالی وکرمه.

(حاشیة السراجی دلیل الوراث:٤)

کئی جدہ ایک ساتھ جمع ہو جائیں تو ان کے درمیان ترتیب:

کئی جدہ ایک ساتھ جمع ہو جائیں تو قربی مقدم ہوگی اور بعدی محروم ہوگی۔

والقربی من أی جهة کانت تحجب البعدی من أی جهة کانت وارثة کانت القربی او محجوبة. (سراجی : ۲۰)

عصبہ کے درمیان ترتیب :

عصبہ بنفسہ کی چار قسمیں ہیں:

(۱) جزءِ میت: میت کی فروعِ مذکر؛ یعنی بیٹا، پوتا اور پر پوتا وغیرہ نیچے تک۔

(۲) اصلِ میت: میت کے اصولِ مذکر یعنی باپ، دادا، پردادا وغیرہ اوپر تک۔

(۳) جزءِ اب میت: میت کے باپ کی فروعِ مذکر یعنی حقیقی بھائی، علاتی بھائی، حقیقی بھائی کے لڑکے وغیرہ۔

(۴) جزءِ جدِ میت: میت کے دادا کی فروعِ مذکر یعنی حقیقی چچا علاتی چچا وغیرہ نیچے تک۔

خلاصہ یہ ہے کہ عصبہ کے مابقیہ ترکہ حقدار ہونے میں قسم اول یعنی جزءِ میت مقدم ہوگی، اگر یہ نہ ہوتو اصل میت اور اگر یہ نہ ہوتو جزءِ اب میت اور اگر یہ نہ ہو تو جزءِ جدِ میت؛ کی ترتیب کا اعتبار رہوگا۔

أما العصبة بنفسه فكل ذكر لايدخل في نسبته إلى الميت أنثى وهم أربعة أصناف جزء الميت وأصله وجزء أبيه وجزء جده .

(سراجی: ۳۱، ۳۲)

عصبہ سببی میں ترتیب :

عصبہ سببی کی چار قسمیں ہیں:

عصبۂ سببی میں ترتیب وہی رہے گی جو عصبہ بنفسہ میں ہے:

(۱) معتِق کی فرع (۲) معتِق کی اصل (۳) معتِق کے باپ کی فرع (۴) معتِق کے دادا کی فرع۔

اگر ان سب میں سے کوئی نہ ہو تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ معتِق بھی کسی کا غلام تھا یا نہیں اگر رہ چکا ہے تو اس کے آقا کو اور اگر وہ زندہ نہ ہو تو اس کی مذکر اولاد کو ملے گا، مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق۔ (ماخوذ از طرازی شرح سراجی: ۱۱۵، ۱۱۶)

وتختم العصبات بالعصبية السببية أى المعتق ثم عصبته بنفسه على الترتيب المتقدم بقوله ﷺ الولاء لحمة كلحمة النسب.

قوله :(على الترتيب المتقدم) فتقدم عصبة المعتِق النسبية بنفسها على عصبته السببية أعنى معتِق المعتِق و معتِقه وهكذا فيقدم ابن المعتق ثم ابنه وإن سفل ثم أبوه ثم جده وإن علا الخ ثم معتق المعتق ثم عصبته على الترتيب المذكورثم معتق معتق المعتق ثم عصبته وهكذا ابن كمال. (درالمختار مع الشامى:۱۰/۵۲۵)

ذوی الارحام کو ترکہ میں شامل کرنے میں ترتیب:

ذوالرحم وہ رشتہ دار ہے جس کا حصہ نہ تو ذوی الفروض کی حیثیت سے ہو اور نہ عصبہ کی حیثیت سے، اکثر صحابہؓ کے نزدیک ذوی الارحام وارث بنتے ہیں اور یہی مذہب احناف کا ہے۔

ذوالرحم هو كل قريب ليس بذى سهم ولا عصبة وكانت عامة الصحابة رضى الله تعالى عنهم يرون توريث ذوى الارحام وبه قال

اصحابنا.ؒ (سراجی:۵۵)

ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم وہ رشتہ دار جو میت کی طرف منسوب ہو جیسے: نواسا، نواسی الخ اور پرنواسا، پرنواسی الخ۔

(۲) دوسری قسم وہ رشتہ دار جن کی طرف میت منسوب ہو جیسے نانا، پرنانا الخ ،نانی، پرنانی الخ۔

(۳) تیسری قسم وہ رشتہ دار جو میت کے والدین کی طرف منسوب ہو جیسے بھانجا، بھانجی الخ، بھتیجی اور اخیافی بھتیجا و بھتیجی الخ۔

(۴) چوتھی قسم وہ رشتہ دار جو میت کے دادا اور دادی کی طرف منسوب ہو جیسے پھوپھی، اخیافی چچا اور خالہ۔

وذوالأرحام أصناف أربعة الصنف الأول ينتمى إلى الميت وهم أولاد البنات وأولاد بنات الابن، والصنف الثانى ينتمى إليهم الميت وهم الأجداد الساقطون والجدات الساقطات والصنف الثالث ينتمى إلى أبوى الميت وهم أولاد الأخوات وبنات الإخوة وبنوالإخوة لأم والصنف الرابع ينتمى إلى جدى الميت أو جدتيه وهم العمات والأعمام لأم والأخوال والخالات. (ايضا:٥٦)

ان چاروں قسموں میں ترتیب اس طرح ہے:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عصبات کی ترتیب کے مطابق سب سے پہلے پہلی قسم کے افراد پھر دوسری قسم، ان کی عدم موجودگی میں تیسری قسم، پھر چوتھی قسم حقدار

ہوگی۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک پہلی قسم کے افراد، پھر تیسری قسم کے افراد، اور یہ نہ ہوں تو دوسری قسم پھر چوتھی قسم۔

وروى أبو يوسفؒ والحسن بن زياد عن أبى حنيفة وابن سماعة عن محمد بن الحسن عن أبى حنيفةؒ أن اقرب الأصناف الصنف الأول ثم الثانى ثم الثالث ثم الرابع كترتيب العصبات وهو المأخوذ به وعندهما الصنف الثالث مقدم على الجد أب الأم.

لأن عندهما كل واحد منهم أولى من فرعه وفرعه وإن سفل أولى من أصله. (سراجى: ۵۸،۵۷)

والوجه فى الرواية المأخوذة للفتوى أن ذوى الأرحام يرثون على سبيل التعصيب من وجه إذ يقدم منهم الأقرب فالأقرب فوجب أن يعتبروا فى التوريث بالعصبات من كل وجه وقد قدم فى العصبات من كل وجه بنو أبناء الميت على الجد أب الأب وسائر العصبات وإن كان هذا الجد لا يقتص به وابن الابن يقتص به فكذا فى ذوى الأرحام يقدم أولاد البنت على الجد أب الأم. (الشريفية: ۹۹)

غرقی اور حرقی کے وارثوں کے درمیان ترتیب:

اگر چند رشتہ دار ڈوب کر مر جائے یا آگ میں جل کر مر جائے یا ہوائی جہاز ٹرین اور بس حوادثات میں مر جائے تو ان کے درمیان میراث جاری نہ ہوگی۔ البتہ جب ان کے مرنے کی ترتیب معلوم ہو تو اخیر میں مرنے والا پہلے کا وارث ہوگا اور جب ترتیب ہی معلوم نہ ہو تو ان میں سے ہر ایک کے مال کو مرحوم کے زندہ

ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔

کـالـغرقی والحرقی ومن بمعناهم كالموتى فى المعركة أوفى حـوادث الـطـائـرات والـقطارات والسيارات فلا توارث بينهم إلا إذا عـلـم ترتيب موتهم فيرث المتأخر المتقدم وإذا لم يعلم ترتيب موتهم يقسم مال كل واحد منهم على ورثته الأحياء.(الفقه الحنفى فى ثوبه الـجـديـد :٢٦٧/٢،دار الـقـلـم دمشق)(وكذا فى در المختار مع رد المحتار : ٥٥٦/١٠،٥٥٥)

ماخذ ومراجع

۱	القرآن الکریم
۲	احکام القرآن الجصاص
۳	مسلم شریف
۴	ابوداؤد شریف
۵	نسائی شریف
۶	مسند احمد،القاهره
۷	اعلاء السنن ،ادارۃ القرآن پاکستان
۸	آثارالسنن ،المکتبة المدنية ديوبند
۹	معارف السنن ، المکتبة الاشرفية ديوبند
۱۰	مصنف ابن ابی شیبة ،دارالکتب العلمية بيروت
۱۱	کشاف ،سہیل اکیڈمی لاهور
۱۲	تاج العروس، دارالفکرمصر
۱۳	لسان العرب ،بيروت
۱۴	المنثور للزرکشی ،شوکة دارالکويت للصحافة
۱۵	المبسوط للسرخسی ،دارالفکرمصر
۱۶	بدائع الصنائع ، زکريا،ايم ايچ پاکستان
۱۷	فتح القدير،زکريا
۱۸	ردالمحتارعلی الدر ،زکريا
۱۹	طحطاوی علی الدر ،الاتحاد ديوبند

۲۰	طحطاوی علی المراقی،قدیمی کتبخانہ کراچی ،دارالکتاب دیوبند
۲۱	تبیین الحقائق ،زکریا
۲۲	الموسوعة الفقهية، کویت
۲۳	هداية ،مکتبة بلال دیوبند ، المکتبة البشری کراچی
۲۴	مجمع الانهر ،مکتبه غفاریه کوئٹه پاکستان
۲۵	الدرالمنتقی ،مکتبه غفاریه کوئٹه پاکستان
۲۶	الفتاوی الهندية ،زکریا ، داراحیاء التراث العربی بیروت
۲۷	البحرالرائق ،زکریا
۲۸	النهرالفائق ،دارالایمان
۲۹	الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید ،دارالقلم دمشق
۳۰	الفتاوی التاتارخانیه ،زکریا
۳۱	المحیط البرهانی ،ادارةالقرآن کراچی
۳۲	الفقه الاسلامی وادلته ، الهدی انٹر نیشنل دیوبند
۳۳	امداد الفتاح ، الاتحاد دیوبند
۳۴	منحة الخالق علی البحر الرائق ،زکریا
۳۵	حلبی کبیری، سهیل اکیڈمی لاهور ،دارالکتاب دیوبند
۳۶	فتاوی خانیه،زکریا
۳۷	کتاب الفقه علی مذاهب الاربعة ،رشیدیه
۳۸	تقریرات الرافعی علی الرد ،زکریا
۳۹	العناية شرح الهداية، دارالکتب العلمية بیروت
۴۰	البناية شرح الهداية ، نعیمیه دیوبند

۴۱	الجوهرة النيرة ،دارالكتاب ديوبند
۴۲	الترتيب فى العبادات ، كنوز اشبيليارياض
۴۳	المسلك المتقسط فى منسك المتوسط،ادارة القرآن كراچى
۴۴	غنية ا لناسك ،ادارة القرآن كراچى
۴۵	الاسعاف ،
۴۶	كتاب المجموع ،داراحياء التراث العربى بيروت
۴۷	شرح المجلة للاتاسى ،مكتبه رشيديه كوئٹه پاكستان
۴۸	الاشباه والنظائر لابن نجيم ،مكتبة فقيه الامت ديوبند
۴۹	السراجى فى الميراث ،فيصل پبليكيشنزديوبند
۴۰	الشريفية
۴۱	كتاب النوازل ، مكتبة جاويد ديوبند
۴۲	كتاب المسائل ،مكتبة الحق جوگيشورى ممبئ
۴۳	مسائل نماز ، مكتبه رضى ديوبند
۴۴	علم الفقه ،كراچى
۴۵	مسائل غسل ،مكتبه رضى ديوبند
۴۶	احسن الفتاوى ،زكريا
۴۷	فتاوى رحيميه ،مكتبه الاحسان ديوبند
۴۸	فتاوى محموديه ،ڈابھيل
۴۹	آپ كے مسائل اور ان كاحل ، جديد وقديم ،
۵۰	محمود الفتاوى ،جامعه جمبوسر
۵۱	فتاوى دارالعلوم ديوبند

۵۲	معلم الحجاج ،کتب خانه محمودیه دیوبند
۵۳	عمدة الفقه ،مکتبه تھانوی دیوبند
۵۴	ندائے شاھی حج وزیارت نمبر،شاھی مرادآباد
۵۵	معین الفرائض ،جامعه حسینیه راندیر
۵۶	تیسیرالفرائض ،جامعه کھڑود گجرات
۵۷	توضیح السنن ،
۵۸	اسلامی فقه ، مولانا مجیب الله